پارہ

قَالَ الْمَلَأُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَنُخْرِجَنَّكَ	يٰشُعَيْبُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَكَ	مِنْ
بولے	سردار	وہ جو کہ	تکبر کرتے تھے (بڑے بنتے تھے)	سے	اسکی قوم	ہم تجھے ضرور نکال دینگے	اے شعیب	اور وہ جو	ایمان لائے	تیرے ساتھ	سے

اُنکی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپکو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان والے ہیں انکو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں

قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۸۸ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ

قَرْيَتِنَا	اَوْلَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا	قَالَ	اَوَلَوْ	كُنَّا	كٰرِهِيْنَ	قَدِ افْتَرَيْنَا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اِنْ
ہماری بستی	یا یہ کہ تم لوٹ آؤ	میں	ہمارے دین	اُسنے کہا	کیا خواہ	ہم ہوں	ناپسند کرتے ہوں	البتہ ہم نے بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹا	اگر

پھر آجاؤ شعیبؑ نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجاویں گو ہم اسکو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہوجائیں

عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ

عُدْنَا	فِيْ	مِلَّتِكُمْ	بَعْدَ	اِذْ	نَجّٰىنَا	اللّٰهُ	مِنْهَا	وَمَا يَكُوْنُ	لَنَا	اَنْ نَّعُوْدَ	فِيْهَا	اِلَّا
ہم لوٹ آئیں	میں	تمہارا دین	بعد	جب	ہم کو بچالیا	اللہ	اس سے	اور نہیں ہے	ہمارے لئے	کہ ہم لوٹ آئیں	اسمیں	مگر

اگر ہم تمہارے مذہب میں آجاویں بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں

اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا

اَنْ يَّشَاۗءَ	اللّٰهُ	رَبُّنَا	وَسِعَ	رَبُّنَا	كُلَّ شَيْءٍ	عِلْمًا	عَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْنَا	رَبَّنَا	افْتَحْ	بَيْنَنَا
یہ کہ چاہے	اللہ	ہمارا رب	احاطہ کرلیا ہے	ہمارا رب	ہر شے	علم میں	پر	اللہ	ہم نے بھروسہ کیا	ہمارا رب	فیصلہ کردے	ہمارے درمیان

یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے

وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۸۹

وَبَيْنَ	قَوْمِنَا	بِالْحَقِّ	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْفٰتِحِيْنَ
اور درمیان	ہماری قوم	حق کیساتھ	اور تو	بہتر	فیصلہ کرنیوالے

اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کردیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

مفاد پرست سرداروں کی شعیب علیہ السلام کو دھمکی

حضرت شعیب علیہ السلام پر جو چند لوگ ایمان لائے تھے ان میں زیادہ حصہ غریبوں کا تھا۔ قوم کے سردار اور سر برآوردہ اشخاص جن کو اپنی شوکت اور طاقت پر غرور تھا انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت حق اور کلمات رشد و ہدایت پر مطلقاً کان نہ دھرا۔

بلکہ الٹا ضد و عناد میں پڑ کر حضرت شعیبؑ کو جو جواب دیا اور پھر حضرت شعیبؑ نے جو ان کو جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اس کا بیان ان

آیات میں فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ قوم کے مغرور سرداروں نے متفق ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہے گی یا تو ہم تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے اور یا پھر تمہیں زبردستی اپنے طریقہ پر لا کر چھوڑیں گے یہ قوم کے ضدی سرداروں کی انتہائی گمراہی اور کور باطنی تھی کہ بجائے وعظ و نصیحت سے اثر قبول کرنے اور اپنے اعمال درست کرنے کے الٹے ناصح اور پیغمبر وقت کو جلاوطن یا تبدیل مذہب پر مجبور کرنے لگے۔

پیغمبرانہ استقامت

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم تمہارے دین اور طریقہ کو باطل اور غلط سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں یہ تو بڑا ظلم ہے؟ یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری ان مہلک کفریات سے ہم خواہ کتنے ہی بیزار ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔ مطلب یہ کہ ہم کو تمہارے دین سے قطعی نفرت ہے اور پھر باوجود اسی نفرت کے ہم تمہارے مذہب کو اختیار کر لیں ایسا ہو نہیں سکتا۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ خدا پر دیدہ و دانستہ افتراء ہوگا۔ باطل کو باطل سمجھتے ہوئے اختیار کرنا اور حق سے واقف ہو جانے کے بعد حق کو ترک کرنا ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں آ جائیں۔

ہمارا بھروسہ ذات الٰہی پر ہے

ہاں اگر بفرض محال اللہ ہی کی یہ مشیت ہو جو ہمارا مالک ہے اور اگر تقدیر میں یونہی لکھا ہو تو اس کا کچھ کہنا نہیں جو خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔ ہمارا رب ہر بات کا علم رکھتا ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے کہ وہ ہم کو ملت کافرہ میں داخل نہ فرمائے گا۔ یعنی اپنے اختیار یا تمہارے جبر و اکراہ سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر اور بددینی کی طرف جائیں اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ بہر حال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا اعتماد اور بھروسہ اپنے خدائے واحد پر ہے کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جو ہوگا اسی کے علم اور مشیت کے ماتحت ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر کا اعتماد ناقابل تسخیر ہوتا ہے

ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا جو کلام نقل فرمایا ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت اور افتقار کے کس درجہ عظیم اور کس قدر عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل اور اعتماد اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور وزنی اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔ یہاں اس سورۂ اعراف میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بھی اجمالاً بیان کیا گیا ہے بارہویں پارہ سورہ ہود میں مزید تفصیل کے ساتھ بھی قصہ بیان فرمایا گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت پکڑنے کی توفیق عطاء فرما اور صراط مستقیم پر ہم کو تا زیست قائم رہنا نصیب فرما اور اسی پر ہماری موت آنا مقدر فرما۔

یَا اللّٰہ مال و دولت اور سرداری کا غرور اور فتنہ جو گمراہی میں مبتلا رکھتا ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یَا اللّٰہ ہم کو ہر حال میں اپنا اعتماد توکل اور بھروسہ اپنی ذات عالی پر رکھنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل سے کبھی مرعوب نہ ہونے کی ہمت عطاء فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

وَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَئِنِ	اتَّبَعْتُمْ	شُعَيْبًا	اِنَّكُمْ	اِذًا	لَّخٰسِرُوْنَ
اور بولے	سردار	وہ جنہوں نے	کفر کیا	سے	اسکی قوم	اگر	تم نے پیروی کی	شعیبؑ	تو تم ضرور	اس صورت میں	خسارہ میں ہوگے

اور انکی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے ۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ

فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَاَنْ
تو انہیں آلیا	زلزلہ	صبح کے وقت رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے پڑے	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیبؑ	گویا

پس انکو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی انکی یہ حالت ہوگئی

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

لَّمْ يَغْنَوْا	فِيْهَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَانُوْا	هُمُ	الْخٰسِرِيْنَ	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ
نہ بستے تھے	اسمیں وہاں	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیب	وہ ہوئے	وہی	خسارہ پانے والے	پھر منہ پھیرا	ان سے	اور کہا	اے میری قوم

جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔اسوقت شعیبؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

لَقَدْ	اَبْلَغْتُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	فَكَيْفَ	اٰسٰى	عَلٰى	قَوْمٍ	كٰفِرِيْنَ
البتہ	میں نے پہنچا دیئے تمہیں	پیغام (جمع)	اپنا رب	اور خیر خواہی کی	تمہاری	تو کیسے	غم کھاؤں	پر	قوم	کافر (جمع)

کہ اے میری قوم میں نے تمکو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔

قوم کے سرداروں کا عوام میں پروپیگنڈہ

قوم کے کافر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا جب یہ عزم واستقلال دیکھا جو گذشتہ آیات میں بیان ہوا تو ان سے روئے سخن پھیر کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے کہ خبردار اگر تم نے شعیب علیہ السلام کا کہنا مانا تو تمہارا بڑا نقصان ہوجائے گا۔ہمارا سارا کام بنا بنایا بگڑ جائے گا۔باپ دادا کا مذہب چھوٹے گا اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی تو تجارت میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔شعیب جس ایمانداری اور راست بازی کی دعوت دے رہا ہے اور دیانت وامانت کے جن اصولوں کی ہم سے پابندی کرانا چاہتا ہے اگر ان کو مان لیا جائے تو ہماری تجارت کیسے چل سکتی ہے۔اگر ہم بالکل سچائی ہی کے پابند ہوجائیں تو ہمیں جو دوسری قوموں پر برتری حاصل ہے اور ان پر جو ہماری دھونس ہے وہ سب ختم ہوجائے گی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی کوشش

سورۂ ہود میں جہاں یہ قصہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے وہاں بتلایا گیا ہے کہ حضرت شعیبؑ نے پھر قوم سے نہایت دلسوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ اے میری قوم مجھے یہ خوف لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ بے باکیاں اور خدا کے مقابلہ میں یہ نافرمانیاں تمہارا ابھی کہیں وہی انجام نہ کر دیں جو تم سے پہلے قوم نوحؑ قوم ہودؑ قوم صالح اور قوم لوط

کا ہوا ہے۔اب بھی کچھ نہیں گیا۔خدا کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کی بخشش کے طلبگار بن جاؤ اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو جاؤ تو بلاشبہ میرا پروردگار بہت ہی مہربان رحم کرنے والا ہے وہ تمہاری تمام خطائیں بخش دے گا۔وہیں سورۂ ہود میں پھر قوم کا جواب بھی بتلایا گیا ہے۔کہنے لگے کہ اے شعیب ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو اگر تمہاری باتیں سچی ہوتیں تو تمہاری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی اور ہم کو صرف تمہارے خاندان کا لحاظ ہے۔ورنہ ہم تم کو سنگسار کر چھوڑتے۔ تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔

بالآخر عذاب الٰہی نے آ گھیرا

بالآخر قرآن کریم نے بتلایا کہ اہل مدین کو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں آسمانی عذاب آ پہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہو گئے۔ ایک زلزلہ کا عذاب۔ دوسرے آگ کی بارش' تیسرے کڑک اور بجلی۔نتیجہ یہ نکلا کہ سب نافرمان تباہ و برباد ہوئے۔جسد بے روح بن کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے۔گویا کبھی اس بستی میں بسے ہی نہ تھے۔کل کے سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے اور جلے ہوئے پڑے تھے۔سورۂ ہود میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام اور ان کو جو آپ پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے وہ سب ہلاک ہو گئے۔اوپر کافر سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا۔انہوں نے کہا تھا کہ اگر تم شعیب کا کہنا مانو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔مقابلۃً انہی کے الفاظ کو اللہ پاک نے دہرا دیا کہ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ جب سب ظالم قوم تباہ ہو گئی تو حضرت شعیب علیہ السلام ادھر سے گزرے اور منہ موڑ کر فرمایا افسوس قوم والو۔ میں نے تم کو پیام الٰہی پہنچا دیا تبلیغ اور نصیحت کرنے میں کوئی کسر میں نے اٹھا نہ رکھی۔مگر تم نے مجھے سچا نہ جانا اور میرا کہا نہ مانا۔ اب میں کیوں تمہارا غم کروں۔اور کیوں تمہاری حالت پر کوئی افسوس کروں۔تم خود کافر رہے۔اور کفر کی سزا اٹھائی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمارے ملک وقوم کی بھی کایا پلٹ دے۔دین حق سے مزاحمت ومقابلہ کرنے والوں کے اقتدار کا خاتمہ فرما اور دین حق کا بول بالا کرنے والوں کی مدد فرما اور ان کو وہ قوت وطاقت عطاء فرما کہ جو تیرے دین کو سربلند کر سکیں اور نبی پاکؐ کی شریعت کا بول بالا کر سکیں۔

یَااللّٰہ ہمیں ان گذشتہ امتوں اور قوموں کے واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرما اور ہر حال میں ہمیں حق سے وابستہ رہنے میں ہماری مدد فرما۔

یَااللّٰہ ہمارے امراء ورؤساء غریب اور امیر سب کو بدعملی اور نافرمانی سے بچنے اور کتاب وسنت کا اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

یَااللّٰہ جو دین حق کے داعی بنے ہوئے ہیں ان کی سعی وخدمت کو قبولیت سے سرفراز فرما۔اور ان کی اعانت ونصرت فرما اور باطل سے مقابلہ وجہاد میں ان کو کامیابی وکامرانی عطاء فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ

وَ	مَآ اَرْسَلْنَا	فِیْ	قَرْیَۃٍ	مِّنْ نَّبِیٍّ	اِلَّآ	اَخَذْنَآ	اَھْلَھَا	بِالْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّھُمْ
اور	نہ بھیجا ہم نے	میں	کسی بستی	کوئی نبی	مگر	ہم نے پکڑا	وہاں کے لوگ	سختی میں	اور تکلیف	تاکہ وہ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ ڈھیلے پڑجاویں۔

یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

یَضَّرَّعُوْنَ	ثُمَّ	بَدَّلْنَا	مَکَانَ	السَّیِّئَۃِ	الْحَسَنَۃَ	حَتّٰی	عَفَوْا	وَّقَالُوْا	قَدْ مَسَّ	اٰبَآءَنَا	الضَّرَّآءُ
عاجزی کریں	پھر	ہم نے بدلی	جگہ	بُرائی	بھلائی	یہاں تک کہ	وہ بڑھ گئے	اور کہنے لگے	پہنچ چکی ہے	ہمارے باپ دادا	تکلیف

پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ انکو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی تنگی

وَّالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

وَّالسَّرَّآءُ	فَاَخَذْنٰھُمْ	بَغْتَۃً	وَّھُمْ	لَا یَشْعُرُوْنَ
اور خوشی	پس ہم نے انہیں پکڑا	اچانک	اور وہ	بے خبر تھے

اور راحت پیش آئی تھیں تو ہم نے دفعۃً پکڑ لیا اور انکو خبر بھی نہ تھی۔

کفار مکہ کی غلط فہمی کا ازالہ

گذشتہ آیات میں جن انبیاء کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان انبیاء کے قصص سن کر جن میں منکرین پر عذاب الٰہی آنے کا ذکر ہوا ہے۔ اور جن کی عرب کے لوگ بھی تصدیق کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے کفار مکہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ عذاب الٰہی منکرین انبیاء پر شاید انہیں دو چار مواضع میں اتفاقاً واقع ہوا ہے۔ دوسری جگہ کہیں ایسی بات نہیں ہوئی۔ تو جب ہر منکر پر یہ عذاب نہیں ہوا تو اب کیا ضرور ہے کہ مکہ اور عرب کے منکروں پر بھی واقع ہو؟ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا قوموں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی ایسے واقعات و حالات پیش آچکے ہیں جس کا عام عنوان کے ساتھ اجمالاً بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مذکورہ بستیوں پر ہی فقط عذاب نازل نہیں ہوا بلکہ یہ عام ضابطہ قدرت ہے کہ جہاں کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا گیا تو اس نبی کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں تاکہ منکرین و مکذبین قدرت کا تازیانہ کھا کر اور تکلیف کا احساس کر کے اپنی شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہ الٰہی کی طرف جھکیں اور خدا کی طرف رجوع کریں اور اپنے عقائد و اعمال سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کریں۔ لیکن جب مبتلائے مصائب ہونے کے باوجود ان تنبیہات کا اثر قبول نہ کیا اور اپنی سرکشی نہ چھوڑی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی، عیش اور خوش حالی بھیجی جاتی ہے مصیبت کے بجائے راحت، تنگدستی کی بجائے فراخی، قحط کی بجائے ارزانی، بیماری کی بجائے تندرستی اور بدامنی کے بجائے امن عطاء کیا جاتا ہے تاکہ یا تو احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور پہلی مصیبت کو یاد کر کے موجودہ راحت کا شکریہ اداء کریں اور منعم حقیقی کے احسان و انعام کو مان کر اس کی طرف رجوع کریں۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے اور اپنے عیش و ثروت کے

نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل اور بدمست بن جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ راحت و تکلیف کچھ انبیاء کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر موقوف نہیں بلکہ یہ تو زمانہ کا دستور ہے۔ یونہی ہوتا چلا آیا ہے کبھی راحت' کبھی تکلیف' کبھی مرض' کبھی تندرستی' کبھی قحط' کبھی ارزانی۔ یہ واقعات تو پیش آتے رہے ہیں۔ ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں ورنہ باوجود انکار کے اب خوش حالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اصلاح حالت کا امکان نہیں رہتا تو پھر اچانک خدا کا عذاب آ دباتا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور بے خبری کی حالت میں ان کو غارت کر دیتا ہے۔ یہ ضابطہ قدرت ہے کچھ نوح' ہود' صالح' لوط اور شعیب علیہم السلام کی قوموں پر ہی منحصر نہیں۔ لہذا کفار مکہ کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

مصیبت و راحت کا فلسفہ

اب ان آیات میں جو فلسفہ مصیبت و راحت' خوشحالی و بدحالی کا بیان کیا گیا ہے اس پر ہمیں بھی غور کرنے کی ضرورت ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبتیں آتی ہیں تو اس سے سمجھانا یہ ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ سے التجاء کرو۔ اس کے آگے عجز و زاری کرو کہ وہ ان کو دفع کرے اس کے بعد راحت نصیب ہو تو اللہ کا شکر ادا ہو اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب دونوں حالتوں میں لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور اللہ اور رسول کے فرمان کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ مصائب سے ان کا دل خدا کے آگے جھکتا ہے نہ نعمتوں پر اللہ کی شکر گزاری ہوتی ہے۔ اور الٹا یہ کہا جانے لگے کہ یہ اچھے اور برے دن تو آتے ہی رہتے ہیں دنیا کا قاعدہ ہی ہے۔ اس کا اللہ اور رسول سے کیا تعلق تو یہ حالت ان آیات کے مطابق عذاب الٰہی کے ناگہاں نزول کا سبب بنتی ہے اور افراد و اقوام کی تباہی کا موجب ہوتی ہے اور اس طرح کہ اچھے اچھے مبصروں کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ تباہی کس طرح اور کیوں ہوئی؟ مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ تمام حوادث کو وہ آزمائش سمجھے اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مومن کا حال بھی عجیب ہے کہ اللہ کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہو اس میں اس کے لئے خیر ہی کا پہلو نکل آتا ہے اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس تکلیف کے اندر نفع ہی میں رہا اور اگر راحت ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم ہر مصیبت و راحت کو آپ ہی کی طرف سے جانیں اور ہر حال میں آپ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

یَااللّٰہُ اس وقت ہم پر جو غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ نہ سختیوں اور مصیبتوں سے متنبہ ہوتے ہیں اور نہ فراخی و خوشحالی میں آپ کی نعمتوں سے متاثر ہوتے ہیں یا اللہ یہ غفلت ہم سے دور فرما دے۔

یَااللّٰہُ ہم کو آپ جس حال میں بھی رکھیں اپنے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل رکھیں اور ہر حال میں ہم کو خیر حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ

وَلَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْقُرٰى	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَفَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَرَكٰتٍ	مِنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ	وَلٰكِنْ
اور اگر	یہ ہوتا کہ	بستیوں والے	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	تو البتہ ہم کھول دیتے	ان پر	برکتیں	سے	آسمان	اور	زمین	اور لیکن

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ

كَذَّبُوْا	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	اَفَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	وَهُمْ
انہوں نے جھٹلایا	تو ہم نے اُنہیں پکڑا	اسکے نتیجہ میں	جو وہ کرتے تھے	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آئے	ہمارا عذاب	راتوں رات	اور وہ

تو ہم نے انکے اعمال کی وجہ سے انکو پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے، جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں۔

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ

نَآئِمُوْنَ	اَوَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	ضُحًى	وَهُمْ	يَلْعَبُوْنَ	اَفَاَمِنُوْا	مَكْرَ	اللّٰهِ
سوئے ہوئے ہوں	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آجائے	ہمارا عذاب	دن چڑھے	اور وہ	کھیل کود رہے ہوں	کیا وہ بے خوف ہوگئے	تدبیر	اللہ

اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

فَلَا يَاْمَنُ	مَكْرَ اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْخٰسِرُوْنَ
بے خوف نہیں ہوتے	اللہ کی تدبیر	مگر	لوگ	خسارہ اٹھانے والے

اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے سو خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز انکے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

ترقی وتنزلی کا فلسفہ

ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کوئی ضد نہیں۔ جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اگر وہ انبیاء کو سچا جانتے۔ الوہیت وربوبیت میں کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دیتے۔ پیغمبروں کی تصدیق واطاعت سے حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر وتکذیب سے بچ کر ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمانی وزمینی برکات سے مالا مال کر دیتے اور ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

راحت وسکون میسر آتا' وقت پر پانی برستا' زمین کی پیداوار بکثرت اور عمدہ ہوتی۔ نہ بیماری پھیلتی' نہ طوفان آتا مگر جب انہوں نے پیام حق کو نہ مانا' اور انبیاء کو جھوٹا جانا تو نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے اور ان کی بداعمالیاں اس کی موجب ہوئیں۔ آگے بطور تنبیہ کے فرمایا جاتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی تکذیب کرنے والی بستیوں کی تباہی اور عذاب الٰہی کے بعد بھی ان موجودہ بستیوں کے رہنے والے جس سے مفسرین نے اہل مکہ اور اطراف مکہ میں رہنے والوں کو مراد لیا ہے۔ کیا ان کافروں کو ڈر نہیں لگتا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کہ رات کو سوتے میں یا دن کو کھیل کود میں غافل ہونے کے اوقات میں ان پر اللہ کا ناگہانی عذاب آجائے۔ لہٰذا خدا کی پکڑ سے کسی کو نڈر اور غافل نہ ہونا چاہئے جس نے بے باکی اختیار کی وہی خسارہ میں پڑا اور اللہ کی نامعلوم پکڑ سے صرف وہی لوگ بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت ہی آ گئی ہو۔ یعنی مومن کی شان یہ ہرگز نہیں کہ وہ خدا کی

ناگہانی گرفت سے بے فکر ہو۔ مومن تو کسی حال میں خدا کو نہیں بھولتا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دنیاوی نعمتوں میں اطاعت الٰہی کو اور دنیاوی مصائب میں معصیت و نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ نعمتیں اور مصیبتیں ظاہری ہوں یا باطنی۔

عذاب الٰہی اتمام حجت کے بغیر کبھی نہیں آتا

دوسری بات یہ کہ جن بستیوں میں جب بھی عذاب الٰہی آیا تو ایک دم بلا اتمام حجت کے نہیں آیا۔ بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق پہلے جرائم پر مہلت دی گئی تنبیہات بھی کی گئیں پھر بھی نہ سمجھے تب عذاب نے آ کر پکڑا ہے۔ سرکش قوموں کی ہلاکت کے جو احوال بیان کئے گئے ہیں ان کی نوعیت سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرتی حوادث تھے مثلاً زلزلہ' طوفان' سیلاب' آتش فشانی' ان کا ظہور اگرچہ قدرت کی عادی و جاری صورتوں ہی میں ہوا تھا لیکن انکار و سرکشی کے نتائج سامنے لانے کے لئے ہوا تھا اور وہ بھی پیغمبروں کی خبر دینے کے بعد۔ پس ہر مصیبت کے لئے عذاب کا ہونا ضروری نہیں مگر جس عذاب کی خبر پیغمبر نے دے دی ہو تو وہ عذاب تو آ کر رہے گا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کفار و منکرین پر بھی عارضی عیش کی فراخی کا ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ایک وہ خوش حالی ہوتی ہے جو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ فرمائی گئی۔ جس میں برکت کا ہونا بتلایا گیا اور کفار کو جو خوش حالی ہلاکت سے پہلے ایک حکمت کے تحت دی جاتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی کیونکہ آخر میں وہ وبال جان ہو جاتی ہے برخلاف ایمان و طاعت کے ساتھ نعمتوں میں کہ وہ کبھی بھی وبال جان نہیں ہوتیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں بلکہ ان میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ کفار کی دنیوی فراخی اور خوش حالی کو دیکھ کر بعض یورپ زدہ بے دین کہنے لگتے ہیں کہ خوش حالی کے لئے ایمان اور تقویٰ کی کیا تخصیص رہی؟ وہ کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ قطعی سمجھتے ہوئے قدرت الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے انبیاء کے نافرمانوں پر عذاب کا نازل ہونا یقینی امر ہے۔ نزول عذاب عموماً معمولی عادی اسباب کے تحت ہوتا ہے جیسے زلزلہ' یا سیلاب یا آندھی طوفان' یا بجلی کی کڑک یا زمین کا دھنس جانا یا زمین پھٹ کر لوگوں کا اس میں غرق ہو جانا یا پہاڑوں سے آتشی مادہ کا رواں ہو کر بہنا اور اس سے شہروں کا غارت ہونا یا قحط شدید ہونا یا کالرا' پلیگ و دیگر وبائی امراض کا پھیل کر بستیوں کو تباہ کر دینا یا کسی سفاک قوم کا مسلط ہو کر کسی شہر کو بمباری سے ہلاک کر دینا۔ کیا اخبار پڑھنے والے نہیں جانتے کہ جاپان میں زلزلہ اور ایٹم بم سے کتنی تباہ کاریاں ہوئی ہیں۔ یورپ کی جنگوں میں ایک دوسرے پر کس طرح بم برسائے گئے ہیں۔ یہ سب عذاب الٰہی کی مختلف شکلیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ جن کی آنکھوں اور بصیرت پر پردے پڑے ہوئے ہیں وہ صرف ترقی کو تو دیکھتے' ہیں پھیلے ہوئے وبال اور عمومی تباہی کو نہیں دیکھتے وہ غور نہیں کرتے کہ بڑی بڑی تہذیب کی دعویدار سلطنتوں میں انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے کی وجہ سے کس قدر بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

بے خوفی مومن کی شان نہیں ہے

چوتھی بات جو ان آیات سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ عذاب الٰہی سے بے خوف اور مطمئن ہو جانا کفر ہے کیونکہ قرآنی محاورہ میں اکثر خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے تو یہاں جو یہ فرمایا **فلا یامن مکرالله الا القوم الخٰسرون** اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف نہیں ہوتے۔ مگر خاسرین اسی طرح سورۂ یوسف کی آیت **لایایئس من روح الله الا القوم الکٰفرون** سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے **الایمان بین الخوف والرجاء** یعنی ایمان نام ہے امید اور خوف کی درمیانی حالت کا تو معلوم ہوا کہ نہ محض ایسے خوف کو ایمان کہا جائے گا جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے اطمینان و رجا کو ایمان کہا جا سکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الٰہی سے بالکل ہی بے خوف و خطر ہو جائے۔

دعا کیجئے: یَااللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ہماری بداعمالیوں اور بداحوالیوں پر گرفت نہ فرما۔ یَااللہ غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچایئے۔ یَااللہ اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو دین سے لاپروائی کی فضاء پھیلی ہوئی ہے اس مہلک مرض سے اس ملک اور قوم کو نجات عطاء فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

اَوَلَمْ	يَهْدِ	لِلَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ	الْاَرْضَ	مِنْۢ بَعْدِ	اَهْلِهَا	اَنْ	لَّوْ نَشَآءُ	اَصَبْنٰهُمْ	بِذُنُوْبِهِمْ
کیا نہ	ہدایت ملی	وہ لوگ جو	وارث ہوئے	زمین	بعد	وہاں کے رہنے والے	کہ	اگر ہم چاہتے	تو ہم اُن پر مصیبت ڈالتے	انکے گناہوں کے سبب

اور اُن زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ اب زمین پر بجائے انکے رہتے ہیں کیا اِن واقعات مذکورہ نے انکو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو انکو انکے جرائم کے

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ

وَنَطْبَعُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَهُمْ	لَا يَسْمَعُوْنَ	تِلْكَ	الْقُرٰى	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	اَنْۢبَآئِهَا
اور ہم مُہر لگاتے ہیں	پر	انکے دل	سو وہ	نہیں سنتے ہیں	یہ	بستیاں	ہم بیان کرتے ہیں	تم پر	سے	انکی کچھ خبریں

سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم انکے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔ ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

وَلَقَدْ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَمَا	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا	بِمَا	كَذَّبُوْا	مِنْ + قَبْلُ	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ
اور البتہ	آئے انکے پاس	اُنکے رسول	نشانیاں لے کر	سو	وہ ایمان لاتے	کیونکہ	انہوں نے جھٹلایا	اس سے پہلے	اسی طرح	مُہر لگاتا ہے

انکے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے پھر جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اسکو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾

اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِ	الْكٰفِرِيْنَ	وَ	مَا وَجَدْنَا	لِاَكْثَرِهِمْ	مِنْ + عَهْدٍ	وَاِنْ	وَجَدْنَا	اَكْثَرَهُمْ	لَفٰسِقِيْنَ
اللہ	پر	دل (جمع)	کافر (جمع)	اور	ہم نے نہ پایا	انکے اکثر میں	عہد کا پاس	اور در حقیقت	ہم نے پائے	ان میں اکثر	نافرمان۔ بدکردار

کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

ماضی کے حالات سے عبرت حاصل کرو

اب ان آیات میں تمام واقعات مذکورہ کا اصل مقصد و نتیجہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ پچھلے نافرمانوں کی تباہی کیا موجودہ لوگوں کو اتنی بات نہیں سجھاتی کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرح ان کو بھی ان کی بداعمالیوں اور گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کر سکتا ہے جس قدرت والے مالک نے گذشتہ قوموں کو ان کی غلطیوں پر پکڑا تھا اور ان کے کفر و معاصی کی سزا میں بنیاد سے ان کو اکھاڑ پھینکا گیا تھا۔ وہ خلاق عالم اور احکم الحاکمین کہیں غائب تو نہیں ہو گیا ہے۔ نہ اس سے کسی نے وہ قوت چھین لی ہے۔ نہ اس نے کسی اور کو جزاء سزا کا اختیار سونپ دیا ہے کہ موجودہ لوگ وہی غلطیاں کریں جو پہلے کر چکے تھے تو ان کو سزا نہ ملے گی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں یہ معنی خیز اشارہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں گذشتہ اور موجودہ سب برابر ہیں۔ نہ ان سے ذاتی عداوت تھی نہ ان سے ذاتی خصوصیت ہے۔ انہوں نے جیسا کیا ویسا بھرا۔ یہ جیسا کریں گے ویسا پائیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ گذشتہ اقوام کا جو فعل ناپسند تھا وہ اب موجودہ لوگوں کا پسند ہو جائے۔ اگر یہ اتنا نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی سنگ دلی کے سبب اللہ نے مہر کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سنی ان سنی برابر کر دیتے ہیں گو بظاہر سنتے ہیں لیکن سننے کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں یعنی جب وہ گذشتہ تاریخ اور عبرتناک آثار و حالات کے مشاہدہ سے سبق نہیں لیتے اور اپنے آپ کو بھول اور غفلت میں ڈالے رہتے ہیں تو پھر خدا کی طرف سے بھی انہیں سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی حق بات قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

جب کفار مکہ اور منکرین عرب کا کفر و انکار بڑھتا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کہ کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں سارے مضمون مذکور کا خلاصہ حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے ہمارے رسولؐ ہم نے پچھلے لوگوں کی بستیوں کے کچھ حالات آپ کو سنا دیئے ہیں کہ ان کے پاس ان کے رسول اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر ان کی بات لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ رسولوں نے لاکھ سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اسے نہ مانا۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی نے ان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تب عادتاً اصلاح حال اور قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے اور وہ ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ہلاک ہونے والی اقوام کی دو مشترکہ خصلتیں

آگے بتلایا گیا کہ جن نافرمان قوموں کا اب تک ذکر ہوا ان میں دو باتیں مشترک تھیں اور انہی کی شامت سے وہ نبیوں کی ہدایت سے محروم رہے ایک تو یہ کہ ان میں سے اکثر بدعہد تھے اور اکثر ایسے تھے کہ گناہ اور نافرمانی کرنے میں بے باک تھے۔ یہاں جس بدعہدی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے بعض مفسرین نے اس سے "عھد الست" مراد لیا ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے اسی سورۃ میں ۲۲ویں رکوع میں ان شاءاللہ آئے گا یعنی وہ عہد جو ہر انسان کی روح اپنے رب سے دنیا میں پیدائش سے پہلے کر چکی ہے کہ دنیا میں وہ اس کے فرمان پر چلے گی یا بعض مفسرین نے اس آیت میں وہ عہد مراد لیا ہے جو نافرمان لوگ سزا ملنے پر اپنے نبی سے کرتے تھے کہ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے تو آئندہ ہم اس کی نافرمانی کبھی نہ کریں گے اور جب عذاب ہٹ جاتا تو اپنا قول و عہد بھول کر یا جان بوجھ کر توڑ دیتے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اکثر گذشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس نہ ہوا اور ان میں اکثر فاسق اور نافرمان ہی رہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمیں حق پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور حق کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

یَا اللہ ہم کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے احکامات کا پابند بنا کر زندہ رکھئے کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی اصلاح و فلاح ہے۔ نافرمان قوموں کی عادتوں اور خصلتوں سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمایئے۔ اور ہمارے دلوں کو اپنی ہی طرف مائل رکھئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَمَلَا۟ئِهٖ	فَظَلَمُوْا	بِهَا	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ
پھر	ہم نے بھیجا	انکے بعد	موسیٰ	اپنی نشانیوں کیساتھ	طرف	فرعون	اور اسکے سردار	توانہوں نے ظلم کیا	اُنکا	سوتم دیکھو	کیا	ہوا

پھر انکے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اسکے امراء کے پاس بھیجا سواُن لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى

عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِيْنَ	وَقَالَ	مُوْسٰى	يٰفِرْعَوْنُ	اِنِّىْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	حَقِيْقٌ	عَلٰٓى
انجام	فساد کرنیوالے	اور کہا	موسیٰ	اے فرعون	بیشک میں	رسول	سے	رب	تمام جہان	شایان	پر

اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ میرے لئے یہی شایاں ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں

اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ۭ

اَنْ	لَّآ اَقُوْلَ	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا الْحَقَّ	قَدْ جِئْتُكُمْ + بِبَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَرْسِلْ	مَعِيَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
کہ	میں نہ کہوں	پر	اللہ	مگر حق	تحقیق تمہارے پاس لایا ہوں + نشانیاں	سے	تمہارا رب	پس بھیج دے	میرے ساتھ	بنی اسرائیل

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے مقاصد

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وارشاد کے تفصیلی واقعات سب سے زیادہ ملتے ہیں یا تو اس لئے کہ نبوت و حکومت، سیاسی و ملکی مکمل انقلاب کے لحاظ سے بیشتر حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اور یا عرب ممالک میں یہود کی کثرت اس تفصیل کا باعث بنی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا حکم ہوا اور معجزات دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے بجائے آپ کو ماننے کے آپ کی تکذیب کی۔ آپ کے معجزات کو جادو کہا اور بے ادبی اور گستاخی کی، جس کا نتیجہ وہی ہوا جو مفسدوں کا ہوتا ہے یعنی تباہی و بربادی اور دنیا و آخرت کی انجام کار ناکامی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی گئی کہ کفار مکہ و دیگر اطراف کے لوگوں کے انکار اور ضد سے آپ شکستہ دل نہ ہوں۔ نتیجہ کے منتظر رہیں۔ کامیابی اور کامرانی بالآخر اہل ایمان ہی کو ہوگی اس کے علاوہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں غلامی و آزادی کی باہم معرکہ آرائی اور حق و باطل کے مقابلہ کی وہ داستان ہے کہ جس کے اندر موعظت و نصیحت کا بڑا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن کریم نے حسب ضرورت اور حسب موقع و محل جگہ جگہ اس قصہ کے اجزاء کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

ملک مصر میں بنی اسرائیل کی آبادی

بنی اسرائیل ملک مصر کے قدیم باشندہ نہ تھے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد و نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع تمام خاندان اور اہل و عیال کے کنعان سے ملک مصر میں آرہے تو یہاں آپ کی نسل میں بہت برکت ہوئی اور تھوڑے ہی زمانہ میں اسرائیلیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

23

فرعون کی بنی اسرائیلیوں سے عداوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے مغرور اور سفاک بادشاہ مصر فرعون کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ پردیسی اسرائیلی ہمارے ملک پر قابض نہ ہو جائیں اس لئے ان کو تباہ و ذلیل کرنے کی اس نے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا شروع کی۔ فرعون کسی مخصوص بادشاہ کا نام نہیں تھا بلکہ شاہان مصر کا لقب تھا۔ ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ تو فرعون اور اس کے قدیم ملکی جن کو قبطی کہا جاتا تھا اسرائیلیوں سے سخت محنت، مزدوری اور خدمت گزاری کے کام لیتے اور ان کو ذرا ذرا سے قصور پر سخت سزائیں دی جاتیں۔

بنی اسرائیلیوں کے بچوں کے قتل کا فیصلہ

مورخین کہتے ہیں کہ فرعون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لئے عداوت ہو گئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ ہو گا اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر دربار کے کاہنوں نے وہی دی جس کا ابھی ذکر ہوا۔ اس پر لکھا ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کر دی تھیں کہ قلمرو مصر میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔ اس سے مقصود بنی اسرائیل کی تذلیل بھی تھی کہ جب لڑکیاں بکثرت ہوں گی اور اسرائیلی لڑکا کوئی موجود نہ ہو گا تو لامحالہ وہ لڑکیاں قبطیوں یعنی مصریوں کے قبضہ میں آئیں گی جن سے خدمت گزاری وغیرہ کے کام لئے جاسکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

بالآخر عمران کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا اسلئے ان کی والدہ اور اہل خاندان ان کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھیں۔ جوں توں کر کے کچھ دنوں ان کی پیدائش کی بالکل کسی کو خبر نہ ہونے دی لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دن تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کی ہمت نہ ہو سکی اس لئے ان کی والدہ سخت پریشان تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے حوالے

اس نازک اور سخت وقت میں خدائے قدوس نے مدد فرمائی اور حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک تابوت کی طرح کا صندوق بناؤ جس پر رال اور روغن کی پالش کر دو تا کہ پانی اندر اثر نہ کر سکے اور اس میں اس بچہ کو محفوظ رکھ دو اور پھر اس صندوق کو دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ خدا اس کی حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا فرماتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنا دی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں

حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے جا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارے آلگا اور فرعون کے گھرانہ میں سے ایک عورت نے اپنے خادموں کے ذریعہ اس کو اٹھوا لیا اور شاہی محل میں لے گئی حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر خوش ہوئیں اور حالات کی مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔ بہر حال فرعون کے گھر والوں نے جب محل میں صندوق کھولا تو دیکھا کہ ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ فرعون کی بیوی نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئی اور انتہائی

محبت سے اس کو پیار کیا۔محل میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو اسرائیلی معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا بچہ ہے اس کا قتل کر دینا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے بادشاہ کے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔اس بات کو سن کر فرعون کو بھی خیال پیدا ہوا۔فرعون کی بیوی نے اپنے شوہر کے تیور دیکھے تو کہنے لگی کہ ایسے پیارے بچہ کو قتل نہ کرو۔کیا عجب کہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور ہمارے لئے اس کا وجود نفع بخش ثابت ہو یعنی اگر یہ اسرائیلی بچہ بھی ثابت ہو تو ہماری محبت اور آغوش تربیت شاید اس کو مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت کردے۔غرض فرعون سے اجازت لے کر حضرت موسیٰ کو فرزندی میں لے لیا۔

دوبارہ اپنی والدہ کی گود میں

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لئے دودھ پلائی مقرر کی جائے۔مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کردی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہیں لگاتا۔شاہی دایہ تھک کر بیٹھ گئیں مگر موسیٰ نے کسی ایک کا بھی دودھ نہ پیا۔یہ سارا حال موسیٰ کی ہمشیرہ "مریم" دیکھ رہی تھیں۔کہنے لگیں اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی دایہ کا پتہ بتاؤں جو نہایت نیک اور اس خدمت کے لئے بہت موزوں ہے بلکہ حکم ہو تو میں خود اس کو ساتھ لے کر آؤں۔فرعون کی بیوی نے دایہ کو لانے کا حکم دے دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ خوش خوش گھر کو روانہ ہوئیں کہ والدہ کو لے آئیں۔ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا برا حال تھا ایک الہامی خیال سے بچہ کو سپرد دریا تو کر دیا تھا مگر ماں کی مامتا نے زور کیا اور بے چین ہو کر اس پر آمادہ ہوگئیں کہ اپنے اس راز کو افشاء کردیں اسی اضطراب اور بے چینی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان کے قلب میں اطمینان اور سکون نازل کیا۔قدرت خداوندی اور لطیفۂ غیبی کی منتظر تھیں کہ بیٹی نے آکر پوری داستان کہہ سنائی اور کہا کہ فرعون کی بیوی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فوراً آپ کو لے کر آؤں۔یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان اور کرم و فضل ہوا۔اب تم چل کر بچہ کو سینہ سے لگاؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ یہ حال بیسویں پارہ سورۂ قصص میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونا اور مظالم کی روک تھام

غرض حضرت موسیٰ ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے جوان ہوگئے تو نہایت مضبوط قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔چہرہ سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی۔فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے اور ان کو وہی اقتدار ناز و نعمت حاصل تھا جو شہزادوں کو ہوتے ہیں۔بنی اسرائیل پر جو ظلم ہوتے تھے ان کا بہت سا حصہ حضرت موسیٰ کی سفارش پر موقوف ہوگیا تھا۔مگر قبطیوں کو اب بھی موسیٰ علیہ السلام کے نسب میں کوئی شبہ نہ ہوا اور حضرت موسیٰ جو بنی اسرائیل کی رعایت کرتے تھے اس کی وجہ قبطی یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ موسیٰ نے اسرائیلی کا دودھ پیا ہے یہ دودھ کا اثر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے قبطیوں کا تنگ آنا

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی کو کوئی شبہ نہ تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل مصر میں ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر ان کا خون کھولنے لگتا اور اسرائیلیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش ہو جاتے۔موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے ظالم قبطی اب تنگ آگئے اور موسیٰ علیہ السلام کو مشتبہ نظر سے نہیں بلکہ کینہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

قبطی کا قتل

ایک مرتبہ شہری آبادی سے ایک کنارہ پر جا رہے تھے تو دیکھا کہ ایک قبطی یعنی مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریاد کرنے اور مدد چاہنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جابرانہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر مصری نہ مانا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آ کر ایک مکا رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ نے یہ دیکھا تو بہت افسوس کیا کیونکہ ان کا ارادہ ہرگز اس کو مار ڈالنے کا نہ تھا اور ندامت شرمندگی کے ساتھ دل میں کہنے لگے کہ یہ کار شیطان ہے۔ وہی انسان کو ایسی غلط راہ پر لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا اور میں مغفرت کا خواستگار ہوں۔ شہر میں مصری کے قتل کی خبر شائع ہو گئی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے آپ دادرسی فرمائیے۔ فرعون نے کہا کہ اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ تم قاتل کا پتہ لگاؤ میں ضرور سزا دوں گا۔

قتل کا افشاء

اتفاق کی بات کہ دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ شہر کے آخری کنارہ پر سیر فرما رہے تھے دیکھا کہ وہی اسرائیلی پھر ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے اور قبطی غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا۔ دوسری جانب اسرائیلی کا شور و غوغا اور گذشتہ واقعہ کی یاد۔ اسی جھنجھلاہٹ میں ایک طرف انہوں نے مصری کو باز رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی بلاشک کھلا ہوا گمراہ ہے کہ جھگڑا مول لے کر داد فریاد کرتا رہتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق ناگوار اور تلخ الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں اس لئے شرارت آمیز انداز سے کہا کہ جس طرح کل تم نے ایک قبطی کو ہلاک کر دیا اسی طرح آج مجھ کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہو۔ مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت مصریوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔ انہوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک شریف مصری بھی تھا جو دل سے حضرت موسیٰ سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی مذہب کو حق جانتا تھا۔ یہ فرعون ہی کے خاندان کا فرد تھا اور دربار کا حاضر باش۔ اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ کسی ایسے مقام میں چلے جائیے جہاں ان کی دسترس نہ ہو سکے۔

مدین کی طرف ہجرت

حضرت موسیٰ نے اس کے مشورہ کو قبول کیا اور ارض مدین کی طرف خاموشی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اور غالباً یہ انتخاب اس لئے کیا کہ یہ قبیلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نزدیک کی قرابت رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے اس لئے ان کے ہمراہ نہ کوئی رفیق اور رہنما تھا نہ زاد راہ۔ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پا تھے۔ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑا دی تھی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰ ارض مدین میں داخل ہوئے۔

مدین میں شادی‘ دس سالہ قیام کے بعد واپسی اور نبوت سے سرفرازی

اب یہاں کے واقعات وحالات بھی طویل ہیں جو سورۂ قصص وطٰہٰ وغیرہ میں ان شاءاللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ مختصر یہ کہ قبیلہ مدین کے بزرگ میزبان نے آپ کو مہمان رکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال تک ان کی بکریاں چرانے کے لئے وہیں مقیم رہے اور اس مدت کے پورا کر دینے کی شرط پر ان کا نکاح ایک صاحبزادی سے ہوگیا۔ جب دس سال کی مدت پورا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنی اہلیہ محترمہ کے مدین سے مصر کو چلے تو وادی ایمن میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور مصر جانے اور فرعون کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اللہ کے رسول بن کر آپ مصر آئے اور فرعون کے دربار تک رسائی ہوئی۔ اس کے آگے کا قصہ ان آیات زیر تفسیر سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

”پھر ان مذکورہ پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل یعنی معجزات دیکر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا ان کی ہدایت وتبلیغ کے لئے۔ سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا برا انجام ہوا جیسا اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس بحکم الٰہی جا کر فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیغمبر مقرر ہوا ہوں اور جو مجھ کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل یعنی معجزہ بھی لایا ہوں سو جب میں رسول ہوں تو جو کہوں اس کی اطاعت کرو چنانچہ منجملہ امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنی بیگار سے خلاصی دے کر میرے ساتھ ملک شام کو جو ان کا اصل وطن ہے بھیج دے“۔

اب فرعون نے اس کا کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اپنے رسول پاک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حق ادا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور ہمیں آپؐ کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور نافرمانی کا جو انجام گذشتہ اقوام نے دیکھا ہمیں اس سے محفوظ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ

قَالَ	اِنْ	كُنْتَ	جِئْتَ	بِاٰيَةٍ	فَاْتِ بِهَا	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ	فَاَلْقٰى	عَصَاهُ
بولا	اگر	تو	لایا ہے	کوئی نشانی	تو وہ لے آ	اگر	تو ہے	سے	سچے	پس اس نے ڈالا	اپنا عصا

فرعون نے کہا کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اسکو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ بس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو دفعۃً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا۔

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

فَاِذَا هِيَ	ثُعْبَانٌ	مُّبِيْنٌ	وَّنَزَعَ	يَدَهٗ	فَاِذَا هِيَ	بَيْضَآءُ	لِلنّٰظِرِيْنَ
پس وہ اچانک	اژدھا	صریح (صاف)	اور نکالا	اپنا ہاتھ	پس ناگہاں وہ	نورانی	ناظرین کیلئے

اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکایک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

فرعون کی طرف سے معجزہ کا مطالبہ

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو اللہ کا پیغمبر اور رسول ہونا ظاہر کیا تو یہ فرعون کے خدائی دعوے پر ایک ضرب تھی اور اس کا نتیجہ جو نکلنا تھا وہ نکلا۔ یعنی فرعون نے دعویٰ خدائی سے ہٹنا گوارا نہ کیا اور دونوں باتوں کا انکار کر دیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کا اقرار کیا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی۔ نہ موسیٰ علیہ السلام کے اس مطالبہ کی پروا کی کہ بنی اسرائیل کو چھٹکارہ دیکر ان کے ساتھ کر دے کہ وہ ان کو ان کے اصلی وطن اور پیغمبروں کی سرزمین ملک شام لے جائیں۔

یہاں ان آیات میں تو ذکر نہیں فرمایا مگر سورہ شعراء انیسویں پارہ میں بتلایا گیا کہ فرعون نے جب یہ سنا تو کہنے لگا کہ موسیٰ آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے وہ دن بھول گیا جب کہ تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور پھر یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بناء پر مجھ سے نادانستہ ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور میں اسی خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھرانے میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ اے فرعون کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدل یہ ٹھہرے کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنائے رکھے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دعویٰ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلا ہوا معجزہ اور نشانی بھی لے کر آیا ہوں۔ اس پر جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تمہارے پاس سچ مچ کوئی نشانی ہے تو دکھاؤ تاکہ تمہارا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ طریقہ بتا دیا تھا۔ انہوں نے بے تامل اپنے ہاتھ کا عصا (یعنی لاٹھی) زمین پر ڈال دیا۔ عصا زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زبردست سانپ بن گیا جسے اژدہا کہتے ہیں اور لگا پھنکارے مارنے۔ اب جو یہ کیفیت فرعونیوں نے دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا تو پھر

بدستور لاٹھی ہوگئی۔ دوسرا معجزہ آپ نے یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں داخل کیا اور باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا یہاں تک کہ فرعون اور حاضرین کی نگاہیں چکا چوند ہوگئیں۔ جب حاضرین نے درخواست کی تو آپ نے مٹھی بند کرلی اور روشنی موقوف ہوگئی۔

یہاں اس آیت میں لفظ ثعبان آیا ہے جس کے معنیٰ اژدھے کے ہیں ایک اور آیت میں اس کو جان کہا گیا ہے اور جان چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں جو اژدھے سے مختلف ہوتا ہے پھر دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اس کی کئی توجیہات علماء نے لکھی ہیں ایک توجیہ تو یہ ہے کہ وہ جسامت میں تو یقیناً اژدھا تھا مگر اژدھا زمین پر پڑا رہتا ہے حرکت نہیں کرتا۔ عصائے موسیٰ ایسا اژدھا نہ تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔ بلکہ پھرتی اور تیزی میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ۸۰ ہاتھ تو اس کے منہ کا پھیلاؤ ہو جاتا تھا۔ نیچے کا جبڑا اگر زمین پر ہوتا تو اوپر والا جبڑا محل فرعون کے اوپر جا لگتا۔

دوسری توجیہ یہ لکھی ہے کہ ڈالنے پر ابتداءً وہ سانپ ہوتا پھر بڑھتے بڑھتے اژدہا بن جاتا۔

اور تیسری توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ جیسا موقع ہوتا یا جیسے حضرت موسیٰؑ چاہتے ویسے ہی وہ بن جاتا تھا۔ کبھی سانپ بن گیا تو سانپ ہی رہا اور اژدھا بن گیا تو وہی رہتا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو تمام انبیاء پر ایمان کے ساتھ اشرف الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک ؐ کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حق کو اختیار کرنے اور باطل سے گریز کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یَااللّٰہ ہم کو اپنے رسول پاک ؐ کی فرمانبرداری نصیب فرما اور ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ اور حضور ﷺ کی تعلیمات و ارشادات کی مخالفت سے مکمل بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۱۰۹ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ	عَلِيْمٌ	يُّرِيْدُ	اَنْ	يُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ
بولے	سردار	سے	قوم	فرعون	بیشک	یہ	جادوگر	علم والا (ماہر)	چاہتا ہے	کہ	تمہیں نکال دے	سے

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمکو تمہاری سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۱۱۰ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۱۱۱

اَرْضِكُمْ	فَمَاذَا	تَاْمُرُوْنَ	قَالُوْا	اَرْجِهْ	وَاَخَاهُ	وَاَرْسِلْ	فِى الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ
تمہاری سرزمین	تو اب کیا	کہتے ہو	وہ بولے	روک لے	اور اسکا بھائی	اور بھیج	شہروں میں	اکٹھا کرنیوالے (نقیب)

انہوں نے کہا کہ آپ انکو اور انکے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپراسیوں کو بھیج دیجئے۔ کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۱۱۲ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۱۱۳

يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ	سٰحِرٍ	عَلِيْمٍ	وَجَآءَ	السَّحَرَةُ	فِرْعَوْنَ	قَالُوْا	اِنَّ	لَنَا	لَاَجْرًا	اِنْ	كُنَّا	نَحْنُ	الْغٰلِبِيْنَ
تیرے پاس لے آئیں	ہر	جادوگر	علم والا (ماہر)	اور آئے	جادوگر (جمع)	فرعون	وہ بولے	یقیناً	ہمارے لئے	کوئی اجر (انعام)	اگر	ہوئے	ہم	غالب (جمع)

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمکو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۱۱۴	قَالَ	نَعَمْ	وَاِنَّكُمْ	لَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ	
فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے۔	اس نے کہا	ہاں	اور تم بیشک	البتہ۔سے	مقربین	

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعونیوں کا پروپیگنڈہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے بھرے دربار میں فرعون اور اس کی قوم کو دکھلائے ایک لاٹھی کا معجزہ کہ جس کو زمین پر ڈالا تو وہ ایک زبردست اژدھا بن گئی اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اپنی بغل میں ہاتھ داخل کیا اور نکالا تو ہتھیلی نہایت چمکدار اور روشن تھی۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنے بادشاہ کی بظاہر شکست اور خوف و ہراس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہاری سرزمین مصر سے تم کو باہر نکالنا چاہتا ہے۔ یعنی ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجیب وغریب ساحرانہ کرشمہ دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کرلیں اور انجام کار ملک میں اثر اور اقتدار پیدا کرکے اور بنی اسرائیل کی حمایت اور آزادی کا نام لے کر مصریوں کو جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں ان کے ملک ووطن سے بے دخل کردے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے جادوگروں کو دعوت

ان حالات کے پیش نظر فرعون اور فرعونیوں کے مشورے سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون (علیہما السلام) کو مہلت دو اور اس دوران میں تمام قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ بلاشبہ یہ شکست کھا جائیں گے اور ان کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔ تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خوب سمجھ گئے تم اس حیلہ سے ہم کو سرزمین مصر سے بے دخل کرنا چاہتے ہو لہٰذا تمہارا علاج اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلا کر تم کو شکست دلائی جائے۔ اب تمہارے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہونا چاہئے۔ اور نہ ہم اس سے ٹلیں گے اور نہ تم وعدہ خلافی کرنا۔

مقابلہ کے وقت کی تعیین اور اس کی تیاریاں

سولہویں پارہ سورۂ طٰہٰ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر وقت "یوم الزینہ" ہے۔ مصریوں میں یہ تمام خوشیوں میں سب سے بڑی خوشی وجشن کا دن تھا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان "یوم الزینہ" (جشن کا دن) طے پا گیا اور فرعون نے اسی وقت اپنے تمام عمال اور ارکان کے نام احکام جاری کر دیئے کہ تمام قلمرو میں جو مشہور اور ماہر جادوگر ہیں ان کو جلد از جلد دار الحکومت میں جمع کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے جس قدر نشانات ومعجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھا چکے تھے انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے لہذا اب جبکہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچار ان کو صداقت کے سامنے جھکنا پڑے گا اور اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا پس اگر ان کے قومی جشن کے روز خواص وعوام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو پھر کسی کو بھی لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور برسر عام حق کے مظاہرے کا بہترین موقع ثابت ہوگا۔

میدان مقابلہ میں عوام وخواص کا اجتماع

بہرحال وہ یوم جشن آ پہنچا اور میدان جشن میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہوا اور تمام درباری حسب مراتب بیٹھے اور لاکھوں انسان حق وباطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو جمع ہوئے۔ ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز وسامان سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول اور حق کے پیغامبر سچائی اور راستی کے پیکر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ فرعون بہت مسرور ہے اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں کو جلد ہی شکست دے دیں گے۔ ساحروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم نے موسیٰ کو شکست دے دی تو نہ صرف انعام واکرام سے مالا مال کئے جاؤ گے بلکہ میرے دربار میں خاص جگہ پاؤ گے۔ ساحر بھی اپنی کامیابی کے یقین پر فرعون سے اپنے اکرام واعزاز کا وعدہ لے رہے ہیں اور اس کے تصور سے بہت شاداں اور مسرور ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام

جب مدین سے دس سال کے بعد چلنے پر طویٰ کی مقدس وادی میں منصب نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور کلام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت تبلیغ حق میں کامیابی اور کامرانی کا مژدہ پا کر "وادیٔ مقدس" سے اترے جہاں ایک چمکتا ہوا شعلہ دیکھ کر آگ لینے گئے تھے اور اپنی بیوی صاحبہ کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کی منتظر اور چشم براہ تھیں تو ان کو ساتھ لیا اور یہیں سے تعمیل حکم الٰہی کے لئے مصر روانہ ہوگئے اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ سورۂ طٰہٰ میں آئے گا منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہوگئی تھی خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل میں مہمان نواز گھر تھا۔ حضرت موسیٰ کی خوب خاطر مدارات کی گئی اسی دوران میں ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہارون علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے کہ ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا وہ بھائی سے آ کر لپٹ گئے اور پھر ان کو اور ان کی بیوی صاحبہ کو گھر میں لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور والدہ کی آنکھوں نے ٹھنڈک حاصل کی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بناء پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم اور مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے والدہ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اس طرح دونوں بھائی خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور صداقت وحق کے پیغام کو پیش کیا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ دنیا میں ہمیں اہل حق میں شامل رکھئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیے۔
آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوا يٰمُوسٰى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿١١٥﴾ قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّا أَلْقَوْا

قَالُوا	يٰمُوسٰى	إِمَّا	أَنْ	تُلْقِيَ	وَإِمَّا	أَنْ	نَّكُونَ	نَحْنُ	الْمُلْقِينَ	قَالَ	أَلْقُوا	فَلَمَّا	أَلْقَوْا
وہ بولے	اے موسیٰ	یا	یہ کہ	تو ڈال	اور یا (ورنہ)	یہ کہ	ہوں	ہم	ڈالنے والے	کہا	تم ڈالو	پس جب	انہوں نے ڈالا

اُن ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالئے اور یا ہم ہی ڈالیں۔ موسیٰ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا

سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴿١١٦﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ

سَحَرُوا	أَعْيُنَ	النَّاسِ	وَاسْتَرْهَبُوهُمْ	وَجَاءُو + بِسِحْرٍ	عَظِيمٍ	وَأَوْحَيْنَا	إِلَىٰ	مُوسَىٰ	أَنْ
سحر کردیا	آنکھیں	لوگ	اور انہیں ڈرایا	اور وہ لائے + جادو	بڑا	اور ہم نے وحی بھیجی	طرف	موسیٰ	کہ

تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔ اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا

أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾

أَلْقِ	عَصَاكَ	فَإِذَا	هِيَ	تَلْقَفُ	مَا	يَأْفِكُونَ	فَوَقَعَ	الْحَقُّ	وَبَطَلَ	مَا	كَانُوا يَعْمَلُونَ
ڈالو	اپنا عصا	تو ناگاہ	وہ	نگلنے لگا	جو	انہوں نے ڈھکوسلا بنایا تھا	پس ثابت ہوگیا	حق	اور باطل ہوگیا	جو	وہ کرتے تھے

کہ اس نے انکے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا ونایا تھا سب آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے

فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢١﴾

فَغُلِبُوا	هُنَالِكَ	وَانْقَلَبُوا	صَاغِرِينَ	وَأُلْقِيَ	السَّحَرَةُ	سَاجِدِينَ	قَالُوا	آمَنَّا	بِرَبِّ	الْعَالَمِينَ
پس مغلوب ہوگئے	وہیں	اور لوٹے	ذلیل	اور گر گئے	جادوگر	سجدہ کرنیوالے	وہ بولے	ہم ایمان لائے	رب پر	تمام جہان (جمع)

اور خوب ذلیل ہوئے۔ اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے۔ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔

رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١٢٢﴾

رَبِّ	مُوسَىٰ	وَهَارُونَ
رب	موسیٰ	اور ہارون

جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے۔

جادوگروں کے فن کا بھرپور مظاہرہ

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ابتداء تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی جوانمردی سے ان کے سحر کو حقیر اور کمزور ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ ابتداء تم ہی کرو اور اپنے کمال فن کی پوری حسرت نکال لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا جادو کیا اور ایسا عظیم الشان جادو کیا کہ لوگوں کی نظر بندی کردی جس سے لوگ خوف زدہ ہوگئے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات میں ہے کہ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں تو وہ لوگوں کی نظر میں سانپ محسوس ہونے لگے اور وہ سانپ ادھر ادھر دوڑنے لگے اور ان کو نظر آیا کہ دور دور تک پہاڑوں کی طرح اونچے سانپ ہی سانپ ہیں اور تمام لوگوں کو اس منظر نے خوف زدہ کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور جادوگروں کی شکست فاش

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو دل میں یہ خوف محسوس کیا

کہ کہیں لوگ اس مظاہرے سے متاثر نہ ہو جائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ تاثیر اور رعب قبول حق کے لئے سد راہ بنے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو مطمئن فرمایا اور وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ موسیٰ خوف نہ کھاؤ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے اور اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔ بحکم وحی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی۔ لاٹھی فوراً اژدھا بن گیا اور جو بے حقیقت جادو جو ساحروں نے کیا تھا سب کو نگلنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں سارا میدان صاف ہو گیا۔ اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکامیاب رہے۔

جادوگروں کا ایمان لے آنا

جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے جب عصائے موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ یہ سحر نہیں آسمانی امر ہے۔ پس حق نمایاں ہو گیا اور جادوگروں کا جادو ٹوٹ گیا۔ معجزہ اور سحر کا امتیاز ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی غیبی قوت کا کرشمہ ہے۔ پس وہ حق سے ایسے مغلوب ہوئے کہ بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔

رحمت الٰہی کا کرشمہ

اب غور کیجئے کہ رحمت الٰہیہ کا کیا ٹھکانا ہے کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ان کے جواب سے ثابت ہوتا ہے۔ فرعونیوں کا مقصد تو اس مقابلہ سے یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عوام الناس کی نظروں میں جادوگر ہونے کا یقین دلائیں یا کم از کم شک ہی میں ڈال دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی چال کو انہیں پر الٹ دیا اور خود ان کے بلائے ہوئے اپنے ماہرین فن نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰ جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ یقیناً رب العالمین کی طاقت کا کرشمہ ہے جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ جیسے آپ نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ میں اس وقت کے فرعون کو ذلیل فرمایا۔

یَااللّٰہ اب بھی جو فرعون وقت حق سے مقابل ہیں اور حق کو مٹانا اور ختم کرنا چاہتے ہیں آپ اہل حق کی تائید اور نصرت فرمائیں۔ اور اہل حق کو فتح و کامیابی عطا فرمائیں اور اہل باطل کو مغلوب و ناکام فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ

قَالَ	فِرْعَوْنُ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ لَكُمْ	اِنَّ	هٰذَا	لَمَكْرٌ	مَّكَرْتُمُوْهُ	فِى	الْمَدِيْنَةِ
بولا	فرعون	کیاتم ایمان لائے	اس پر	پہلے	کہ	میں اجازت دوں تمہیں	بیشک	یہ	ایک چال ہے	جوتم نے چلی	میں	شہر

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اسکے کہ میں تمکو اجازت دوں بیشک یہ ایک سازش تھی جس پر تمہارا عملدر آمد ہوا ہے اس شہر میں تا کہ تم سب اس شہر

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

لِتُخْرِجُوْا	مِنْهَا	اَهْلَهَا	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	لَاُقَطِّعَنَّ	اَيْدِيَكُمْ	وَاَرْجُلَكُمْ	مِنْ	خِلَافٍ
تا کہ نکال دو	یہاں سے	اسکے رہنے والے	پس جلد	تم معلوم کرلو گے	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا	تمہارے ہاتھ	اور تمہارے پاؤں	سے	دوسری طرف

سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو سو اب تمکو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سبکو سولی

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا

ثُمَّ	لَاُصَلِّبَنَّكُمْ	اَجْمَعِيْنَ	قَالُوْا	اِنَّا	اِلٰى	رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ	وَمَا	تَنْقِمُ	مِنَّا	اِلَّا	اَنْ	اٰمَنَّا
پھر	میں تمہیں ضرور سولی دوں گا	سب کو	وہ بولے	بیشک ہم	طرف	اپنا رب	لوٹنے والے	اور نہیں	تجھ کو دشمنی	ہم سے	مگر	یہ کہ	ہم ایمان لائے

پر ٹانگ دوں گا۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جاویں گے۔اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿١٢٦﴾ ع

بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	لَمَّا	جَآءَتْنَا	رَبَّنَا	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَتَوَفَّنَا	مُسْلِمِيْنَ
نشانیاں	اپنا رب	جب	وہ ہمارے پاس آئیں	ہمارا رب	دہانے کھول دے	ہم پر	صبر	اور ہمیں موت دے	مسلمان (جمع)

پر ایمان لے آئے اے [illegible] ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالیئے۔

فرعون کی ایک اور فریب کاری

فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کھلم کھلا شکست دی اور فرعون دیکھتا رہا۔ کچھ بھی ان کی مدد نہ کر سکا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ خدائی طاقت پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہو گئے اور وہ ساحرین بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جسے موسیٰ اور ہارون اپنا رب کہتے ہیں۔ اب جب جادوگر مومن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں سست ہو گئی تو اس نے مکر وفریب کا دوسرا طریقہ اختیار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ آج موسیٰ کو جو تم پر غلبہ ملا ہے تو دراصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی۔ اور یہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور یہ سب ملی بھگت ہے۔ جب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو وہ عبرتناک سزا دوں گا کہ آئندہ ایسی غداری کی کسی کو جرات نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پیر الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

فرعون کی دھمکی جادوگروں کو ایمان سے نہ ہٹا سکی

جب انہوں نے فرعون کی اس جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے انہوں نے کہا یہ ہم اب کبھی نہیں کر سکتے کہ سچائی کی جو روشن دلیل ہمارے سامنے آ گئی اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر تو زیادہ سے زیادہ جو کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے خصوصاً جادوگری کی خطا کہ جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ ہمیں کچھ پروا نہیں ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے جہاں ہر طرح آرام وراحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے اور ہم نے ایسی کونسی خطا کی ہے جو تو ہم کو اس سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ پھر فرعون سے اعراض کر کے وہ حق تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے رب تو ہم کو صبر عطا فرما اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرما اور اسلام پر ہماری جان نکالنا کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جاوے۔

فرعون نے پھر ان نو مسلم جادوگروں کو سزا دی تھی یا نہیں اس کی قرآن یا حدیث میں تصریح نہیں ہے۔ باقی اکثر مفسرین کے نزدیک سزا ہوئی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ صبح کے وقت تو وہ کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت مومن اور شہداء تھے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم کو اسلام پر استقامت اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

یَااللّٰہُ آپ کی تائید و توفیق اور نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ و شوکت نصیب ہو۔

یَااللّٰہُ دشمنانِ دین کی طرف سے جو ایذائیں اہل حق کو دی جا رہی ہیں ان کا خاتمہ فرما اور نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے اہل حق کو کامیابی نصیب فرما اور اہل باطل کو ذلت و رسوائی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

وَقَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اَتَذَرُ	مُوْسٰى	وَقَوْمَهٗ	لِيُفْسِدُوْا	فِى	الْاَرْضِ	وَيَذَرَكَ
اور بولے	سردار	سے (کے)	قوم	فرعون	کیا تو چھوڑ رہا ہے	موسیٰ	اور اسکی قوم	تاکہ وہ فساد کریں	میں	زمین	اور وہ چھوڑ دے تجھے

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور انکی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپکو اور آپکے

وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ

وَاٰلِهَتَكَ	قَالَ	سَنُقَتِّلُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَنَسْتَحْىٖ	نِسَآءَهُمْ	وَاِنَّا	فَوْقَهُمْ	قٰهِرُوْنَ	قَالَ
اور تیرے معبود	اس نے کہا	ہم عنقریب قتل کر ڈالیں گے	انکے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دینگے	انکی عورتیں (بیٹیاں)	اور ہم	اُن پر	زور آور (جمع)	کہا

معبودوں کو ترک کئے رہیں فرعون نے کہا ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہمکو ہر طرح کا اُن پر زور ہے۔

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

مُوْسٰى	لِقَوْمِهِ	اسْتَعِيْنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاصْبِرُوْا	اِنَّ	الْاَرْضَ	لِلّٰهِ	يُوْرِثُهَا	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ
موسیٰ	اپنی قوم سے	تم مدد مانگو	اللہ سے	اور صبر کرو	بیشک	زمین	اللہ کی	وہ اسکا وارث بناتا ہے	جس	چاہتا ہے	سے

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جسکو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی

عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ

عِبَادِهٖ	وَ	الْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ	قَالُوْٓا	اُوْذِيْنَا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَاْتِيَنَا	وَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا جِئْتَنَا
اپنے بندے	اور	انجام کار	پرہیزگاروں کیلئے	وہ بولے	ہم اذیت دیئے گئے	سے	قبل کہ	کہ	آپ ہم میں آتے	اور	بعد	آپ آئے ہم میں

ان ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپکی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

قَالَ	عَسٰى	رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّهْلِكَ	عَدُوَّكُمْ	وَيَسْتَخْلِفَكُمْ	فِى	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرَ	كَيْفَ	تَعْمَلُوْنَ
اس نے کہا	قریب ہے	تمہارا رب	کہ	ہلاک کرے	تمہارا دشمن	اور تمہیں خلیفہ بنادے	میں	زمین	پھر دیکھے گا	کیسے	تم کام کرتے ہو

موسیٰ نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے اُنکے تمکو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔

شکست کے بعد سرداروں کا فرعون کو مشورہ

فرعون کے درباریوں نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی ان کی طرف ہونے لگا تو فرعون کے درباریوں کو یہ فکر پڑی کہ اگر ان دونوں بھائیوں کو یونہی چھوڑے رکھا تو یہ تو تھوڑے دنوں میں ملک کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تو ان کے ساتھ ہی ہیں ہمارے آدمی بھی ان کی باتوں میں آجائیں گے تو بڑی مشکل ہوگی۔ یہ سوچ کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے جو کچھ کہا اور فرعون نے جو ان کو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعونی لیڈروں نے فرعون سے بطور احتجاج کے کہا کہ آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیوں

نہیں کرادیتے۔ کیا موسیٰ اور ان کی قوم کو موقع دیا جارہا ہے کہ وہ آزاد رہ کر ملک میں اودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کردیں اور آئندہ آپ کی اور آپ کے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں اور آپ کو اور آپ کے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون اپنے کو رب "اعلیٰ" یعنی بڑا پروردگار کہتا تھا اور اپنے کو "اعلیٰ" کہلانے کیلئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کرر کھے تھے جن کو یہاں آیات میں الھتک کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لئے تقسیم کرار کھے تھے۔ بہرحال کچھ بھی "بڑا معبود" اپنے کو کہلواتا تھا اور کچھ چھوٹے معبود تجویز کرر کھے تھے۔

فرعون کا جواب

فرعون نے اپنے سرداروں کے احتجاج کے جواب میں کہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ میں اسرائیلیوں کی طاقت کو بڑھنے ہی نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کردیا جائے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے یعنی وہی تدبیر جس سے ہم نے پہلے بنی اسرائیل کو ایک مردہ قوم بنادیا تھا اب پھر ہم وہی کام کریں گے۔ اس طرح ان میں کبھی دم آ ہی نہیں سکتا۔ موسیٰ کس کو ہماری بغاوت پر آمادہ کرے گا۔ سلطنت اور قوت ہمارے ہاتھ میں ہے یہ کمزور ہیں اور ہم یونہی ان کو ذلیل کرتے رہیں گے۔

بنی اسرائیلیوں کے اندیشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

جب بنی اسرائیل کو فرعون کی اس سفاکانہ تجویز کا علم ہوا تو وہ طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کی اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

صبر اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی ہم سے ذلیل بیگار لی جاتی تھی اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ اب آپ کے آنے کے بعد پھر طرح طرح کی سختیاں کی جارہی ہیں اور پھر لڑکوں کے قتل کا مشورہ اور تجویز ہورہی ہے۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ خدا کی مدد قریب آ گئی ہے تم دیکھ لوگے کہ تمہارا دشمن ہلاک کردیا جائے گا اور تم کو ان کے اموال واملاک کا مالک بنادیا جائے گا۔ تاکہ جس طرح آج سختی اور غلامی میں تمہارا امتحان ہورہا ہے اس وقت خوشحالی اور آزادی دے کر آزمایا جائے گا کہ کہاں تک اس کی نعمتوں کی قدردانی اور احسانات کی شکر گزاری اور اس کے احکامات کی بجاآوری کرتے ہو۔

فتح مکہ کی طرف اشارہ

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس وقت وہاں کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر کفار مکہ ظلم وستم ڈھا رہے تھے اور اہل اسلام بڑی بڑی اذیتوں کا شکار ہورہے تھے۔ قرآن مجید کی ان موثر آیات کا اہل اسلام کے دلوں پر گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین کامل ہوگیا کہ یہ ہمارے ستانے والے ایک دن تباہ ہوں گے اور ان کی ساری قوت و طاقت ختم ہوجائے گی اور اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پر غالب کرے گا اور ان کافروں کو نیچا دکھائے گا مکہ کے کمزور اور مجبور اہل ایمان کے لئے یہ پیغام مسرت تھا اور گویا ان کے لئے اس میں اشارہ تھا کہ عنقریب کفار مکہ پر اللہ تعالیٰ ان کو فتح نصیب فرمائے گا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن اہل اسلام کو دکھلایا اور اسی سرزمین مکہ کا ان کو مالک بنادیا جس سرزمین میں ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کفار نے کئے تھے۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہ اسلام اور ایمان کی برکت سے اہل اسلام کو دشمنان دین پر فتح یابی نصیب فرما دشمنان دین کو ہلاک فرما اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ یَا اللّٰہ ہم اہل پاکستان کو بھی ایمان اور تقویٰ کی دولت عطا فرما۔ اور تازندگی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا

وَلَقَدْ	اَخَذْنَا	اٰلَ فِرْعَوْنَ	بِالسِّنِيْنَ	وَنَقْصٍ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	فَاِذَا
اور البتہ	ہم نے پکڑا	فرعون والے	قحطوں میں	اور نقصان	سے (میں)	پھل (جمع)	تاکہ وہ	نصیحت پکڑیں	پھر جب

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ سمجھ جاویں۔ سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے

جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ

جَآءَتْهُمْ	الْحَسَنَةُ	قَالُوْا	لَنَا	هٰذِهٖ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَطَّيَّرُوْا	بِمُوْسٰى	وَمَنْ + مَعَهٗ
آئی اُنکے پاس	بھلائی	وہ کہنے لگے	ہمارے لئے	یہ	اور اگر	پہنچتی	کوئی برائی	بدشگونی لیتے	موسیٰ سے	اور جو اُنکے ساتھ (ساتھی)

لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر انکو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور انکے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے یاد رکھو کہ انکی نحوست اللہ کے علم میں ہے

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

اَلَآ	اِنَّمَا	طٰئِرُهُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَ	قَالُوْا	مَهْمَا	تَاْتِنَا بِهٖ	مِنْ اٰيَةٍ
یادرکھو	اسکے سوا نہیں	اُنکی بدنصیبی	پاس	اللہ	اور لیکن	انکے اکثر	نہیں جانتے	اور	وہ کہنے لگے	جو کچھ	ہم پر تو لائے گا	کیسی بھی نشانی

لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اسکے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ

لِتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ

لِتَسْحَرَنَا	بِهَا	فَمَا	نَحْنُ	لَكَ	بِمُؤْمِنِيْنَ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	الطُّوْفَانَ	وَ	الْجَرَادَ
کہ ہم پر جادو کرے	اس سے	تو نہیں	ہم	تجھ پر	ایمان لانے والے	پھر ہم نے بھیجے	ان پر	طوفان	اور	ٹڈی

جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے اُن پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون

وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

وَالْقُمَّلَ	وَالضَّفَادِعَ	وَالدَّمَ	اٰيٰتٍ	مُفَصَّلٰتٍ	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا	قَوْمًا	مُجْرِمِيْنَ
اور جوئیں۔ چچڑی	اور مینڈک	اور خون	نشانیاں	جدا جدا	تو انہوں نے تکبر کیا	اور وہ تھے	ایک قوم (لوگ)	مجرم (جمع)

کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

فرعونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ

جب فرعونی باطل پرستی سے باز نہ آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو باوجود معجزات دیکھنے کے ٹھکراتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی تنبیہ کے طور پر فرعونیوں پر کچھ سختیاں اور تکالیف مسلط کیں تاکہ وہ اب بھی خواب غفلت سے ہوشیار ہو جائیں اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو تنبیہ کے لئے ان کو تکالیف میں مبتلا کیا ان کی کھیتیاں خشک ہو گئیں زراعت اور سبزی تباہ ہو گئی اور درختوں کے پھلوں میں کمی آ گئی۔

دریائے نیل خشک ہو گیا اور عام خشک سالی ہو گئی۔ مقصود جس سے یہ تھا کہ وہ نصیحت پذیر ہو کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں

انسان کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور اس میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ان مصائب اور تکالیف سے بھی فرعونیوں کے کفر و معصیت میں کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ سخت دلی ہوگئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہوگئے تو پھر دوسرے خدائی ضابطہ کے موافق جب کہ سرکش قوم تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر عارضی فراخی اور خوشحالی بھیجی جاتی ہے کہ شاید احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور منعم حقیقی کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اسی ضابطہ کے موافق جب قحط وغیرہ دور کر کے فرعونیوں کو خوش حالی اور ارزانی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش نصیبی اور اقبال مندی ہم اسی کے لائق و مستحق ہیں اور یہ ہماری قابلیت کا نتیجہ ہے۔ پھر اگر درمیان میں کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ان کے اس گستاخانہ قول کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کم بختو اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے اور وہ تمہارا ظلم و زیادتی اور بغاوت و شرارت ہے۔ اسی سبب کی بناء پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی تمہارے ظلم و کفر کی اصلی نحوست اور پوری پوری سزا تو ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی جس کی اکثر لوگوں کو خبر نہیں اور ان کا عناد اور سرکشی یہاں تک بڑھ گئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و نشانات دیکھ کر کہتے کہ خواہ کیسا ہی جادو تم ہم پر چلاؤ اور اپنے خیال کے موافق تم کتنے ہی نشان یا معجزے دکھلاؤ ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

سرکشی سے باز نہ آنے پر عذاب کا آنا

جب انہوں نے یہ آخری فیصلہ سنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لئے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں یکے بعد دیگرے مسلط کر دیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا۔ لکھا ہے کہ جب فرعونی کفر و شرک سے باز نہ آئے اور قحط سالی اور پیداوار کی کمی دیکھنے کے بعد بھی ان کو عبرت و نصیحت نہ ہوئی اور کفر پر بدستور اڑے رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعاء کی کہ اے اللہ زمین پر تیرا بندہ فرعون مغرور اور سرکش ہوگیا اور حد سے آگے بڑھ چکا اور اس کی قوم نے بھی تیرے عہد کو توڑ دیا اب تو ان کو عذاب میں گرفتار کر دے جو ان کے لئے سزا' میری قوم کے لئے نصیحت اور آنے والے لوگوں کے لئے اٰیۃً نشانی اور عبرت ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے طوفان بھیج دیا۔ لکھا ہے کہ یہ آبی طوفان تھا اور ایسی بارش ہوئی کہ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ نہ لیٹنے کی جگہ رہی نہ بیٹھنے کی۔ سب گھروں کے اندر پانی میں کھڑے ہوگئے۔ بنی اسرائیل اور قبطیوں کے مکان باہم متصل اور مخلوط تھے مگر بنی اسرائیل کے مکان محفوظ رہے اور قبطیوں کے گھروں میں پانی رک کر کھڑا ہوگیا یہ طوفان سات روز سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے بارش بند ہو جانے کی دعا کیجئے اگر ہمارے سروں سے بارش کی یہ مصیبت ٹل گئی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اللہ نے یہ طوفان دور کر دیا پھر اس بارش کے بعد اللہ نے ایسی کھیتی' گھاس اور پھل پیدا کیے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئے تھے۔ تمام ملک سرسبز ہوگیا۔ قبطی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ پانی تو ہمارے لئے نعمت ثابت ہوا تمام ملک سرسبز ہوگیا۔ ہرگز یہ عذاب اور موسیٰ کو نہ ماننے کا نتیجہ نہ تھا۔ غرض ایمان نہ لائے۔ اس کے بعد اللہ نے ان پر ٹڈی دل بھیجا۔ ٹڈیوں نے قبطیوں کی تمام کھیتیاں' پھل' درختوں کے پتے' ترکاریاں' گھاس اور سبزی کھالی۔ یہاں تک کہ لکڑیوں کے کواڑ' چھتوں کی کڑیاں تختے وغیرہ بھی چٹ کر گئیں اور پھر بھی ان کو سیری نہ ہوئی۔ یہ مصیبت صرف قبطیوں پر پڑی۔ بنی اسرائیل امن سے رہے۔ قبطی چیخ پڑے اور اللہ کا واسطہ دے کر عہد و پیمان کر کے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اپنے رب سے دعاء کر کے اس مصیبت کو دور کرا دیجئے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ قبطیوں پر ٹڈی دل کا عذاب ۷ دن سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر حضرت موسیٰ نے دعا کی اور اللہ نے وہ عذاب دور فرما دیا۔ اس عذاب سے کچھ غلہ اور پیداوار بچ گئی تھی کیونکہ تکمیل عذاب سے پہلے حضرت موسیٰ کی دعا سے عذاب ٹل گیا تھا۔ تو قبطی کہنے لگے کہ خیر اتنا تو رہ گیا

24

کہ ہماری گزر بسر کے لئے کافی ہے ہم اپنے مذہب کو نہیں چھوڑیں گے چنانچہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور بداعمالی پر بدستور قائم رہے۔اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے قمل (جوؤں) کا عذاب مسلط کیا کہ بدن کے اندر گھستی تھیں اور کاٹتی تھیں اور کھانا کھاتے میں کھانے میں بھر جاتی تھیں۔ بدن کے بال گر گئے پلکیں اور ابرو کے بال جھڑ گئے بدن کی کھال پر جوئیں چیچک کی طرح بھر گئی اور قبطیوں کیلئے سونا اور آرام کرنا حرام کردیا۔قبطی چیخ پڑے اور پھر فریاد لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور درخواست کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں۔آپ اپنے رب سے دعا کر دیجئے کہ وہ یہ مصیبت دور کر دے۔حضرت موسیٰ نے دعا کر دی اور اللہ نے ایک ہفتہ تک جوؤں کے عذاب میں مبتلا رکھنے کے بعد نجات دیدی۔یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔قبطیوں نے پھر بھی عہد شکنی کی اور کہنے لگے کہ موسیٰ کے جادوگر ہونے کا یقین ہم کو اتنا پہلے نہیں ہوا تھا جتنا اس مرتبہ ریت کو کیڑوں کی شکل میں بدل دینے سے پیدا ہو گیا۔پھر حضرت موسیٰ کی بددعاء سے اللہ نے مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔تمام گھر، میدان، برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ بولنے کے لئے منہ کھولا اور مینڈک کود کر منہ کے اندر پہنچا۔ ہانڈیوں اور چولہوں میں جا پڑتے اور کھانے کو برباد کر دیتے۔سونے کو لیٹتے تو مینڈکیاں ان پر چڑھ جاتیں۔ کروٹ بھی نہ لے سکتے۔کھانے کے لئے منہ کھولتے تو کھانے سے پہلے مینڈکی منہ میں کود کر گھس جاتی۔ آٹا گوندھا جاتا تو مینڈکیاں اس میں کچلی جاتیں غرض ایک عظیم دکھ تھا جو کسی طرح دور نہ ہوتا تھا بالآخر قبطیوں نے مینڈکوں کے عذاب کا دکھڑا حضرت موسیٰ سے رویا اور کہنے لگے ہم اس مرتبہ پکی توبہ کرتے ہیں دوبارہ ایسی حرکتیں نہیں کریں گے۔موسیٰ علیہ السلام نے پختہ عہد و پیمان لے کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سات روز کے بعد اللہ نے اس عذاب کو بھی دور کر دیا۔یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔

مصیبت دور ہونے کے بعد پھر اپنا عہد انہوں نے توڑ دیا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے اللہ نے خون کا عذاب مسلط کر دیا۔ان کے لئے دریائے نیل خون ہو گیا۔ کنویں اور نہریں خون بن گئیں۔کنوؤں اور نہروں سے پانی لیتے وہ تازہ خالص خون ہوتا تھا۔فرعون سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ موسیٰ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اسرائیلی اور قبطی ایک برتن میں پانی آمنے سامنے ہو کر پیتے تھے۔قبطی کی طرف کا پانی خون ہو جاتا تھا اور اسرائیلی کی طرف کا پانی پانی ہی رہتا۔ایک کنویں پر ایک ساتھ کھڑے ہو کر اسرائیلی اور قبطی پانی کھینچتے تھے۔اسرائیلی کا نکالا ہوا پانی پانی ہوتا تھا اور قبطی کا نکالا ہوا پانی خون۔ پیاس سے بے تاب ہو کر قبطی عورت اسرائیلی عورت کے پاس آتی اور پینے کے لئے پانی مانگتی۔اسرائیلی عورت قبطی عورت کے برتن میں پانی انڈیل دیتی مگر اس کے برتن میں پہنچ کر پانی خون ہو جاتا تھا۔قبطی عورت اسرائیلی عورت سے کہتی پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی ڈال دے۔اسرائیلی عورت ایسا کر دیتی تھی مگر قبطی عورت کے منہ میں پہنچ کر کلی کا پانی بھی خون ہو جاتا تھا۔پیاس سے بے تاب ہو کر درختوں کی تر پتیاں چبانے لگے لیکن چباتے ہی پتیوں کا عرق بالکل نمکین ہو جاتا تھا۔خون پینے کی ان کی یہ کیفیت سات روز رہی۔آخر مجبور ہو کر پھر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذاب دور ہونے کی دعا کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں یہ مصیبت دور ہو جائے گی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے۔حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ عذاب بھی اللہ نے دور کر دیا لیکن جیسا کہ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا **فاستکبروا و کانوا قوماً مجرمین** پھر بھی موسیٰ علیہ السلام پر انہوں نے ایمان لانے سے غرور کیا اور وہ تھے ہی مجرم لوگ۔

دعا کیجئے: یَا اللہ آپ کا اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو پیغام ہم کو پہنچ جائے ہم اسے دل و جان سے قبول کرنے والے ہوں۔ یَا اللہ مصیبت و راحت ہر حال اور ہر آن میں ہم آپ کی طرف رجوع ہونے والے ہوں۔ یَا اللہ اپنے عذاب سے دنیا میں بھی ہمیں محفوظ رکھئے اور آخرت میں بھی اپنے امان میں رکھئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ

وَلَمَّا	وَقَعَ	عَلَيْهِمُ	الرِّجْزُ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ	لَئِنْ	كَشَفْتَ
اور جب	واقع ہوا	ان پر	عذاب	کہنے لگے	اے موسیٰ	دُعا کر	ہمارے لئے	اپنا رب	سبب۔ جو	عہد	تیرے پاس	اگر	تو نے کھول دیا

اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جسکا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ

عَنَّا	الرِّجْزَ	لَنُؤْمِنَنَّ	لَكَ	وَ	لَنُرْسِلَنَّ	مَعَكَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الرِّجْزَ
ہم سے	عذاب	ہم ضرور ایمان لائینگے	تجھ پر	اور	ہم ضرور بھیج دینگے	تیرے ساتھ	بنی اسرائیل	پھر جب	ہم نے کھول دیا	ان سے	عذاب

کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپکے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب اُن سے اس عذاب کو ایک

اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

اِلٰٓى اَجَلٍ	هُمْ	بٰلِغُوْهُ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	فِى الْيَمِّ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا
ایک مدت تک	انہیں	اس تک پہنچنا تھا	اس وقت	وہ	(عہد) توڑ دیتے	پھر ہم نے انتقام لیا	اُن سے	پس انہیں غرق کر دیا	دریا میں	کیونکہ انہوں نے	جھٹلایا

وقت خاص تک کہ اس تک انکو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی انکو سمندر میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں

بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ

بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَاَوْرَثْنَا	الْقَوْمَ	الَّذِيْنَ	كَانُوْا	يُسْتَضْعَفُوْنَ	مَشَارِقَ
ہماری آیتوں کو	اور وہ تھے	اُن سے	غافل (جمع)	اور ہم نے وارث کیا	قوم	وہ جو	تھے	کمزور سمجھے جاتے	مشرق (جمع)

کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پُورب پچھم کا مالک بنا دیا

الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

الْاَرْضِ	وَمَغَارِبَهَا	الَّتِىْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	وَتَمَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	الْحُسْنٰى	عَلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
زمین	اور اسکے مغرب (جمع)	وہ جس	ہم نے برکت رکھی	اس میں	اور پورا ہو گیا	وعدہ	تیرا رب	اچھا	پر	بنی اسرائیل

جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپکے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں انکے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا

بِمَا صَبَرُوْا ۗ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

بِمَا	صَبَرُوْا	وَدَمَّرْنَا	مَا	كَانَ يَصْنَعُ	فِرْعَوْنُ	وَقَوْمُهٗ	وَمَا	كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ
بدلے میں	انہوں نے صبر کیا	اور ہم نے برباد کر دیا	جو	بناتے تھے (بنایا تھا)	فرعون	اور اسکی قوم	اور جو	وہ اونچا پھیلاتے تھے

اور ہم نے فرعون کو اور اسکی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم پیہم اور مسلسل سرکشی، پیغمبر وقت کے ساتھ بغاوت، بنی اسرائیلیوں پر ظلم و زیادتی، حق کے ساتھ استہزاء اور تمخول کے باعث خدا تعالیٰ کی جانب سے مصریوں پر مختلف ہلاکتیں اور عذاب آتے رہے اور وقفہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان نشانات کا ظہور ہوتا رہا۔ قحط و خشک سالی، طوفان، ٹڈی دل، جوں یا چیچڑیاں، مینڈک اور خون کے عذاب آئے اور جب ایک عذاب آتا تو فرعونی واویلا کرنے لگتے اور حضرت موسیٰ سے فریاد کرتے کہ اگر اس مرتبہ آپ نے اپنے خدا سے کہہ کر اس عذاب کو ٹال دیا تو ہم سب ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ بھیج دیں گے جب حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر سرکشی شروع کر دیتے اور اپنا عہد و پیمان بھلا دیتے۔ آخر پھر دوسرا عذاب آ پکڑتا اور پھر وہی صورت پیش آ جاتی۔

فرعونیوں کی عہد پر عہد شکنی اور اس کی سزا

ان آیات میں اس جرائم پیشہ قوم یعنی فرعونیوں کی اسی عادت کو بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فرعونیوں کی عادت تھی کہ بھولے بن کر اپنا کام کئے جاتے تھے۔ جب ان کی تنبیہ کے لئے کوئی عذاب آتا تو اس وقت عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے کہ اے موسیٰ آپ کو آپ کے رب نے جو دعا کا طریقہ بتا رکھا ہے اس طریقہ سے اپنے رب سے ہمارے لئے دعا مانگ دیجئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ کی دعاء سے عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور آپ کو سچا مان لیں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور فقط یہی نہیں بلکہ ہم آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کچھ مدت کے لئے ان پر سے عذاب دور کر دیتے اور ان کو توبہ کی مہلت دیتے تو وہ عذاب کے دور ہوتے ہی فوراً اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان سے پھر جاتے اور پھر اسی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آتے جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ بالآخر مصریوں میں ایک وبا آئی۔

بنی اسرائیلیوں کی آزادی اور فرعونیوں کی غرقابی

ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے تم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین شام کی طرف لے جاؤ۔ غرض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے۔ جب فرعونیوں نے فرعون کو اطلاع کی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے۔ تو فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور دارالحکومت سے نکل کر ان کا تعاقب کیا اور بحر قلزم جس کو اب بحر احمر (RED SEA) کہتے ہیں جا پکڑا۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بھی یہ قصہ گزر چکا ہے اور سورۂ شعراء میں بھی آئے گا کہ سمندر بنی اسرائیل کے لئے خشک ہو گیا اور وہ پار ہو گئے۔ ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر سمندر میں خشکی دیکھ کر اترا۔ اس کے اترتے ہی سمندر پانی سے بھر گیا اور فرعون اپنی ساری فوج سمیت غرق ہوا۔ یہاں اس سورۃ میں قرآن کریم نے فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کو بہت مختصر بیان کیا ہے۔ سورۂ شعراء انیسویں پارہ میں قدرے تفصیلاً ذکر ہے جو ان شاء اللہ اپنی جگہ آئے گا۔

پھر فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کرنے کی اللہ تعالیٰ نے وجہ بھی بتلا دی کہ وہ ہماری نشانیوں کو برابر جھٹلاتے رہے اور ان پر لگاتار مصیبتیں پڑیں اگر سمجھ ہوتی تو سنبھل جاتے اور درست ہو کر ٹھیک رویہ اختیار کرتے لیکن انہوں نے تو مکرپن اختیار کیا۔ جان بوجھ کر انجان بن جاتے۔ نصیحتیں اس کان سے سنتے اس کان سے اڑا دیتے۔ غفلت کی انتہا کر دی۔ آخر تباہ ہو گئے اور بنی اسرائیل جنہیں ناتواں اور کمزور سمجھا جاتا تھا انہیں ایک بابرکت زمین جس سے اکثر مفسرین نے شام مراد لیا ہے کا مالک بنا دیا کہ وہاں پانی بھی خوشگوار بکثرت تھا۔ درخت میوہ دار اور سرسبز تھے۔ ملک زرخیز سرسبز اور شاداب تھا۔ یہ تو ظاہری برکات تھیں اور باطنی برکات یہ تھیں کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن تھا۔

پھر فرعون کے قصہ کا انجام اور نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ جب بنی اسرائیل نے فرعونیوں کے سخت تباہ کن مصائب پر صبر کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق اللہ تعالیٰ سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو پھر اللہ نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے غرور اور تکبر کے لئے جو ڈھونگ رچا رکھا تھا وہ سب تباہ برباد ہو گیا اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہہ و بالا کر دی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کی عبرتیں اور نصیحتیں

(۱) اگر انسان کو کوئی مصیبت اور ابتلاء پیش آجائے اور صبر و رضا کے ساتھ اس کا تحمل کرے گا تو بلا شبہ اس کو خیر عظیم حاصل ہوگی۔

(۲) جو شخص اپنے معاملات میں خدا پر بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہے اور اسی کو خلوص دل سے اپنا پشتیبان سمجھتا ہے تو خدائے تعالیٰ ضرور اس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے۔

(۳) جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے اس کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ اور بے وجود ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۴) اگر کوئی خدا کا بندہ حق کی نصرت و حمایت کے لئے سرفروشانہ کھڑا ہو جاتا ہے تو خدا دشمنوں اور باطل پرستوں ہی میں سے اس کے معین اور مددگار پیدا کر دیتا ہے۔

(۵) اگر ایک بار بھی کوئی لذت ایمانی سے لطف اندوز ہو جائے اور صدق دل کے ساتھ اس کو قبول کرلے تو یہ نشہ اس کو ایسا مست بنا دیتا ہے کہ اس کے ہر ریشۂ جان سے وہی صدائے حق نکلنے لگتی ہے۔

(۶) صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے خواہ اس پھل کے حاصل ہونے میں کتنی ہی تاخیر ہو۔

(۷) باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست اور پر از شوکت کیوں نہ ہو انجام کار اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

(۸) یہ عادت اللہ ہے کہ جابر اور ظالم قومیں جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھتی ہیں ایک دن آتا ہے کہ وہی خدا کی زمین کی وارث بنتی ہیں۔

(۹) ہمیشہ دعوت حق کی مخالفت طاقت و حکومت اور دولت و ثروت میں سرشار جماعتوں کی جانب سے ہوئی اور ہمیشہ ہی انہوں نے حق کے مقابلہ میں شکست اٹھائی اور ناکام و نامراد رہیں۔

(۱۰) جو ہستی یا جو جماعت یا جو قوم دیدۂ و دانستہ اور حق کو حق جانتے ہوئے بھی سرکشی کرے اور خدا کی دی ہوئی نشانیوں کی منکر اور نافرمان بنے تو اس کے لئے خدا کا قانون یہی ہے کہ ان سے قبول حق کی استعداد فنا کر دیتا ہے پھر انہیں حق نظر ہی نہیں آتا۔

(۱۱) جب کوئی جماعت یا قوم بدکرداری اور سرکشی میں مبتلا ہوتی ہے تو خدا کا قانون یہ ہے کہ ان کو فوراً ہی گرفت میں نہیں لیا جاتا بلکہ بتدریج مہلت ملتی رہتی ہے کہ اب سمجھ جائے لیکن جب وہ آمادۂ اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی سرکشی اور بدعملی ایک خاص حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر خدا کی گرفت کا سخت پنجہ ان کو پکڑ لیتا ہے اور وہ بے یار و مددگار فنا کے گھاٹ اتار دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ اس ملک اور اس قوم کو بھی اسلام اور ایمان اور اتباع رسول کی دولت سے نواز دے اور یہاں قرآن و سنت کا بول بالا فرما دے۔

یَا اَللّٰہُ دنیا میں بھی ہم کو عزت عطا فرما اور ذلت سے بچالے اور آخرت میں بھی انعام و احسان سے نواز دے اور ہر طرح کے عذاب سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا

وَ	جٰوَزْنَا	بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتَوْا	عَلٰی	قَوْمٍ	یَّعْكُفُوْنَ	عَلٰی	اَصْنَامٍ	لَّهُمْ	قَالُوْا
اور	ہم نے پار اتارا	بنی اسرائیل کو	بحر (قلزم)	پس وہ آئے	پر (پاس)	ایک قوم	جمے بیٹھے تھے	پر	صنم (جمع) بت	اپنے	وہ بولے

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے

یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

یٰمُوْسٰی	اجْعَلْ	لَّنَا	اِلٰهًا	كَمَا	لَهُمْ	اٰلِهَةٌ	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ	تَجْهَلُوْنَ	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ
اے موسیٰ	بنادے	ہمارے لئے	بت	جیسے	انکے لئے	معبود (جمع) بت	اس نے کہا	بیشک تم	تم لوگ	جہل کرتے ہو	بیشک	یہ لوگ

اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے انکے یہ معبود ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ

مُتَبَّرٌ	مَا	هُمْ	فِیْهِ	وَبٰطِلٌ	مَا	كَانُوْا + یَعْمَلُوْنَ	قَالَ	اَغَیْرَ اللّٰهِ	اَبْغِیْكُمْ	اِلٰهًا	وَ	هُوَ	فَضَّلَكُمْ
تباہ ہونے والی ہے	جو	وہ	اسمیں	اور باطل	جو	وہ کر رہے ہیں	اس نے کہا	کیا اللہ کے سوا	تلاش کروں تمہارے لئے	کوئی معبود	حالانکہ	اس	فضیلت دی تمہیں

یہ تباہ کیا جاوے گا اور انکا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں حالانکہ اس نے تمکو تمام دنیا جہان

عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ

عَلٰی	الْعٰلَمِیْنَ	وَاِذْ	اَنْجَیْنٰكُمْ	مِنْ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	یَسُوْمُوْنَكُمْ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ
پر	سارے جہان	اور جب	ہم نے تمہیں نجات دی	سے	فرعون والے	تمہیں تکلیف دیتے تھے	برا	عذاب

والوں پر فوقیت دی ہے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمکو فرعون والوں سے بچالیا جو تمکو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے

یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

یُقَتِّلُوْنَ	اَبْنَآءَكُمْ	وَیَسْتَحْیُوْنَ	نِسَآءَكُمْ	وَ	فِیْ ذٰلِكُمْ	بَلَآءٌ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	عَظِیْمٌ
مار ڈالتے تھے	تمہارے بیٹے	اور جیتا چھوڑ دیتے تھے	تمہاری عورتیں (بیٹیاں)	اور	اس میں تمہارے لئے	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑا۔ بڑی

بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اسمیں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کے حالات بیان کرنے کا مقصد

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ان حالات بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کو ایک قسم کی تسلی دینی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معاملات میں جو آپ کو اپنے زمانہ کے یہود کے ساتھ پیش آئے تھے کہ ان میں تو ہمیشہ سے احسان فراموش ہوتے آئے ہیں

نیز در پردہ مسلمانوں کو بھی تلقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو نعمت ایمان سے سرفراز کیا۔ فضیلت اسلام عطا کی تو اب غیر اللہ کی پرستش کا خیال دل میں لانا' خدا کی نافرمانی کرنی' اپنے نبی کے قول پر نہ چلنا' انتہائی جہالت اور کفران نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمان ہر وقت بیدار رہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ اور نفس کی نگرانی رکھنے سے غفلت نہ کریں۔

غلامی کے اثرات

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل بحر قلزم کے شمالی سرے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھ چکے تو ان کا گزر کوئی بت پرست قوم تھی اس پر ہوا جو اپنے بتوں کی پوجا میں مشغول تھے۔ بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے تاکہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی زبانی یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بہت زیادہ ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا۔ عار دلائی اور ملامت کی کہ بدبختو! خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بتوں کی پوجا پر مائل ہو اور خدا کی ان تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔ ان کا یہ شغل بت پرستی بجائے خود بھی باطل ہے اور انجام کار اس کے حق میں خدائے قادر وقدوس کی طرف سے تباہی و بربادی بھی ہے۔ تم آخر کیا ایسوں کی تقلید کی طرف جا رہے ہو؟

بنی اسرائیل کی اس بے ہودہ فرمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ سچی توحید پرستی ان کے دل میں نہیں اتری تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ معبود سازی اپنے اختیار اور انتخاب کی چیز ہے اور اپنے قومی سردار اور رہبر کے بس میں ہے کہ وہ جب اور جیسے چاہے اپنی قوم کے لئے معبود قرار دے دے۔ اسی کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں اتنی موٹی سی بات نہیں آتی۔ کیا معبود ٹھہرا دینا میرے یا کسی کے اختیار کی بات ہے اور پھر شرک تو کسی قوم کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ تمہارے لئے جو شروع سے توحید کے حامل اور علم بردار بنا کر بھیجے گئے ہوں تم ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ اس زمانہ کے تمام انسانوں پر اللہ نے تم کو برتری عطا کی۔ تم کو راہ حق دکھائی۔ فرعونیوں کے پنجہ سے رہا کیا جو طرح طرح کی ایذائیں تم کو دیا کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان سب سے بچا کر تم کو نعمت آزادی کی عطا کی اور تم ایسے جاہل ہو کہ اس واحد اور قادر مطلق سے منہ موڑ کر بتوں کی پرستش کے خواستگار ہو۔ یہ کس قدر نادانی ہے۔

یہ بے ہودہ اور جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب و ہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے اور وہی جذبہ تھا جو ان پجاریوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل میں ابھر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کر بیٹھے حالانکہ یہ قوم بنی اسرائیل ان تمام معرکہ ہائے حق و باطل کو آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اور حق کی کامیابی کے ساتھ فرعون سے نجات پا چکی تھی مگر پھر بھی موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ یہ کرتی ہے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود (یعنی بت) بنا دیجئے جیسا کہ یہ پوجاری بت خانہ میں بیٹھے پوج رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور ہم آپ کی تعلیمات وہدایات کا دل و جان سے اتباع کرنے والے ہوں اور شریعت اسلامیہ کی پوری پوری ظاہر و باطن میں پابندی ہر حال میں نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ

وَوٰعَدْنَا	مُوْسٰی	ثَلٰثِیْنَ	لَیْلَةً	وَّاَتْمَمْنٰهَا	بِعَشْرٍ	فَتَمَّ	مِیْقَاتُ	رَبِّهٖٓ	اَرْبَعِیْنَ	لَیْلَةً
اورہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	تیس	رات	اوراسکوہم نے پورا کیا	دس سے	تو پوری ہوئی	مدت	اس کارب	چالیس	رات

اورہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اوردس شب اوران تیس راتوں کا تتمہ بنایا سوانکے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہوگیا اورموسیٰ نے

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

وَقَالَ	مُوْسٰی	لِاَخِیْهِ	هٰرُوْنَ	اخْلُفْنِیْ	فِیْ قَوْمِیْ	وَاَصْلِحْ	وَلَا تَتَّبِعْ	سَبِیْلَ	الْمُفْسِدِیْنَ
اورکہا	موسیٰ	اپنے بھائی سے	ہارونؑ	میراخلیفہ (نائب) رہ	میری قوم میں	اوراصلاح کرنا	اورنہ پیروی کرنا	راستہ	مفسد (جمع)

اپنے بھائی ہارونؑ سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ

وَلَمَّا	جَآءَ	مُوْسٰی	لِمِیْقَاتِنَا	وَكَلَّمَهٗ	رَبُّهٗ	قَالَ	رَبِّ	اَرِنِیْ	اَنْظُرْ	اِلَیْكَ	قَالَ	لَنْ تَرٰىنِیْ
اورجب	آیا	موسیٰ	ہماری وعدہ گاہ پر	اوراس نے کلام کیا	اپنا رب	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے دکھا	میں دیکھوں	تیری طرف (تجھے)	اس نے کہا	تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا

اورجب موسیٰ ہمارے وقت پرآئے اورانکے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھکو دکھلا دیجئے کہ میں آپکو ایک نظر دیکھ لوں

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

وَلٰكِنِ	انْظُرْ	اِلَی	الْجَبَلِ	فَاِنِ	اسْتَقَرَّ	مَكَانَهٗ	فَسَوْفَ	تَرٰىنِیْ	فَلَمَّا	تَجَلّٰی	رَبُّهٗ	لِلْجَبَلِ	جَعَلَهٗ
اورلیکن (البتہ)	تو دیکھ	طرف	پہاڑ	پس اگر	وہ ٹھہرا رہا	اپنی جگہ	تو بھی	تو مجھے دیکھ لے گا	پس جب	تجلی کی	اس کارب	پہاڑ کی طرف	اس کو کر دیا

ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر یہ اپنی جگہ پر قرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس انکے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اسکے پرخچے اڑا دیئے

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

دَكًّا	وَخَرَّ	مُوْسٰی	صَعِقًا	فَلَمَّا	اَفَاقَ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	تُبْتُ	اِلَیْكَ	وَاَنَا	اَوَّلُ	الْمُؤْمِنِیْنَ
ریزہ ریزہ	اورگرا	موسیٰ	بیہوش	پھرجب	ہوش آیا	اس نے کہا	تو پاک ہے	میں نے توبہ کی	تیری طرف	اورمیں	سب سے پہلا	ایمان لانے والا

اورموسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں

بنی اسرائیل کیلئے شریعت حاصل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر اعتکاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل فرعونی حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو شریعت عطا کی جائے گی۔ جب بنی اسرائیلیوں کو فرعون کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دلجمعی سے عمل کر کے دکھلائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ اس سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جو حق تعالیٰ کا حکم کوہ طور پر عبادت کرنے کا اور پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور پھر شوق میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی

درخواست کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کا اپنی تجلی کا ظہور پہاڑ پر ڈالنا جس سے پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو جانا اور پھر ہوش میں آ کر اپنی درخواست پر معذرت پیش کرنا۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ کوہ طور پر جا کر اعتکاف کریں اور شب و روز عبادت و دعا میں مشغول رہیں۔ روزہ رکھیں اور اللہ کے ذکر فکر میں سارا وقت گزاریں۔ اس ایک ماہ کی مدت پر بعد میں دس دن کا اضافہ فرمایا گیا اور اس طرح خلوت میں عبادت کا ایک چلہ پورا ہوا۔ قرآن کریم نے یہاں صرف اسی قدر ذکر کیا ہے کہ یہ مدت اول تیس دن تھی اور پھر بڑھا کر چالیس دن کر دی گئی۔ وجہ بیان نہیں کی۔

تفسیر روح المعانی میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہو گیا تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کی تیاری شروع کی چونکہ مسلسل ایک ماہ روزہ ہی میں بسر کئے تھے اس لئے منہ میں بو محسوس کرتے تھے جو روزہ دار کے منہ میں بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے لہٰذا انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رب العالمین سے اس حالت میں ہم کلام ہوں اور انہوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چبایا اور کھا لیا۔ فوراً ہی وحی الٰہی نے ٹوکا کہ تم نے ہم کلامی سے پہلے روزہ کیوں افطار کر لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کی وجہ بیان کر دی تب حکم ہوا کہ اس مدت کو بڑھا کر چالیس دن کر دو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو بھی مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اعتکاف و عبادت کے ایام کوہ طور پر تیس دن سے بڑھا کر چالیس یوم کر دیئے گئے اور اس طرح یہ چلہ پورا ہوا۔ روحانی ریاضیات کے لئے صوفیائے کرام کی "چلہ کشی" غالباً اسی واقعہ سے اخذ کی گئی ہے جس کی برکات مشاہد ہیں اور تجربہ بتاتا ہے کہ کسی کام پر استقامت حاصل کرنے کے لئے عموماً یہ مدت مفید ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر ایک چلہ کی مدت کے لئے خاص ریاضتوں کے ساتھ قیام کیا یہ چلہ پورا مہینہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن کا تھا جیسا کہ سلف سے منقول ہے۔

بنی اسرائیل کی نگرانی
حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوئے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بنی اسرائیل کے نگراں رہو گے ان کی دیکھ بھال کرنا کہ یہ کہیں واہی تباہی باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ ہر وقت ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا کیونکہ ان میں کبھی کبھی ان بے ہودہ رسموں کا شوق اٹھتا ہے جو وہ مصر میں مدتوں تک دیکھتے رہے ہیں اور جن پر فرعون انہیں زبردستی چلاتا رہا ہے۔ ان میں اکثر ابھی شیطانی کاموں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑبڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کاربند رہنا۔ مفسدہ پردازوں کی راہ مت چلنا اور تم ان کے فتنہ فساد کے داؤ کو کامیاب نہ ہونے دینا۔

تجلی الٰہی سے سرفرازی

موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور چالیس دن کی معیاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص اور ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عجیب سرور اور نشاط حاصل ہوا تو دل میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی اور سوچا کہ جس کے کلام میں یہ لطف ہے اس کے دیدار میں کس قدر شادمانی و مسرت ہو گی۔ بہر حال شوق دیدار الٰہی ایسا غالب ہوا کہ بے ساختہ درخواست پیش کی کہ خدایا جب تو نے مجھے اپنے کلام کی لذت سے نوازا تو پھر لذت مشاہدہ اور دیدار بھی نصیب فرمایا جائے اور میں ان آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ تم مشاہدہ ذات باری تعالیٰ کی تاب نہ لا سکو گے۔ دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قویٰ اس ذوالجلال والاکرام کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اچھا تم

پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اپنی ذات کی تجلی کی ایک ذرا سی جھلک اس پہاڑ پر ڈالتے ہیں اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت کرسکی تو ممکن ہے کہ تم کو بھی اس کا تحمل ہو جائے ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اسے کیسے برداشت کرسکتی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی۔ حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ حق تعالیٰ کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہیں تجلی فرمائیں۔ چنانچہ پہاڑ کے جس حصہ پر حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اس نے فوراً پہاڑ کے اس حصہ کو ریزہ ریزہ کرڈالا اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل تجلی سے قریب تھے ان پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبت ناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بلاتشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک وسیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اس مقام کے نزدیک ہوتے ہیں۔ بسا اوقات انہیں بھی کم وبیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد وثنا کی اور اقرار کیا کہ واقعی اے رب تو کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اس لئے یہ فانی آنکھیں تجھے دیکھ نہیں سکتیں اور تیرے دیدار کا تحمل نہیں کرسکتیں۔ تیری پاکی اور برتری کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بغیر نہ کی جائے۔ میں توبہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بغیر اجازت کے ایک درخواست کر گزرا۔ میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت وجلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جس پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کو دنیا میں دیکھنا ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہوسکتا۔

موت سے پہلے دیدار الٰہی

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا گو عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار تو امکان عقلی کو بتلا رہی ہے ورنہ ایک جلیل القدر پیغمبر ناممکن چیز کی درخواست کیسے کرسکتے تھے کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کا جواب اس کے شرعاً محال ہونے کو بتلا رہا ہے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا دنیا میں عقلاً ممکن مگر شرعاً اس کا وقوع محال ہے اور آخرت میں اس کا وقوع قرآن وحدیث سے ثابت ہے رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں دیکھنا تو حضرت تھانویؒ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ شب معراج اس سے مستثنیٰ ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دیدار پر انوار سے آخرت میں ہم سب کو نوازیں۔ اور دنیا میں ہمیں اپنے نبی پاک کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً وباطناً پابند رکھیں۔ مفسدوں کی راہ سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمادیں۔ اور غیر شرعی ولایعنی امور پر چلنے سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ

قَالَ	يٰمُوْسٰى	اِنِّىْ	اصْطَفَيْتُكَ	عَلَى	النَّاسِ	بِرِسٰلٰتِىْ	وَبِكَلَامِىْ	فَخُذْ	مَآ اٰتَيْتُكَ
کہا	اے موسیٰ	بیشک میں	میں نے تجھے چن لیا	پر	لوگ	اپنے پیغام (جمع)	اور اپنے کلام سے	پس پکڑ لے	جو میں نے تجھے دیا

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تمکو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تمکو میں نے عطا کیا ہے اسکو لو اور شکر کرو۔

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا

وَكُنْ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	وَكَتَبْنَا	لَهٗ	فِى	الْاَلْوَاحِ	مِنْ	كُلِّ شَىْءٍ	مَوْعِظَةً	وَ	تَفْصِيْلًا
اور رہو	سے	شکرگزار (جمع)	اور ہم نے لکھدی	اسکے لئے	میں	تختیاں	سے	ہر چیز	نصیحت	اور	تفصیل

اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل انکو لکھ کر دی تو اِن کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو

لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

لِكُلِّ شَىْءٍ	فَخُذْهَا	بِقُوَّةٍ	وَاْمُرْ	قَوْمَكَ	يَاْخُذُوْا	بِاَحْسَنِهَا	سَاُورِيْكُمْ	دَارَ الْفٰسِقِيْنَ
ہر چیز کی	پس تو اسے پکڑ لے	قوت سے	اور حکم دے	اپنی قوم	وہ پکڑیں (اختیار کریں)	اسکی اچھی باتیں	عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا	نافرمانوں کا گھر

کہ اِنکے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

سَاَصْرِفُ	عَنْ	اٰيٰتِىَ	الَّذِيْنَ	يَتَكَبَّرُوْنَ	فِى الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَاِنْ	يَرَوْا	كُلَّ اٰيَةٍ
میں عنقریب پھیر دوں گا	سے	اپنی آیات	وہ لوگ جو	تکبر کرتے ہیں	زمین میں	ناحق	اور اگر	وہ دیکھ لیں	ہر نشانی

جو دُنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا انکو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ

لَا يُؤْمِنُوْا	بِهَا	وَاِنْ	يَرَوْا	سَبِيْلَ	الرُّشْدِ	لَا يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	وَاِنْ	يَرَوْا	سَبِيْلَ
نہ ایمان لائیں	اس پر	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ	ہدایت	نہ پکڑیں (اختیار کریں)	راستہ	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ

اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسکو اپنا طریقہ نہ بناویں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسکو اپنا طریقہ بنالیں یہ اس سبب سے ہے کہ

الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ

الْغَىِّ	يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَ	الَّذِيْنَ
گمراہی	اختیار کرلیں اسے	راستہ	یہ	اس لئے کہ انہوں نے	جھٹلایا	ہماری آیات	اور تھے	اس سے	غافل (جمع)	اور	جو لوگ

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآءِ	الْاٰخِرَةِ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	هَلْ	يُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور ملاقات	آخرت	ضائع ہو گئے	انکے عمل	کیا	وہ بدلہ پائیں گے	مگر	جو	وہ کرتے تھے

اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا انکے سب کام غارت گئے انکو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ کو تورات کا عطاء ہونا اور بنی اسرائیلیوں کے لئے خصوصی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ دیدار جس کی تم نے درخواست کی تھی نہ ہو سکا تو نہ سہی۔ یہ شرف اور امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تم کو پیغمبر بنایا۔ بلاواسطہ تم سے کلام فرمایا اور تورات عطا کی۔ سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی اس کو لیجئے اور ان بندوں میں شامل رہیے جنہیں خدا نے "شاکرین" کے امتیازی لقب سے نوازا ہے۔ اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی اور جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی اس کے حکم کے ساتھ عطا کی گئی کہ خود بھی ان احکام پر مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور اپنی قوم کو بھی سمجھائیں کہ ان بہترین ہدایات پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہیں اور اس حکم کے بعد فرمایا کہ عنقریب میں تمہیں فاسقوں یعنی نافرمانوں کے گھر دکھلاؤں گا۔

اس جملہ کی تفسیر مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے یہ تشریح کی ہے کہ آگے چل کر عاد و ثمود اور دوسری گذشتہ تباہ شدہ قوموں کی ویران بستیاں دکھلاؤں گا کہ کیسی تباہ اور ویران پڑی ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر عبرت و نصیحت ہو کہ فسق و فجور اور نافرمانی و گمراہی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جملہ سأوريكم دار الفسقين سے بنی اسرائیل کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ پختگی اور عزم کے ساتھ قانون الٰہی کی پابندی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں اگر نافرمانی کریں گے تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلایا جائے گا یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی اور بعض مفسرین نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے جو نافرمان قوم عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ جملہ بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہوگا کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کرو گے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دیئے جائیں گے اور تم کو یہ دکھلا دوں گا کہ خدا دشمنوں کے مکانات کا دوستوں کو کیسے وارث بناتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آگے مزید ہدایات دی جا رہی ہیں کہ یہ میرا قانون فطرت ہے کہ جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں اور نخوت اور غرور ان کو اجازت نہیں دیتا کہ احکام الٰہی کو قبول کریں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ پھر ان سے نفع اٹھانے کی انہیں توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی خدائی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں مگر ٹس سے مس نہ ہوں۔ ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو اس پر نہ چلیں۔ ہاں گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ یہ نتیجہ تکذیب کی عادت اور غفلت کی خصلت سے پیدا ہوتا ہے کہ دل مسخ ہو جاتا ہے۔

آگے مزید ہدایت دی جا رہی ہے کہ انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے والے آیات الٰہیہ کی تکذیب کرنے والے اور قیامت کا انکار کرنے والے اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ نیکیاں کی ہوں گی تو ان کی جزا ان کو ملے گی۔ ایسی بے ضابطہ اور خلاف قاعدہ بھلائیاں بھی قابل اعتبار نہیں۔ کفر و شرک اور انکار و اعراض کے ساتھ تمام اعمال خیر آخرت میں رائیگاں اور ضائع اور غیر مفید اور لاحاصل ہونے والے ہیں۔ اور ان کا رائیگاں اور ضائع ہونا خود انہی کے کرتوت یعنی تکذیب اور اعراض کی پاداش میں ہے۔

مقصود ان آیات سے تنبیہ و تاکید ہے کہ آیات خداوندی کے مشاہدہ کے بعد ان سے غفلت اور اعراض تباہی و بربادی کا موجب ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں اپنے تمام اعمال کتاب اور سنت کے موافق کرنے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے توفیق عطا ہو۔ ہماری سعی اور عمل آخرت میں بارآور ہوں۔ یا اللہ احکام الٰہیہ کی مخالفت اور کتاب و سنت سے مقابلہ کی گمراہی سے ہم سب کو محفوظ فرما اور تمام امت مسلمہ کو ہدایت کے راستوں پر چلنے اور گمراہی کے راستوں سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

وَاتَّخَذَ	قَوْمُ	مُوْسٰى	مِنْۢ بَعْدِهٖ	مِنْ	حُلِيِّهِمْ	عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ	اَلَمْ يَرَوْا	اَنَّهٗ
اور بنایا	قوم	موسیٰ	اسکے بعد	سے	اپنے زیور	ایک بچھڑا	ایک دھڑ	اسمیں	گائے کی آواز	کیا نہ دیکھا انہوں نے	کہ وہ

اور موسیٰ کی قوم نے انکے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھیرا لیا جو کہ ایک قالب تھا جسمیں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ

لَا يُكَلِّمُهُمْ	وَلَا يَهْدِيْهِمْ	سَبِيْلًا	اِتَّخَذُوْهُ	وَ	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ	وَ	لَمَّا	سُقِطَ + فِيْٓ + اَيْدِيْهِمْ
نہیں کلام کرتا ان سے	اور نہیں دکھاتا انہیں	راستہ	انہوں نے بنالیا	اور	وہ ظالم تھے	اور	جب	گرے اپنے ہاتھوں میں (نادم ہوئے)

اور نہ انکو کوئی راہ بتلاتا تھا اسکو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑا ظلم اور بے ڈھنگا کام کیا۔اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

وَرَاَوْا	اَنَّهُمْ	قَدْ ضَلُّوْا	قَالُوْا	لَئِنْ	لَّمْ يَرْحَمْنَا	رَبُّنَا	وَيَغْفِرْ لَنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور دیکھا انہوں نے	کہ وہ	تحقیق گمراہ ہوگئے	وہ کہنے لگے	اگر	رحم نہ کیا ہم پر	ہمارا رب	اور (نہ) بخش دیا	ضرور ہوجائینگے ہم	سے	خسارہ پانیوالے

واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑگئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گذرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور بنی اسرائیلیوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی

جمہور مفسرین کی تفسیر کے مطابق اور قرآن پاک کی دوسری آیات کو جہاں اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر توراۃ لینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل سے یہ فرمایا کہ میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے۔ مدت پوری ہونے پر تمہارے پاس واپس آؤں گا۔میرے بھائی ہارونؑ تمہارے پاس موجود ہیں۔ یہ تمہارے حال کے نگراں رہیں گے مگر طور پر جاکر وہ مدت بجائے تیس دن کے چالیس دن کی ہوگئی۔اور اس دس روز کی تاخیر سے بنی اسرائیل میں اضطراب پیدا ہونے لگا۔بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری سنار تھا۔اس نے جب یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی تاخیر سے مضطرب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ اگر تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے کر آؤ جو تم نے مصریوں سے مستعار لئے تھے اور پھر واپس نہ کرسکے تو میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کردوں۔سامری کے دل میں کفر وشرک کی نجاست بھری ہوئی تھی۔پس جب بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات لاکر اس کے حوالہ کردیئے تو اس نے ان کو بھٹی میں ڈال کر گلا دیا اور اس سے ایک گوسالہ یعنی گائے کا بچھڑا تیار کیا اور اس کے پیٹ کے اندر ایک مشت خاک ڈال دی جس سے بچھڑے میں آثار حیات پیدا ہوگئے اور بچھڑے کی سی بھائیں بھائیں آواز کرنے لگا۔اب سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ موسیٰ سے غلطی اور بھول ہوگئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر گئے۔تمہارا معبود تو یہ موجود ہے۔یہ گذشتہ آیات میں ایک جگہ بیان ہوچکا ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد راستہ میں جب ایک بت پرست قوم پر بنی اسرائیل کا گزر ہوا تھا تو ان کو دیکھ کر ان کا دل بھی للچایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرنے لگے تھے کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود تجویز کردیجئے مگر حضرت موسیٰ کی ڈانٹ اور تنبیہ سے چپ ہو رہے تھے۔پھر صدیوں تک فرعون کی غلامی نے بنی اسرائیل میں مشرکانہ رسوم وعقائد کو پھیلا دیا تھا اور وہ اس رنگ میں کافی حد تک رنگے جاچکے تھے۔گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اور فرعونی حکومت میں بنی اسرائیل بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے۔اب سامری نے جب بنی اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے

بنائے ہوئے بچھڑے کو اپنا معبود سمجھیں اور اس کی پرستش کریں تو بنی اسرائیل نے بآسانی اس کو قبول کر لیا۔ لکھا ہے کہ مصر سے نکلتے وقت حضرت جبرئیلؑ ایک روز سوار کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ سامری کو کسی ڈھب سے یہ معلوم ہو گیا جب جبرئیل علیہ السلام واپس جانے لگے تو اس نے دیکھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا قدم پڑتا ہے وہ جگہ سبز ہو جاتی ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ خاک حیات بخش ہے بس فوراً تھوڑی سی خاک لے کر رکھ لی اور یہی خاک اس نے گھڑے ہوئے بچھڑے کے پیٹ میں ڈالی تھی جس سے وہ اچھا خاصہ زندہ گوسالہ معلوم ہونے لگا اور اس سے آواز نکلنے لگی بنی اسرائیل نے یہ عجیب واقعہ دیکھا تو چونکہ محسوس پرستی کے خوگر تھے بلا تامل اس بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی کا راستہ ہے مگر انہوں نے ہارون علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آ جائیں ہم اس سے باز آنے والے نہیں اور اپنی حماقت سے ایک خود ساختہ ڈھانچے میں سے گائے کی سی آواز سن لینے پر مفتون ہو گئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے حالانکہ اس کے بے معنیٰ آواز میں نہ کوئی کلام و خطاب تھا۔ نہ دینی یا دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے کہ شان الوہیت کسی عاجز مخلوق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام تھا کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی جیسے اس سے پیشتر بھی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کر چکے تھے۔ یہاں جب بنی اسرائیل میں یہ نوبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کرنا مناسب جانا اور موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے قوم کو چھوڑ کر یہاں آنے میں اتنی جلدی کیوں کی۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا "خدایا اس لئے کہ تیرے پاس جلدی حاضر ہو کر قوم کے لئے ہدایت اور قانون شریعت حاصل کروں"۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو بتایا کہ جس کی ہدایت کے لئے تم اس قدر مضطرب ہو وہ اس گمراہی میں مبتلا ہے اور اس نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف واپس ہوئے اور پھر قوم سے اور اس کے بعد اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے اور پھر سامری سے سختی سے اس معاملہ کی باز پرس کی۔

بنی اسرائیل کی سزا، ندامت اور بخشش

سورۂ بقرہ میں ان واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور وہاں یہ ذکر ہوا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس معاملہ میں باز پرسی اور مواخذہ سے فارغ ہوئے تو حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع ہوئے اور عرض کیا کہ بنی اسرایل کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا کیا ہے؟ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور ان کے لئے ایک دوسرے کو آپس میں قتل کی سزا تجویز ہوئی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ان کو اپنی گمراہی پر پشیمانی ہوئی اور بڑی توبہ استغفار کی اور موسیٰ علیہ السلام بھی درگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا بارالہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطاؤں کو بخش دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصور وار ہیں ان کی بھی خطا معاف کر دی۔ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

دعا کیجئے

ان قرآنی واقعات سے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نصیحت و عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً و باطناً اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ اور ہم سے اس میں جواب تک کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرماویں اور دنیا و آخرت میں ہماری ان کوتاہیوں پر گرفت نہ فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ ۚ

وَ	لَمَّا	رَجَعَ	مُوْسٰى	اِلٰى قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ	اَسِفًا	قَالَ	بِئْسَمَا	خَلَفْتُمُوْنِيْ	مِنْ بَعْدِيْ
اور	جب	لوٹا	موسیٰ	اپنی قوم کی طرف	غصہ میں بھرا ہوا	رنجیدہ	اس نے کہا	کیا بُری	تم نے میری جانشینی کی	میرے بعد

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ

اَعَجِلْتُمْ	اَمْرَ	رَبِّكُمْ	وَاَلْقَى	الْاَلْوَاحَ	وَاَخَذَ	بِرَاْسِ	اَخِيْهِ	يَجُرُّهٗ	اِلَيْهِ	قَالَ	ابْنَ اُمَّ
کیا جلدی کی تم نے	حکم	اپنا پروردگار	ڈال دیں	تختیاں	اور پکڑا	سر	اپنا بھائی	اسے کھینچنے لگا	اپنی طرف	وہ بولا	اے میرے ماں جائے

کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انکو اپنی طرف گھسیٹنے لگے ہارونؑ نے کہا

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ

اِنَّ	الْقَوْمَ	اسْتَضْعَفُوْنِيْ	وَكَادُوْا	يَقْتُلُوْنَنِيْ	فَلَا تُشْمِتْ	بِيَ	الْاَعْدَآءَ	وَلَا تَجْعَلْنِيْ	مَعَ
بیشک	قوم (لوگ)	کمزور سمجھا مجھے	اور قریب تھے	مجھے قتل کر ڈالیں	پس خوش نہ کر	مجھ پر	دشمن (جمع)	اور مجھے نہ بنا	ساتھ

کہ اے میرے ماں جائے ان لوگوں نے مجھکو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھکو ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو۔

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۱۵۱

الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ	قَالَ	رَبِّ	اغْفِرْ لِيْ	وَلِاَخِيْ	وَاَدْخِلْنَا	فِيْ رَحْمَتِكَ	وَاَنْتَ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
قوم (لوگ)	ظالم (جمع)	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے بخش دے	اور میرا بھائی	اور ہمیں داخل کر	اپنی رحمت میں	اور تو	سب سے زیادہ رحم کرنیوالا

موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرما دے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ناراضگی

گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل میں بچھڑے کی پرستش شروع کر دینے کا حال بیان کیا گیا تھا جس کی اطلاع حق تعالیٰ نے کوہ طور ہی پر موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی دیدی تھی کہ سامری نے تمہاری قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور بچھڑے کی پرستش شروع کرا دی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ اطلاع پا کر سخت غضبناک ہوئے اور اپنی قوم کی نادانی پر سخت افسوس ہوا اور اس حال میں توراۃ کی تختیاں لے کر قوم کی طرف لوٹے اور آتے ہی غضب اور افسوس دونوں کا اظہار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور قوم کا حال خراب پایا تو قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے کوہ طور پر جانے کے بعد تم یہ کیا حرکت کر بیٹھے۔ جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا تھا یعنی توحید خداوندی اس کی جگہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ میں تو طور پر تمہارے لئے پروردگار سے احکام ہی لینے گیا تھا۔ تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کچھ ایسا بہت زمانہ تو نہیں گزر گیا تھا کہ جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی کا گمان کر کے اس قدر افروختہ اور دینی

حمیت اور جوش سے اس قدر بے قابو اور متاثر ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ حضرت ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو۔ ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بنا پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت یہ خیال گزر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کوہ طور پر جانے سے پہلے کر گئے تھے۔ بے شک ہارون علیہ السلام نبی اور عمر میں بھی بڑے تھے مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی وانتظامی حیثیت سے ہارون علیہ السلام کو ان کا تابع اور وزیر بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت وحکومت کا ظہور ہوا۔ گویا ان کی طرف سے یہ دار وگیر اور سخت باز پرس اس گمان پر تھی کہ ہارون علیہ السلام نے قوم کو اس حرکت سے باز کیوں نہیں رکھا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اسی فرط غضب اور ہنگامہ دار وگیر میں وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے انہیں مرحمت ہوئی تھیں۔ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ ایک طرف رکھ دیں اور ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ لیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا عذر

تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بھائی میری بالکل خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آ جائیں ہم تمہاری بات سننے والے نہیں۔ بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جائے اور مومنین کاملین اور ان کے درمیان جنگ برپا ہو تو کہیں مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لئے میں خاموشی کے ساتھ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میرے بھائی اب آپ ایسا معاملہ کر کے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب اور غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شمار نہ کیجئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ معقول بیان سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی جانب سے تو فرو ہو گیا اور دل نرم ہوا اور حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ اے میرے رب شدت غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی خطا مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں آپ معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی اس سے بھی درگزر فرمایئے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر لیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ دینی جوش میں ایسا غصہ جو اہل اللہ کو پیش آتا ہے بد خلقی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال شرعی عذر ہے۔ نیز یہ غلبہ حال کبھی کبھی کاملین کو بھی پیش آتا ہے۔ ہارون علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی نہ ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مواخذہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کاملین سے بھی اجتہادی لغزش ہو جاتی ہے جس کی مثالیں اور بھی انبیاء اور اولیاء کے حالات میں ملتی ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمایئے۔ یَااللہ حق کی حمایت اور باطل کی رد میں رشتہ وقرابت ہمارے لئے کوئی چیز نہ ہو۔ یَااللہ دین پر استقامت۔ اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور شریعت اسلامیہ کی پابندی ہم سب کو اور تمام امت مسلمہ کو نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ

إِنَّ	الَّذِينَ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ	سَيَنَالُهُمْ	غَضَبٌ	مِّن رَّبِّهِمْ	وَذِلَّةٌ	فِي	الْحَيَوٰةِ	الدُّنْيَا	وَكَذٰلِكَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا	بچھڑا	عنقریب انہیں پہنچے گا	غضب	انکے رب کا	اور ذلت	میں	زندگی	دنیا	اور اسی طرح

جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد انکے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افتراء پردازوں کو

نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَاٰمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ

نَجْزِي	الْمُفْتَرِينَ	وَالَّذِينَ	عَمِلُوا	السَّيِّاٰتِ	ثُمَّ	تَابُوا	مِن بَعْدِهَا	وَاٰمَنُوا	إِنَّ	رَبَّكَ
ہم سزا دیتے ہیں	بہتان باندھنے والے	اور جن لوگوں نے	عمل کئے	بُرے	پھر	توبہ کی	اسکے بعد	اور ایمان لائے	بیشک	تمہارا رب

ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ۔اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ انکے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں تو تمہارا رب

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ

مِن بَعْدِهَا	لَغَفُورٌ	رَّحِيمٌ	وَ	لَمَّا	سَكَتَ	عَن	مُّوسَى	الْغَضَبُ	أَخَذَ	الْأَلْوَاحَ
اسکے بعد	بخشنے والا	مہربان	اور	جب	ٹھہرا (فرو ہوا)	سے ۔ کا	موسیٰ	غصہ	لیا ۔ اٹھالیا	تختیاں

اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کردینے والا رحمت کرنیوالا ہے ۔ اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا

وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

وَ	فِي نُسْخَتِهَا	هُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّلَّذِينَ	هُمْ	لِرَبِّهِمْ	يَرْهَبُونَ	
اور	انکی تحریر میں	ہدایت	اور رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	وہ	اپنے رب سے	ڈرتے ہیں	

اور انکے مضامین میں اُن لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی سزا

گوسالہ پرستی کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے کہ ان گوسالہ پرستوں کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ حق تعالیٰ نے جو جواب عنایت فرمایا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش کی ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت دونوں اسی دنیا میں نازل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کی جو اپنی طرف سے عبادت کے طریقہ گھڑ کر اسے دین میں داخل کرتے ہیں اور پھر اسی کو دین سمجھتے ہیں یہی سزا ہے۔ یہ لوگ دین پر جھوٹ کا ملمع چڑھاتے ہیں اور اس کو ہنسی وکھیل بنانا چاہتے ہیں کہ جو جس کے دل میں آئے کر بیٹھے۔ ایسے لوگ انسانوں کے لئے گمراہی کا راستہ کھولتے ہیں اور دین کو اپنی مرضی اور من چاہی خواہش کا تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے خالص توبہ کے بغیر کوئی بخشے جانے کی صورت نہیں۔ ہاں جن لوگوں نے اللہ کے مقرر کردہ قاعدہ کے موافق توبہ کر لی اور اپنے خلوص اور صدق کا ثبوت دے دیا اور ایمان دار بن گئے تو اللہ تعالیٰ ایسی توبہ کے بعد ان کو معاف کردے گا اور ان پر رحم فرمائے گا یعنی آخرت میں ان کو عذاب نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی

25 اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے جو توبہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اس کا ذکر سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۵۴) میں گزر چکا ہے۔ کہ بچھڑا پوجنے والوں کو وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔

قانون الٰہی

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں کی دنیوی سزا یعنی غضب اور ذلت بیان فرما کر جو کذلک نجزی المفترین فرمایا ہے یعنی افتراء پردازوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں تو یہ قانون قدرت صرف گوسالہ پرستوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کوئی افتراء پرداز ہو۔ غیر اللہ کی پرستش ظلم اور ناحق شناسی کی وجہ سے اس کو ایسی ہی سزا دی جاتی ہے۔ اس میں عرب کے مشرکوں کو بھی تہدید ہے جو سانڈ بتوں کے نام پر چھوڑا کرتے تھے۔ تیروں سے فال لیا کرتے۔ مردار کو کھایا کرتے۔ ننگے بدن طواف کعبہ کیا کرتے اور بت پرستی کرتے اور اس سب کو دین سمجھتے کہ اگر اس سے توبہ نہیں کرو گے اور ایمان نہیں لاؤ گے تو یہی دونوں سزا یعنی غضب و ذلت تم کو بھی پہنچے گی۔

اہل بدعت ذلیل ہوں گے

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وعید کذلک نجزی المفترین میں اسلام کے اہل بدعت واہل ہوا بھی شامل ہیں جو شریعت اسلامیہ کے عقائد و عبادات۔ اعمال و رسوم میں اپنی طرف سے اختراع کرتے اور ان کو دین اور احکام اسلامی جانتے ہیں۔ حضرت مالک بن انسؓ فرماتے ہیں کہ ہر اہل بدعت کے سر پر ذلت سوار ہوگی اگر چہ اس کو شعور نہ ہو کیونکہ دین میں بدعت پیدا کرنے والا افتراء پرداز ہے۔

آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا اور جوش غضب جاتا رہا تو انہوں نے ان تختیوں کو اٹھا لیا جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی اور اس نسخہ توریت میں ہدایت و رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمائیے۔

یَااللہ ہم سے جو احکام کی فرمانبرداری میں گذشتہ کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق کاملہ عطا فرما تا کہ آپ کی مغفرت و رحمت نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

وَاخْتَارَ	مُوْسٰى	قَوْمَهٗ	سَبْعِيْنَ	رَجُلًا	لِّمِيْقَاتِنَا	فَلَمَّآ	اَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	قَالَ	رَبِّ	لَوْ شِئْتَ
اورچن لئے	موسیٰ	اپنی قوم	ستر (۷۰)	مرد	ہمارے وعدہ کے وقت کیلئے	پھر جب	انہیں پکڑا	زلزلہ	اس نے کہا	اے میرے رب	اگر تو چاہتا

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کیلئے منتخب کئے سو جب انکو زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰ عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپکو یہ منظور ہوتا

اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ

اَهْلَكْتَهُمْ	مِنْ قَبْلُ	وَاِيَّايَ	اَتُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ	السُّفَهَآءُ	مِنَّا	اِنْ هِيَ	اِلَّا	فِتْنَتُكَ	تُضِلُّ
انہیں ہلاک کردیتا	اس سے پہلے	اور مجھے	کیا تو ہمیں ہلاک کریگا	اس پر جو	کیا	بیوقوف (جمع)	ہم میں سے	یہ نہیں	مگر	تیری آزمائش	تو گمراہ کرے

تو آپ اس کے قبل ہی انکو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے یہ واقعہ محض آپکی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جسکو آپ چاہیں

بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝۱۵۵

بِهَا	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَهْدِيْ	مَنْ	تَشَآءُ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْغَافِرِيْنَ
اس سے	جس	تو چاہے	اور ہدایت دے	جو۔جس	تو چاہے	تو	ہمارا کارساز	سو ہمیں بخشدے	اور ہم پر رحم فرما	اور تو	بہترین	بخشنے والا

گمراہی میں ڈال دیں اور جسکو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ

وَاكْتُبْ	لَنَا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَ	فِي الْاٰخِرَةِ	اِنَّا	هُدْنَآ	اِلَيْكَ	قَالَ	عَذَابِيْٓ	اُصِيْبُ
اورلکھدے	ہمارے لئے	میں	اس	دنیا	بھلائی	اور	آخرت میں	بیشک ہم	ہم نے رجوع کیا	تیری طرف	اس نے فرمایا	اپنا عذاب	میں پہنچاتا ہوں

اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھدیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپکی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

بِهٖ	مَنْ	اَشَآءُ	وَرَحْمَتِيْ	وَسِعَتْ	كُلَّ شَيْءٍ	فَسَاَكْتُبُهَا	لِلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ
اسکو	جس	میں چاہوں	اور میری رحمت	وسیع ہے	ہر شے	سو میں عنقریب وہ لکھدوں گا	ان کیلئے جو	ڈرتے ہیں	اور دیتے ہیں	زکوٰۃ

کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۶

اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِنَا	يُؤْمِنُوْنَ
اور وہ جو	وہ	ہماری آیات پر	ایمان رکھتے ہیں

توراۃ پر یہودیوں کا اعتراض اور اس کا ازالہ

گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کا گائے کے بچھڑے کی پرستش کا واقعہ اور اس کے احوال کا بیان ہوا تھا۔ جب یہ گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توریت کے احکام سنائے اور ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت اور دینی و دنیوی زندگی کی فلاح کے لئے یہ توراۃ مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل کرو۔ بنی اسرائیل بہرحال بنی اسرائیل تھے جن کی اکثریت کے ضمیر میں شک و شبہ و نافرمانی رچی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں تو یقین کیا جائے۔

قوم کے ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا

بہرحال بنی اسرائیل کے مطالبہ کے متعلق موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں سے کچھ آدمی اور سربراہ جن کو قوم معتبر سمجھتی ہو منتخب کر کے ان کو کوہ طور پر لے آیئے ہم انہیں سنا دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس کے لئے ایک وقت معین کیا گیا۔ اسی کے متعلق ان آیات میں احوال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے ستر سرداروں کو چن کر ساتھ لیا اور کوہ طور پر پہنچے۔ طور پر ایک سفید بادل کی طرح نور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی شروع ہوگئی حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ آپ بنی اسرائیل کے حالات کے دانا و بینا ہیں۔ میں ان کی ضد پر ستر آدمی انتخاب کر کے لایا ہوں۔ کیا اچھا ہو کہ وہ بھی اس "حجاب نور" سے میری اور آپ کی ہم کلامی کو سن لیں اور قوم کے پاس جا کر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ان ستر سرداروں کو بھی حجاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ اور رب العالمین کی ہم کلامی کو سنا۔

ستر سرداروں کی گستاخی پر سزائے موت

پھر جب پردۂ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰ اور سرداروں کے درمیان بات چیت ہوئی تو ان ستر سرداروں نے کہا کہ اے موسیٰ پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے۔ جب تک خدا کو ہم بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں ہم کو یقین نہیں آ سکتا۔ اس احمقانہ اصرار اور ضد پر غیرت الٰہی نے ان کو اس گستاخی پر یہ سزا دی کہ نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی اور وہ سب مر کر رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا
اور ستر آدمیوں کا دوبارہ زندہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو گھبرائے کہ بنی اسرائیل شکی مزاج کے ہیں ہی یوں کہیں گے کہ حیلہ سے ۷۰ سرداروں کو موسیٰ نے خدا جانے کہاں لے جا کر ہلاک کر دیا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عاجزی کے ساتھ دعا مانگی کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا ہے تو ان سب کے ساتھ مجھ کو بھی ہلاک کر دے کہ میں ہی انہیں لے کر آیا۔ یہاں بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الٰہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے یہاں بلا کر محض بعض بے وقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دیں یقیناً یہ منظر آپ کی طرف سے ہماری آزمائش اور امتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اس قسم کے خطرناک مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ کی ہی ذات سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگزر فرماویں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی غلطیوں اور خطاؤں کا شکار نہ ہونے دیں۔ آپ ہی ہم سب کے حقیقی اور اصلی مالک ہیں۔ آپ فیصلہ فرماویں کہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہو اور آخرت میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور ان ستر سرداروں کا قصور معاف کر دیا گیا اور خدا نے انہیں از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ستر سرداروں کی معافی کی درخواست کی جو آپ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور عموماً اپنی ساری قوم کے لئے رحمت اور دین دنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اول تو مطلقاً میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے چنانچہ میں اپنا عذاب اور غضب تو اسی پر واقع کرتا ہوں اور اسی کو پہنچاتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور میری رحمت ایسی عام ہے کہ ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ یعنی خدا کی جانب سے جو عذاب آتا ہے وہ خاص حالات کے ماتحت ہوتا ہے ورنہ "رحمت" اس کی ازلی اور ابدی صفت ہے۔ اس لئے اس کی رحمت ہر شے پر عام ہے اور کائنات میں سے ایک شے بھی ایسی نہیں جو اس کی صفت رحمت سے خالی ہو۔ گویا تمام کائنات میں اصل چیز رحمت خداوندی ہے جس پر سارا نظام عالم قائم ہے اور اس میں عذاب صرف اسی وقت نمودار ہوتا ہے جب بندوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے ورنہ کوئی چیز رحمت الٰہی سے بے بہرہ نہیں۔ دیکھ لیجئے عدم سے خدا وجود دیتا ہے۔ پھر رزق، صحت، نعمت و عافیت، آگ، پانی ہوا۔ روشنی جسمانی قوتیں اور ادراکی طاقتیں، مال دولت، حکومت سلطنت سب کچھ خدا نے دیا۔ ہر وقت نگرانی و حفاظت کے لئے غیبی مخلوق کو مامور کیا اس میں کافر، مسلم، نیک و بد کسی کی تخصیص نہیں۔

دنیا و آخرت کی عزت کے مستحق لوگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ جو بنی اسرائیل کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور دونوں جہان کی عزت نصیب ہو تو یہ رحمت ہم نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دی ہے جن میں تین صفات ہوں۔ ایک تقویٰ کرنا، یعنی جو اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچتے ہیں اور جن امور کی شریعت اور قوانین الٰہیہ میں ممانعت کر دی ہے ان سے اجتناب رکھتے ہیں خواہ ان امور کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ دوسرے جو اپنے مال کا کچھ حصہ ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کو دیتے رہتے ہیں یعنی وہ سارے اچھے اور نیک کام جو مال سے متعلق ہیں جیسے صدقہ خیرات، اقارب کے ساتھ سلوک وغیرہ یہ کرتے ہیں۔ تیسرے جو ہماری آیتیں اور نشانیاں دیکھ کر ہمیں پہچان لیتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ اور ہمارے احکام پر یقین کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اپنے خاص فضل و کرم سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنی رحمت خاصہ سے نواز دیجئے۔ اور ایمان و یقین اور تقویٰ و اطاعت کی دولت عطا فرما دیجئے اور دین و دنیا دونوں جہان کی عزت اور سرفرازی نصیب فرما دیجئے۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اپنے غصہ و غضب سے مامون و محفوظ فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

الَّذِيْنَ	يَتَّبِعُوْنَ	الرَّسُوْلَ	النَّبِيَّ	الْاُمِّيَّ	الَّذِيْ	يَجِدُوْنَهٗ	مَكْتُوْبًا	عِنْدَهُمْ	فِي	التَّوْرٰىةِ
وہ لوگ جو	پیروی کرتے ہیں	رسول	نبی	امی	وہ جو۔جس	اسے پاتے ہیں	لکھا ہوا	اپنے پاس	میں	توریت

جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنکو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

وَالْاِنْجِيْلِ	يَاْمُرُهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهٰهُمْ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَيُحِلُّ	لَهُمُ	الطَّيِّبٰتِ
اور انجیل	وہ حکم دیتا ہے اُنہیں	بھلائی	اور روکتا ہے اُنہیں	سے	بُرائی	اور حلال کرتا ہے	ان کیلئے	پاکیزہ چیزیں

وہ انکو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں او بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ

وَيُحَرِّمُ	عَلَيْهِمُ	الْخَبٰٓئِثَ	وَيَضَعُ	عَنْهُمْ	اِصْرَهُمْ	وَالْاَغْلٰلَ	الَّتِيْ	كَانَتْ	عَلَيْهِمْ	فَالَّذِيْنَ
اور حرام کرتا ہے	ان پر	ناپاک چیزیں	اور اُتارتا ہے	ان سے	انکے بوجھ	اور طوق	جو	تھے	ان پر	پس جولوگ

اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے انکو دور کرتے ہیں سو جولوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں

اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اٰمَنُوْا بِهٖ	وَعَزَّرُوْهُ	وَنَصَرُوْهُ	وَاتَّبَعُوا	النُّوْرَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	مَعَهٗٓ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ
ایمان لائے اس پر	اور اسکی رفاقت (حمایت کی)	اور اس کی مدد کی	اور پیروی کی	نُور	جو	اُتارا گیا	اسکے ساتھ	وہی لوگ	وہ	فلاح پانے والے

اور انکی حمایت کرتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں

رحمت الٰہیہ کے حصول کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کچھ تو گذشتہ آیات میں بیان ہوا اور کچھ ابھی آگے آئے گا۔ مگر درمیان میں بمناسبت مضمون استجابت دعاء موسیٰ علیہ السلام کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے اہل کتاب کو سنانے کے لئے ایک مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیچ میں لایا جاتا ہے جس میں آنحضرتؐ کے اتباع واطاعت کی تلقین فرمائی جاتی ہے جو اس آیت اور اگلی دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو اوپر کے مضمون سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے سزاوار وہی لوگ ہوں گے۔ جو متقی یعنی خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اس کی نافرمانی سے باز رہنے والے۔ اللہ کے لئے مال خرچ کرنے والے اور اللہ کی نشانیوں اور آیتوں پر ایمان ویقین لانے والے ہوں گے۔ تو اب جبکہ پیغمبر اسلام نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت آشکارا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے مصداق وہی لوگ ہوں گے جو سچائی سے فرمان الٰہی کے مطابق آپ ﷺ کی اطاعت اختیار کریں گے۔ بالخصوص جبکہ علاوہ اور دلائل اثبات نبوت محمدیہؐ کے توریت اور انجیل میں بھی آپ کی نبوت کی پیشین گوئی موجود ہے اس لئے اہل کتاب کو خصوصاً اب عدم اطاعت کا کوئی عذر نہیں یہاں اس ایک آیت میں تو یہ مضمون خاص اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے مناسب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو صفات۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے ۹ صفات حسب ذیل بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت رسول: رسول کے لفظی معنی ہیں قاصد' شریعت کی اصطلاح میں رسول وہ ہے جس کو اللہ نے شریعت جدیدہ دے کر مبعوث فرمایا ہوتا کہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔

دوسری صفت نبی: نبی کے لفظی معنی ہیں خبر پہنچانے والا۔ شرعی اصطلاح میں نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے جمہور کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے: ''جس کو اللہ سے وحی آئی وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص امت رکھتے ہیں یا کتاب وہ رسول ہیں۔''

تیسری صفت امی: مفسرین نے لفظ امی کے کئی معنی تحریر کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ امی وہ ہے جو امت عرب کی صفت پر ہو۔ بے پڑھا لکھا ہونا عرب کی مخصوص صفت تھی جس میں وہ دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔ بعض کے خیال میں امی ام بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے یعنی آپ پیدائشی حالت پر ہوں گے جس طرح بچہ ماں سے پیدا ہونے کے وقت تمام گناہوں سے پاک اور ہر قسم کے معاصی سے صاف ہوتا ہے اس طرح آپ معصوم مطلق ہوں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ امی ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مکہ کے رہنے والے ہوں گے یا جیسا اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ امی سے مراد آپ خود بے لکھے پڑھے ہوں گے۔ کسی سے علم حاصل نہ کیا ہوگا اور کوئی آپ کا استاد نہ ہوگا۔ مگر باوجود اس کے علوم اولین وآخرین کے جامع ہوں گے۔ اسی معنیٰ کو اکثر مفسرین نے ترجیح دی ہے۔

چوتھی صفت تورات وانجیل میں تذکرہ: یعنی آپ کے نام و نسب حلیہ وصفات وحالات وغیرہ کا جابجا تذکرہ اور پیشین گوئیاں انجیل وتورات میں موجود ہوں گی۔ علمائے حدیث نے بروایات متعددہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس کے تمام اوصاف اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آج کل کی مروجہ توریت وانجیل جن میں نہ معلوم کتنی تحریفیں اور ردوبدل ہو چکے ہیں اور اصل کتاب مفقود ہوگئی۔ تاہم اب بھی موجودہ تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشارات کس قدر جلوہ گر ہیں یہ ان عبارتوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جس کی نشاندہی علمائے اسلام نے اس آیت کی تفسیر کے ماتحت کی ہے اور انجیل اور توریت کے الفاظ کو نقل کیا ہے۔

پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کو نیک باتیں تعلیم کریں گے۔

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بری باتوں سے منع کریں گے۔

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال کریں گے۔

آٹھویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ ناپاک اور گندی چیزیں حرام کریں گے۔

مذکورہ بالا چار امور وہ ہیں جن کی تعلیم حضرت آدمؑ سے لے کر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء ومرسلین دیتے چلے آئے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کو روشن کرنے اور کفر ومعاصی کی ظلمت کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن ہر ایک کی تعلیم ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کے لئے مخصوص تھی۔ یہ بات صرف تعلیم محمدیؐ ہی میں ہے کہ جس چیز کے کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اس کے محاسن اور خوبیوں سے کسی زمانہ میں اہل عقل وانصاف نے انکار نہیں کیا آج تک کوئی متعصب مورخ بھی انکار نہ کر سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور وعظ ونصیحت نے دنیا میں کیسا اثر اور انقلاب پیدا کیا کہ عالم تاریک کو منور کر دیا۔ بت پرستی کی جڑ کاٹ دی۔ اخوت' مساوات اور ہمدردی انسانی اور اصلاح عالم کے لئے جو ضابطہ اور قوانین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے اور جو قیامت تک جاری رہیں گے ان میں کوئی تغیر وتبدل ناممکن ہے اگر کیا جائے گا تو اتنا ہی تباہی کی طرف قدم اٹھے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کے کرنے کی ممانعت فرمائی وہ قیامت تک قبیح اور ضرر رساں رہیں گی۔ زنا' قمار بازی' شراب خوری' دغابازی' ظلم' فریب' تعدی' جنگ' چوری وغیرہ جن چیزوں کی ممانعت فرمائی اور جتنی ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام فرمایا وہ سب عقل سلیم کے فطرتی اور پر حکمت اصول پر مبنی ہیں۔

نویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بنی اسرائیل سے ان سخت احکام کے بارگراں کو اتار پھینکے گا اور ان بھاری طوقوں کو دور کردے گا جو موسوی شریعت کی وجہ سے ان کی گردن میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی کتب سابقہ کے ان احکام کو منسوخ کردیں گے جواب مصالح زمانہ کے مناسب نہ ہوں گے۔ دوراسلام سے قبل یہودی طرح طرح کے قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہودیوں پر واجب تھا کہ اگر کوئی غلطی سے نادانستہ بغیر ارادہ کے بھی قتل کردے تب بھی قصاص واجب ہے۔ مقتول کے ورثا خواہ معاف کردیں یا خون بہا کے طالب ہوں تب بھی قصاص ساقط نہیں ہوسکتا۔ جس کپڑے پر نجاست لگ جائے جب تک اتنے حصہ کو کاٹ نہ ڈالا جائے دھونے سے ان کے ہاں پاک نہیں ہوسکتا۔ اسی قسم کی اور سخت تکالیف ہیں جو ملت اسلامیہ نے ساقط کردیں۔

کامیابی کی شرائط

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت میں صرف حضورؐ پر ایمان لے آنے اور آپ کو نبی مان لینے پر فلاح اور کامیابی کا وعدہ اور بشارت نہیں ہے بلکہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی اور بھی تین شرائط بیان کی گئی ہیں جس پر اولٓئک ھم المفلحون یعنی وہی پورے کامیاب ہونے والے ہیں فرمایا گیا۔ وہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ تین شرائط یہ ہیں:۔

پہلی شرط فرمائی عَزَّرُوْہُ جس کے معنیٰ ہیں آپ کی تعظیم کی۔ آپ کو قوت دی آپ کی رفاقت کی۔

دوسری شرط فرمائی نصروہ یعنی دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپ کی مدد کی۔ اب اس میں جانی اور مالی ہر طرح کی مدد شامل ہے۔

تیسری شرط ہے واتبعوا النور الذی انزل معہ' اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ یعنی آپ کی نبوت کے ساتھ جو قرآن اتارا گیا ہے اس کا اتباع کرتے ہیں۔ اتباع کے معنیٰ ہیں تابعداری کرنا۔ حکم ماننا۔ پیروی کرنا۔

ان تین شرائط کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں کے لئے اولٓئک ھم المفلحون فرمایا گیا ہے۔

اب یہ شرائط جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں عائد تھیں۔ اسی طرح اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گی۔ تو اگر ہمیں مفلحون کے گروہ میں داخل ہونا ہے تو آپ پر ایمان لانے اور رکھنے کے ساتھ ان تین شرائط کو بھی اپنے امکان اور استطاعت تک پورا کرنا ہوگا۔ یعنی آپ کی اور آپؐ کے احکام اور ارشادات کی تعظیم کرنی ہوگی۔ دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپؐ کی یعنی آپ کے لائے ہوئے دین کی مدد کرنی ہوگی۔ جان سے بھی اور مال سے بھی۔ اور قرآن پاک کا اتباع اور پیروی صحیح معنیٰ میں کرنی ہوگی۔ اس پر اللہ کا وعدہ پوری پوری فلاح عطا کرنے کا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ تو معلوم ہوا کہ محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور مسلمانی نام رکھ لینا فلاح کا ضامن نہیں بلکہ ان مذکورہ شرائط کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فلاح کا ضامن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان شرائط کو کسی درجہ میں پورا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور دوسروں کو بھی اس دین کو پہچاننے کی سعادت عطا فرما۔ یَااللّٰہ دین اسلام کے مخالفین اور دشمنوں سے ہمیں جہاد کی سچی روح نصیب فرما اور اسلام کے نام کو بلند کرنے کی کسی نہ کسی درجہ میں ہم سب کو ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا اِۨلَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنِّىْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ	جَمِيْعَا	اِۨلَّذِىْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
کہدیں	اے	لوگو	بیشک میں	رسول	اللہ	تمہاری طرف	سب	وہ جو	اسکی	بادشاہت	آسمان (جمع)	اورزمین

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جسکی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	يُحْىٖ	وَيُمِيْتُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهِ	النَّبِىِّ	الْاُمِّىِّ	الَّذِىْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ
نہیں	معبود	مگر	وہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	سوتم ایمان لاؤ	اللہ پر	اوراس کارسول	نبی	اُمّی	وہ جو	ایمان رکھتا ہے	اللہ پر

اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اوروہی موت دیتا ہے سواللہ پر ایمان لاؤ اوراسکے نبی امی پر جوکہ اللہ پر اوراسکے احکام پر ایمان رکھتے ہیں

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

وَكَلِمٰتِهٖ	وَاتَّبِعُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	وَ	مِنْ	قَوْمِ مُوْسٰى	اُمَّةٌ	يَهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	يَعْدِلُوْنَ
اوراسکے سب کلام	اوراسکی پیروی کرو	تاکہ تم	ہدایت پاؤ	اور	سے (میں)	قوم موسیٰ	ایک گروہ	ہدایت دیتا ہے	حق کی	اوراسکے مطابق	انصاف کرتے ہیں

اورانکا اتباع کروتا کہ تم راہ پرآجاؤ۔اورقوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جوحق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اوراُسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

توحیدورسالت پرایمان لانے کی دعوت عام

گذشتہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت بتلا کر آپ کے اتباع کی ترغیب دی گئی تھی اور آپ کے اوصاف بتلائے گئے تھے۔

اب اصل مدعا بیان کیا جاتا ہے جوکہ تمام انبیاء کی بعثت سے مقصود رہا ہے اور وہ دو چیزیں ہیں ایک اقرار توحید اور دوسرے اعتراف اور اتباع رسالت۔انہی امور کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان کر دیجئے کہ مجھے تم سب کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے اور مقصود رسالت یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید ربوبیت اور الوہیت کو مانو اور ضوابط حیات میں میری پیروی کرو اور جس اللہ کا رسول بن کر میں تمہاری طرف پیغام ہدایت لایا ہوں اس کی یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا کل تصرف۔انتظام اور حکومت اس کے دست قدرت میں ہے۔وہی موجد اور مربی ہے۔لہذا وہی اپنی ربوبیت میں واحد ہے پھر وہ الٰہ مطلق بھی ہے کیونکہ جلانا اور مارنا اسی کے اختیار میں ہے۔وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔لہذا وہی اپنی الوہیت میں یکتا اور تنہا ہے پس تم اس پر ایمان لاؤ اور ساتھ ہی اس کے رسول کو بھی مانو کیونکہ میں وہی رسول ہوں جس کو نبی امی کہا گیا ہے اور میں فقط تم ہی کو دعوت ہدایت نہیں دے رہا ہوں بلکہ خود بھی اس پر کاربند ہوں۔اللہ کی ذات وصفات پر اور اس کی کتاب پر ایمان و یقین رکھتا ہوں لہٰذا تم کو ایسے رسول کی پیروی ضرور کرنی چاہئے۔اس کی پیروی کرنے ہی سے امید ہدایت ونجات آخرت ہوسکتی ہے۔

یہودیوں میں حق پسند لوگ

اس کے بعد بتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی یہود میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کہ حق پسند ہیں اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کو سامنے رکھ کر انصاف کرتے ہیں۔مراد ان سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں جو یہودی تھے اور اسلام اختیار کرلیا تھا۔

دعا کیجئے: یَااللّٰہ ہم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی شریعت کا پورا پورا اتباع نصیب فرما۔اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر ہم کو اپنی زندگی گزارنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ

وَقَطَّعْنٰهُمُ	اثْنَتَيْ	عَشْرَةَ	اَسْبَاطًا	اُمَمًا	وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰى	اِذِ	اسْتَسْقٰىهُ	قَوْمُهٗ	اَنِ
اور ہم نے جدا کر دیا انہیں	دو	دس (بارہ)	باپ دادا کی اولاد (قبیلے)	گروہ گروہ	اور وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ	جب	اس سے پانی مانگا	اسکی قوم	کہ

اور ہم نے انکو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ انکی قوم نے ان سے پانی مانگا

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ

اضْرِبْ	بِعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْبَجَسَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ	مَشْرَبَهُمْ
مارو	اپنی لاٹھی	پتھر	تو پھوٹ نکلے	اس سے	بارہ	چشمے	جان لیا (پہچان لیا)	ہر	شخص	اپنا گھاٹ

کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو بس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۗ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۗ

وَظَلَّلْنَا	عَلَيْهِمُ	الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمُ	الْمَنَّ	وَالسَّلْوٰى	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ
اور ہم نے سایہ کیا	اُن پر	ابر	اور ہم نے اُتارا	ان پر	من	اور سلویٰ	تم کھاؤ	سے	پاکیزہ	جو ہم نے تمہیں دیں

اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ افگن کیا اور انکو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

وَ	مَا ظَلَمُوْنَا	وَلٰكِنْ	كَانُوْا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ
اور	ہمارا کچھ نہ بگاڑا انہوں نے	اور لیکن	وہ تھے	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے

اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کافی پیچھے سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب ان آیات میں بنی اسرائیل کو وہی احسانات جتائے گئے ہیں جن کی یاد دہانی اکثر سورتوں میں کی گئی ہے۔ ان احسانات کو بار بار اس لئے یاد دلایا جاتا ہے کہ ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا اللہ عزوجل کے حکم سے منہ موڑنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ اپنے احسان و کرم اور انعامات سے نوازا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ بیٹے تھے۔ ہر ایک کی اولاد جدا ایک بڑا گروہ اور قبیلہ بن گئی اور اس طرح بنی اسرائیل الگ الگ بارہ خاندانوں پر منقسم ہو گئے تھے۔ جن میں کچھ چھوٹے خاندان تھے کچھ بڑے۔

وادیٔ تیہ میں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات

مصریوں کے ظلم سے نجات پانے اور فرعون کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد جب بنی اسرائیل وادی سینا میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو قوم نے آپ کی غیر موجودگی میں سونے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایت و نوازش کی مگر ان کی نافرمانیوں میں کمی نہ آئی تو ایک بیابان یعنی وادی تیہ میں چالیس سال حیران پریشان پھرتے رہے۔ جہاں نہ پانی' نہ کھانے کا سامان' نہ سایہ ان امور کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام

کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے وادی تیہ میں جب چالیس سال سرگرداں رکھا تو اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو انعامات فرمائے ان کا تذکرہ یہاں ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ بیابان میں کھانا تھا نہ پانی۔ موسیٰ علیہ السلام سے بھوکا پیاسا مرنے کی شکایت کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ پتھر پر لاٹھی مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ فوراً پتھر کے اندر سے الگ الگ بنی اسرائیل کے خاندانوں کی تعداد کے موافق بارہ چشمے پھوٹ نکلے جن میں کچھ چھوٹے تھے کچھ بڑے اور خاندان بھی چونکہ چھوٹے بڑے تھے۔ اس لئے ہر خاندان نے اپنا چشمہ پہچان لیا۔ اور اس طرح کسی گروہ کو دوسرے گروہ سے جھگڑنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس بیابان میں سایہ دار درخت یا سایہ کا تمام قوم کے لئے سامان نہ تھا۔ لوگوں کو سخت دھوپ اور گرمی کی تکلیف ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ابر بھیج دیا جو دن بھر ان پر سایہ کئے رہتا اور دھوپ کی تیزی سے وہ محفوظ رہتے۔

من وسلویٰ

اس بیابان میں نہ وہاں کھیتی ہوتی تھی نہ اناج بہم پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیج دیتے۔ من ایک میٹھی مرغوب چیز تھی جو تلاش اور جستجو کے بغیر اس بیابان میں بنی اسرائیل کو مل جاتی۔ اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں بعض نے اس کو ترنجبین جو ایک میٹھی چیز ہے بتلایا ہے بعض نے اسے ایک خاص قسم کے گوند سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بعض نے شہد بیان کیا ہے۔ سلویٰ بٹیر سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہے یہ بہت اونچا نہیں اڑتا سمندری ہوا انہیں اڑا کر بنی اسرائیل کے پڑاؤ تک لے آتی اور وہ ان کو بآسانی پکڑ کر مزیدار خوراک بناتے اس طرح اللہ نے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیجا۔ اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری اور اس کا انجام

اس طرح بلا مشقت ملی ہوئی نعمتیں بنی اسرائیل کھاتے کھاتے اکتا گئے۔ ناشکری کرنے لگے کہنے لگے ہم سے تو ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں ہوسکتا۔ اس بیابان میں پیاز، لہسن، دال، گیہوں وغیرہ کی فرمائش کر بیٹھے۔ اس کے علاوہ انہیں خدا پر اعتماد بھی نہ رہا۔ حکم تھا کہ اگلے روز کے لئے غذا کوئی جمع نہ کرے ورنہ اس کا نتیجہ برا ہوگا مگر کوتاہ نظروں نے خیال کیا خدا جانے کل کو یہ روزی ملے گی یا نہیں اور ذخیرہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں اس نعمت کا آنا بند ہوگیا اور جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی سڑ گیا اور خود بنی اسرائیل نے اپنے ہاتھوں تباہی کا سامان کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا کہ ایسی بے تکی اور بے محل باتیں کر کے اور ہمارے حکم کے خلاف چل کر ہمیں تو نقصان کیا پہنچاتے اپنا ہی کچھ بگاڑا۔ بے صبرے بنے۔ ناشکرے کہلائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی قدرت کاملہ پر ہم کو یقین کامل اور اعتماد واثق عطا فرما کہ آپ اپنی قدرت سے بغیر ظاہری اور مادی اسباب کے جو چاہیں کر سکتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے پتھر سے پانی کے چشمے نکال دینا۔ سایہ کے لئے ابر بھیج دینا اور کھانے کے لئے من وسلویٰ پہنچا دینا۔

یا اللہ ہم کو اپنی ہر چھوٹی بڑی ظاہر و باطنی جسمانی و روحانی نعمت کا احساس اور قدردانی کا جذبہ عطا فرما۔ ناشکری اور کفران نعمت کی وبال سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا

وَ	اِذْ	قِيْلَ	لَهُمُ	اسْكُنُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	وَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	وَقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	وَّادْخُلُوا
اور	جب	کہا گیا	ان سے	تم رہو	اس	شہر	اور کھاؤ	اس سے	جیسے	تم چاہو	اور کہو	بخش دے	اور داخل ہو

اور جب انکو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا

الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ

الْبَابَ	سُجَّدًا	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ	سَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	قَوْلًا	غَيْرَ
دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے	ہم بخشدیں گے	تمہیں	تمہاری خطائیں	عنقریب ہم زیادہ دیں گے	نیکی کرنیوالے	پس بدل ڈالا	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	ان سے	لفظ	سوا

ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے جو لوگ نیک کام کریں گے انکو مزید براں اور دیں گے۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع

الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ	
وہ جو	کہا گیا	انہیں	سو ہم نے بھیجا	ان پر	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ ظلم کرتے تھے	

جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

حکم خداوندی سے سرتابی اور سزا

جب ۴۰ سال بعد اس وادی تیہ میں بیابانی زندگی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہو چکا تھا ان کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں انہوں نے اریحا شہر فتح کیا جو بیت المقدس کے قریب ایک آباد اور سرسبز شہر تھا۔ یہ اسی شہر میں داخل ہونے اور بسنے کا ادب وطریقہ تھا جس کا ذکر ان آیات میں کیا جا رہا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب تم لوگ اس شہر میں داخل ہو تو داخلہ کے وقت سجدہ کرتے یعنی عاجزی کرتے ہوئے داخل ہونا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا۔ مزاج میں سرکشی اور غرور نہ آنے پائے۔ فاتح کی طرح شہر میں چیختے چلاتے اور بے ہودہ شور وغل کرتے داخل نہ ہوں۔ اس رویہ کے اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمانے کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی ان کی خطائیں معاف کر دینے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دینی و دنیوی نعمتیں دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر بنی اسرائیل نے ان ہدایتوں کے بالکل خلاف کیا اور بجائے تواضع اور انکسار اختیار کرنے کے تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا اور حکم الٰہی کا مذاق اڑانے لگے۔ بنی اسرائیل نے اس حکم سے بھی سرتابی کی کہ فتح کے وقت کوئی مال غنیمت پوشیدہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کوئی چیز چوری کرے۔ مگر انہوں نے لوٹ کا مال بھی چھپا لیا۔ اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا اور اکثر تباہ ہو گئے۔

حکم الٰہی کی تعمیل، نعمتوں کا شکر اور عاجزی ضروری ہے

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ تعمیل حکم الٰہی واجب ہے۔ نعمت کا شکر ادا کرنا۔ توبہ استغفار کرنا بارگاہ خداوندی میں عاجزی کرنا ضروری ہے۔ ملکی فتوحات بھی انعام ربانی ہے اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے مزید نعمت ملتی ہے اور احکام الٰہی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اور عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ان واقعات وحالات سے بہت کچھ تنبیہ وعبرت دینا مقصود ہے اسلیئے قرآن کریم نے ان کو بار بار بیان کر کے ہم کو بتلایا کہ جن باتوں میں پھنس کر یہود تباہ و برباد ہوئے اور عذاب خداوندی کے شکار ہوئے انکے پاس بھی نہ بھٹکنا چاہیئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات گرامی کے طفیل سے امت مسلمہ کی صلاح وفلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرماویں۔ اور اپنی ہر نعمت کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بناویں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ

وَسْئَلْهُمْ	عَنِ	الْقَرْيَةِ	الَّتِي	كَانَتْ	حَاضِرَةَ	الْبَحْرِ	إِذْ	يَعْدُونَ	فِي السَّبْتِ	إِذْ	تَأْتِيهِمْ
اور پوچھو ان سے	سے (متعلق)	بستی	وہ جو کہ	تھی	سامنے (کنارے)	دریا	جب	حد سے بڑھنے لگے	ہفتہ میں	جب	انکے سامنے آجائیں

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جبکہ اُنکے

حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا

حِيتَانُهُمْ	يَوْمَ	سَبْتِهِمْ	شُرَّعًا	وَيَوْمَ	لَا يَسْبِتُونَ	لَا تَأْتِيهِمْ	كَذَٰلِكَ	نَبْلُوهُمْ	بِمَا
مچھلیاں اُنکی	دن	انکا سبت	کھلم کھلا (سامنے)	اور جس دن	سبت نہ ہوتا	وہ نہ آتی تھیں	اسی طرح	ہم انہیں آزماتے تھے	کیونکہ

ہفتہ کے روز تو انکی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر انکے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو انکے سامنے نہ آتی تھیں ہم انکی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے

كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

كَانُوا يَفْسُقُونَ	وَإِذْ	قَالَتْ	أُمَّةٌ	مِنْهُمْ	لِمَ تَعِظُونَ	قَوْمًا	اللَّهُ	مُهْلِكُهُمْ	أَوْ	مُعَذِّبُهُمْ
وہ نافرمانی کرتے تھے	اور جب	کہا	ایک گروہ	ان میں سے	کیوں نصیحت کرتے ہو	ایسی قوم	اللہ	انہیں ہلاک کرنیوالا	یا	انہیں عذاب دینے والا

اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جبکہ اُن میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جنکو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنیوالے ہیں

عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾

عَذَابًا	شَدِيدًا	قَالُوا	مَعْذِرَةً	إِلَىٰ	رَبِّكُمْ	وَلَعَلَّهُمْ	يَتَّقُونَ
عذاب	سخت	وہ بولے	معذرت	طرف	تمہارا رب	اور شاید کہ وہ	ڈریں

یا اُن کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کیلئے اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی سرکشیاں

جس واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہوا جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آ کر رہنے لگے تھے۔ اور یہاں ان کا کامل تسلط ہو گیا اس واقعہ کی تفصیل بھی سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

یہودیوں پر سنیچر کے دن کی تعظیم اور تمام دنیوی مشاغل کو ترک کر کے محض عبادت کرنا اس دن میں فرض کیا گیا تھا۔ بحر قلزم کے کنارے ایک بستی تھی جس کا نام ایلہ تھا۔ وہاں مچھلیاں بکثرت تھیں اور وہاں کے باشندوں کی روزی عموماً مچھلیوں کے شکار پر موقوف تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کی گئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ سنیچر کے دن دریا کے کنارے بے انتہا مچھلیاں ابھر آتیں۔ بنی اسرائیل کے دل للچاتے مگر مجبور تھے کہ سنیچر کو شکار کرنا ممنوع تھا۔ سنیچر گزر جاتا تو چھ روز تک مچھلی کا پتہ بھی نہ ملتا۔ آخر حکم الٰہی کے ٹالنے کے لئے ان میں سے بعض لوگوں نے ایک حیلہ تراشا اور وہ یہ کہ سمندر کے کنارے کچھ نالیاں نکالیں اور نالیوں کے اختتام پر گہرے گڑھے کھود دیئے۔ سنیچر کے روز حسب معمول مچھلیاں آتیں اور ان نالیوں میں ہوتی ہوئی گڑھوں میں جا کر گر جاتیں اتوار کے روز وہ سب کو پکڑ لیتے پھر رفتہ رفتہ اس میں بھی تساہل کرنے لگے اکا دکا سنیچر

کے دن بھی مچھلیاں پکڑ لیتا۔ ایک فریق نے ان شکاریوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور اس فعل قبیح سے منع کیا لیکن جب انہوں نے نہ مانا تو روکنے والا گروہ چپ ہو رہا مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو برابر نصیحت کرتے رہے۔ جو لوگ کہ نصیحت کرنے سے خاموش ہو گئے تھے انہوں نے کہا کہ ان کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے۔ غالب خیال ہے کہ سرکشی کی پاداش میں مبتلا ہوں گے اور عذاب الٰہی ان پر نازل ہوگا۔ جو اخیر وقت تک برابر سمجھاتے رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو ان کو نصیحت کرنا برابر جاری رکھیں گے جس سے ہمارے دو مقصد ہیں اول تو اپنی جانوں کی خدا کے سامنے براءت کہ اگر خدا تعالیٰ ہم سے دریافت فرمائے تو ہم اپنا عذر پیش کر سکیں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ شاید یہ لوگ باز آ جائیں اور اس نازیبا حرکت سے توبہ کر لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار

یہود اس واقعہ ایلہ کو ہمیشہ چھپایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ قصہ کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے کہ ان کے بڑوں پر حرف آتا ہے۔ یہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اظہار تھا کہ گذشتہ اہم ترین واقعہ سینکڑوں برس پہلے کا حضورؐ بیان فرما رہے ہیں باوجودیکہ کوئی گذشتہ آسمانی کتاب آپ نے نہیں پڑھی۔ نہ اہل کتاب سے میل جول پیدا کر کے سنا اور بے کم و کاست صحیح واقعہ بیان کر دیا جس کو یہودی بھی تسلیم کرتے ہیں اور کسی کو انکار کی مجال نہیں۔

نصیحت کرنا بہرحال ضروری ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نصیحت بہرحال مفید چیز ہے۔ گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے کتنی ہی مایوسی ہو لیکن اہل حق کا فرض ہے کہ نصیحت سے باز نہ رہیں کیونکہ اول تو یہ ایک فرض ہے جس کی ادائیگی میں نتیجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات لگ جائے اور اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ ایک وقت ہزاروں وعظ کام نہیں دیتے دوسرے وقت دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کلمہ سب کچھ کام کر دیتا ہے۔ تاہم جب نصیحت کے کارگر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے اور بالکل مایوسی ہو جائے تو پھر نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا البتہ عالی ہمتی کا تقاضا پھر بھی یہی رہتا ہے کہ نصیحت جاری رکھی جائے۔

حیلے بہانے کرنا مذموم ہے

نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنا سخت مذموم ہے البتہ جن حیلوں کو فقہاء نے استعمال کیا ہے وہ احکام سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ گناہوں سے بچنے اور احکام حاصل کرنے کے لئے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہمارے لئے نیک کاموں کے حصول اور ان کے مواقع آسان فرما دیجئے اور برے کاموں اور ان کے مواقع کو ہم سے دور رکھئے۔

یَااللہ اپنی ہدایت اور اطاعت و فرمانبرداری کے دروازے ہمارے لئے کھول دے اور معصیت و نافرمانی کے دروازے بند فرما دے۔

یَااللہ ہم کو خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے اور بچنے کی نصیحت کرنے کی توفیق و ہمت عطاء فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

فَلَمَّا	نَسُوْا	مَا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	اَنْجَيْنَا	الَّذِيْنَ	يَنْهَوْنَ	عَنِ السُّوْٓءِ	وَاَخَذْنَا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
پھر جب	وہ بھول گئے	جو	انہیں سمجھائی گئی تھی	ہم نے بچالیا	وہ جو کہ	منع کرتے تھے	برائی سے	اور ہم نے پکڑلیا	وہ لوگ جنہوں نے	ظلم کیا

سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو انکو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو زیادتی کیا کرتے تھے

بِعَذَابٍ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

بِعَذَابٍ	بَئِيْسٍ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ	فَلَمَّا	عَتَوْا	عَنْ	مَا نُهُوْا	عَنْهُ	قُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا	قِرَدَةً
عذاب میں	بُرا	کیونکہ	نافرمانی کرتے تھے	پھر جب	سرکشی کرنے لگے	سے	جس سے منع کئے گئے تھے	اس سے	ہم نے حکم دیا	انکو	ہو جاؤ	بندر

ایک سخت عذاب میں پکڑلیا۔ سو جب وہ جس کام سے انکو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے انکو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ

خٰسِئِيْنَ	وَاِذْ	تَاَذَّنَ	رَبُّكَ	لَيَبْعَثَنَّ	عَلَيْهِمْ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَنْ	يَّسُوْمُهُمْ	سُوْٓءَ الْعَذَابِ
ذلیل وخوار	اور جب	خبر دی	تمہارا رب	البتہ ضرور بھیجتا رہے گا	ان پر	تک	روز قیامت	جو	تکلیف دے انہیں	بُرا عذاب

اور وہ وقت یاد کرنا چاہیئے کہ جب آپکے رب نے یہ بات بتلادی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو انکو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہیگا

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اِنَّ	رَبَّكَ	لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ	وَاِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
بیشک	تمہارا رب	جلد عذاب دینے والا	اور بیشک وہ	بخشنے والا	مہربان

بلاشبہ آپ کا رب واقعی جلدی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہود پر سبت یعنی سنیچر کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ ایلہ یہود کی ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے ان کی آزمائش ہونے لگی کہ سنیچر کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی جو سطح دریا پر تیرتی تھیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں ان لوگوں سے صبر نہ ہوسکا۔ صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلہ کرنے لگے کچھ سمجھدار لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ سنیچر کے روز شکار کسی طرح درست نہیں یہ اللہ کی نافرمانی ہے لیکن ان لوگوں کے دل میں اللہ کے حکم کی وقعت نہ تھی وہ سمجھے کہ ہماری چال سے ہماری نیت پر پردہ پڑجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جاننے والا ہے اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ اسے کسی تدبیر یا چال وحیلہ سے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دی کہ شاید سوچ سمجھ کر نصیحت کرنے والوں کی نصیحت قبول کرلیں اور اپنی نازیبا حرکت سے باز آجائیں۔ لیکن انہوں نے نصیحت کی کوئی وقعت اور قدر نہ کی آخر اپنی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی بھگتی اور ان کا کیا انجام ہوا یہ ان آیات میں بیان ہوا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ان نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں اور سمجھانے والوں کی بات پر ذرا کان نہ دھرا تو اللہ تعالیٰ نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کیا۔ جب وہ اپنی حرکتوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آئے اور حکم عدولی میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بندر بن جاؤ اور ذلت وخواری کا مزا چکھو۔

روایات میں آیا ہے کہ جب نصیحت کرنے والے مایوس ہو گئے تو نافرمانوں کے ساتھ رہنا بھی ان کو گوارا نہ ہوا اور انہوں نے بستی کو تقسیم کر لیا۔ ناصحین اور فرمانبرداروں کا دروازہ الگ ہو گیا اور مجرموں کی آبادی کا دروازہ الگ ہو گیا اور دونوں آبادیوں میں دیوار حائل ہو گئی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے مجرموں کیلئے بددعا کی۔ ایک روز صبح کو جب نیکوکار گروہ اٹھا اور بدکاروں میں کوئی گھر میں سے نہ نکلا تو انہوں نے کہا کہ آج ضرور ان پر کوئی افتاد پڑی ہے چنانچہ گھروں کے اندر جا کر دیکھا تو سب بندر نظر آئے۔ یہ لوگ اپنے قرابتداروں کو نہ پہچان سکے مگر بندروں نے ان کو پہچان لیا اور پاس آ کر ان کے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور ان کے آس پاس لوٹتے پھرتے تھے تین روز تک ان کو لوگوں نے اسی حال میں دیکھا اور تین روز کے بعد مر گئے۔

جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سزا اسی طرح واقع ہوئی جیسی قرآن پاک کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے یعنی وہ نافرمان انسان بندر بنے اور پھر تین دن بعد ہلاک ہو گئے۔

عبرت حاصل کرو

سورۂ بقرہ میں جہاں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہاں حق تعالیٰ نے اس کا مقصد اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ متقین یعنی خوف خدا رکھنے والوں کے لئے یہ واقعہ موجب نصیحت بنا دیا اور اس زمانہ اور بعد کے لوگوں کے لئے اسے موجب عبرت بنا دیا یعنی اس واقعہ اور اس سزا کو اللہ تعالیٰ نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے۔ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس چیز کا ارتکاب نہ کرو جس کے مرتکب یہودی ہوئے کہ ادنیٰ حیلہ سے انہوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال تصور کر لیا۔

مگر اب یہاں کس زبان اور کس دل و دماغ سے اس بات کا اظہار کیا جائے کہ افسوس صد افسوس اس امت کی زبوں حالی اور دینی بے راہ روی کا ایک وقت وہ بھی آنا ہے جس کی نشاندہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے اور امت کو متنبہ فرما دیا ہے کہ احکام الٰہیہ اور سنت نبویہ کے خلاف عامل ہونے اور معاصی اور گناہوں اور فسق و فجور میں بے باک و جری ہونے کی سزا میں ایک وقت اور زمانہ اس امت پر بھی وہ آئے گا کہ جو مسخ یعنی آدمی کتے بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہو جائیں گے اور خسف ہو گا یعنی زمین میں آدمیوں اور مکانوں کا دھنس جانا اور قذف ہو گا یعنی آسمان سے پتھر برسیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ پاک ہمیں یہ وقت اور زمانہ نہ دکھلائیں۔

خدا کی نافرمانی کرو گے تو ذلیل رہو گے۔

الغرض اصحاب ایلہ کو مسخ کی سزا ملنے کے بعد آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل اگر تم بدی اور نافرمانی کرو گے تو ابد تک تم کو تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں رکھا جائے گا جو تم کو مصائب میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بنی اسرائیل اپنی سرکشی پر مصر رہے تو خدا تعالیٰ نے ان کی حکومت، عزت، شوکت اور سلطنت چھین لی اور مختلف بادشاہوں نے انہیں غلام بنایا۔ کبھی یونانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہے۔ کبھی ایرانیوں کے زیر تسلط آئے کبھی نصاریٰ نے ان پر حکومت کی۔ پھر سکندر اعظم نے ان کو اسیر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک مجوسیوں کے باج گزار رہے۔ پھر اسلامی دور میں مسلمانوں کی رعیت ہو کر ذلت و خواری سے زندگی بسر کی۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت و شوکت نصیب نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو گی۔ قرب قیامت میں یہود دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تہ تیغ کئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں پیشین گوئی موجود ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سریع العقاب بھی ہیں اور غفور الرحیم بھی ہیں۔ یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے تو بعض اوقات جلدی ہی اس پر دنیا میں عذاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کیسا ہی کٹر مجرم ہو توبہ کر لے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش اور رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے دیر بھی نہیں لگتی۔

دعا کیجئے: یَا اللہُ اپنے احکام کی پابندی ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں نصیب فرما اور ہر طرح کی نافرمانی و بدعہدی سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما۔ یَا اللہُ کسی قوم اور ملک پر ظالم حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی آپ کا ایک عذاب ہے۔ یَا اللہُ اس ملک اور قوم پر ظالم حکمران مسلط نہ فرما بلکہ عادل و صالح حکمراں ہم کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ

وَقَطَّعْنٰهُمْ	فِی الْاَرْضِ	اُمَمًا	مِنْهُمُ	الصّٰلِحُوْنَ	وَمِنْهُمْ	دُوْنَ	ذٰلِكَ	وَبَلَوْنٰهُمْ
اور پراگندہ کردیا ہم نے اُنہیں	زمین میں	گروہ در گروہ	اُن سے	نیکوکار	اور اُن سے	سوا	اس	اور آزمایا ہم نے انہیں

اور ہم نے دنیا میں انکی متفرق جماعتیں کردیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے اور ہم انکو خوش حالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ

بِالْحَسَنٰتِ	وَالسَّیِّاٰتِ	لَعَلَّهُمْ	یَرْجِعُوْنَ	فَخَلَفَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	خَلْفٌ	وَّرِثُوا	الْكِتٰبَ	یَاْخُذُوْنَ
اچھائیوں میں	اور بُرائیوں میں	تاکہ وہ	رجوع کریں	پیچھے آئے	اُنکے بعد	ناخلف	وہ وارث ہوئے	کتاب	وہ لیتے ہیں

اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجاویں۔ پھر انکے بعد ایسے لوگ انکے جانشین ہوئے کہ کتاب کو تو ان سے حاصل کیا لیکن اس دنیا کا مال متاع لے لیتے ہیں

عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ

عَرَضَ	هٰذَا الْاَدْنٰى	وَ	یَقُوْلُوْنَ	سَیُغْفَرُ لَنَا	وَاِنْ	یَّاْتِهِمْ	عَرَضٌ	مِّثْلُهٗ	یَاْخُذُوْهُ
متاع (اسباب)	اس ادنیٰ زندگی	اور	کہتے ہیں	اب ہمیں بخشد یا جائیگا	اور اگر	آئے اُنکے پاس	مال واسباب	اس جیسا	اس کو لے لیں

اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جاوے گی حالانکہ اگر انکے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اسکو لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے اس کتاب کے

اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ

اَلَمْ یُؤْخَذْ	عَلَیْهِمْ	مِّیْثَاقُ	الْكِتٰبِ	اَنْ	لَا یَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	وَدَرَسُوْا	مَا فِیْهِ
کیا نہیں لیا گیا	اُن پر (اُن سے)	عہد	کتاب	کہ	وہ نہ کہیں	پر (بارہ میں)	اللہ	مگر	سچ	اور اُنہوں نے پڑھا	جو اس میں

اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اسکو پڑھ لیا

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ

وَالدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	خَیْرٌ	لِّلَّذِیْنَ	یَتَّقُوْنَ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	وَالَّذِیْنَ	یُمَسِّكُوْنَ	بِالْكِتٰبِ
اور گھر	آخرت	بہتر	ان کیلئے جو	پرہیز گار	کیا تم سمجھتے نہیں	اور جو لوگ	مضبوط پکڑے ہوئے ہیں	کتاب کو

اور آخرت والا گھر ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾

وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	اِنَّا	لَا نُضِیْعُ	اَجْرَ	الْمُصْلِحِیْنَ
اور قائم رکھتے ہیں	نماز	بیشک ہم	ضائع نہیں کرتے	اجر	نیکوکار (جمع)

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

26

بنی اسرائیل کا قومی انتشار

اب مزید بنی اسرائیل کی حالت ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہود کی جب سلطنت عزت وشوکت درہم برہم ہوئی اوران کی کوئی اجتماعی قوت نہ رہی تو آپس کی مخالفت سے ادھرادھر نکل گئے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے جو تورات کے صحیح احکام پر چلتے تھے۔ مگر اکثریت نافرمانوں اور فاسقوں ہی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کو طرح طرح سے ہدایت کی راہ پر آجانے کا موقع دیا کبھی نعمت راحت' فراغت اور چین دیا' کبھی فقر و افلاس اور دنیوی مصائب میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے کہ احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

بعد والوں کی دین فروشی

بہرحال ان یہود کے بڑوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے لیکن پچھلے ان کے جانشین تو ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب یعنی تورات شریف کے وارث وحامل بنے تھے دنیا کا تھوڑا سا مال ودولت لے کر اس کی آیات میں تحریف کر دیتے اور حق کو چھپاتے اور رشوتیں لے کر احکام الٰہی کو بدل دیتے۔ اور احکام توریت کے خلاف فیصلہ کرتے اور پھر اس پر بے باک ایسے کہ اس جرم عظیم کو حقیر سمجھ کر کہتے کہ یہ گناہ ہی کیا ہے۔ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں' ہم تو انبیاء کی اولاد اور خدا کے محبوب ہیں کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بناء پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے مگر بے فکر ہو کر انہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہوگی۔ حالانکہ تورات میں ان سے جو عہد لیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ خدا کی طرف سچ کے علاوہ کسی چیز کی نسبت نہ کریں۔ تو کیا یہ عہد انہیں معلوم نہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام میں کاٹ چھانٹ اور رد و بدل کر کے خدا کی ذات پر افتراء کرنے لگے۔ حالانکہ کتاب اللہ یعنی تورات کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون انہیں معلوم نہیں رہا یا یاد نہیں رہا۔

بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب

حقیقت وہی ہے کہ دنیا کے فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف وراحت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش وراحت دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی انہیں عقل آ جائے۔ توبہ واصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر توراۃ کی اصلی ہدایات کو تھامے رہے اور اسی کی ہدایت اور پیشین گوئی کے موافق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دامن اور قرآن کریم کا اتباع مضبوط پکڑ لیا اور خدا کی بندگی نماز وغیرہ کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کیا۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوئے تو خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا اور بلاشبہ وہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے۔ اس میں اشارہ ہے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کی طرف کہ جو توراۃ کی تعلیم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے۔ اور اسلامی احکام کے پابند ہو گئے تھے۔

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کسی قوم کا باہمی افتراق کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقے فرقے بنا دے جس سے کہ ان کی طاقت منتشر ہو جائے اور ان میں باہمی اتفاق نہ ہو تو یہ بھی عذاب الٰہی کی ایک شکل ہے جیسا کہ یہود پر دنیا میں ڈالا گیا۔ اس میں اہل علماء کے لئے بھی تنبیہ ہے کہ جو نذرانہ تحفہ تحائف دینے والوں کو خوش کرنے کے لئے یا اپنی اغراض نفسانیہ کے حصول میں لوگوں کی مرضی کے فتوے دینے لگتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یَااَللّٰهُ امت مسلمہ میں اتحاد اور اتفاق نصیب فرمایئے۔ یَااَللّٰهُ دین فروشی کی لعنت سے ہم کو اور ہمارے علماء کو کامل طور پر محفوظ فرمایئے ہم کو قرآن پاک کی جو نصیحت پہنچی جائے اس پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

بِقُوَّةٍ	اٰتَيْنٰكُمْ	مَا	خُذُوْا	بِهِمْ	وَاقِعٌ	اَنَّهٗ	وَظَنُّوْا	ظُلَّةٌ	كَاَنَّهٗ	فَوْقَهُمْ	الْجَبَلَ	نَتَقْنَا	وَاِذْ
مضبوطی سے	دیا ہم نے تمہیں	جو	تم پکڑو	اُن پر	گرنے والا	کہ وہ	اور انہوں نے گمان کیا	سائبان	گویا کہ وہ	انکے اوپر	پہاڑ	اٹھایا ہم نے	اور جب

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح اُنکے اوپر معلق کر دیا اور انکو یقین ہوا کہ اب اُن پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کیساتھ

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

تَتَّقُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	مَافِيْهِ	اذْكُرُوْا	وَ
پرہیزگار بن جاؤ	تاکہ تم	جو اس میں	یاد کرو	اور

اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کا عہد لینے کا واقعہ

بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو کافی پیچھے سے اس سورۃ میں بیان ہوتا آرہا ہے وہ اس آیت پر ختم ہو رہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو توراۃ میں حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا اور خدا کی طرف بجز حق اور واقعی بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کرنا۔

اب یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد کہ توراۃ کے احکام پر مضبوطی سے عمل کریں گے ایک خاص طور پر لیا گیا تھا تاکہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور بھولنے کا کوئی بہانہ ان کے پاس نہ رہے۔ وہ خاص واقعہ سورۂ بقرہ میں بھی بیان ہوا ہے اور اسی واقعہ کی طرف اشارہ اس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس لا کر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو بنی اسرائیل نے اول تو یہی کہا تھا کہ یہ ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہہ دیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا بیان قریب ہی گذشتہ آیات میں ہو چکا ہے کہ اس کام کے لئے ستر آدمی منتخب کئے گئے اور وہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے اور وہاں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کو سنا اور پھر بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کر دی جس گستاخی پر ایک ہیبت ناک کڑک اور زلزلہ نے ان کو پکڑ لیا اور جلا کر خاک کر دیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندگی عطا ہوئی۔ بہرحال یہ ستر سردار دوبارہ زندگی پا کر قوم کی طرف واپس ہوئے تو انہوں نے قوم سے تمام قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور بیشک خدا کے فرستادہ ہیں۔ مگر پھر بھی اتنی آمیزش کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے۔ تو کچھ تو جبلی شرارت۔ کچھ احکام کی پابندی کی مشقت۔ کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا تو بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے اور اس کے فضل وکرم کی فراوانی کے پیش نظر فرمانبرداری اور عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ انہوں نے اپنی کجروی کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود تورات کو قبول کرنے میں معاندانہ پس وپیش شروع کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات پر پوری اطاعت کے ساتھ کان نہ دھرا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی بے راہ روی کا گلہ کیا۔ درگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لئے میں تم کو ایک حجت اور معجزہ اور عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس پہاڑ پر تم مجھ سے ہم کلام ہوتے رہتے ہو اور جس پر تمہاری قوم کے منتخب نمائندوں نے حق کا مشاہدہ کیا اسی پہاڑ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی

طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے کہ یا تو وہ تورات کے احکام کو تسلیم کریں ورنہ اسی سے دبا کر ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جونہی خدا تعالیٰ کا یہ تکوینی فیصلہ ہوا۔ طور ان کے سروں پر مثل سائبان کے نظر آنے لگا۔ اب جب بنی اسرائیل نے یہ عظیم الشان نشان دیکھا تو اب اسے وقتی خوف و دہشت کا ثمرہ سمجھئے یا خداوند تعالیٰ کے عظیم الشان نشان کے مشاہدہ کا نتیجہ جانئے کہ بنی اسرائیل توریت کی جانب متوجہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا تب خدا تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ لو اور جو احکام اس توراۃ میں درج ہیں ان کی پوری تعمیل کرو تا کہ تم پرہیزگار متقی بن سکو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل کا یہ عہد و میثاق ہنگامی ثابت ہوا اور زیادہ عرصہ تک وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے اور حسب عادت پھر خلاف ورزی شروع کر دی۔

بنی اسرائیل پر عہد لینے میں سختی کیوں کی گئی

اب یہاں کسی کے دل میں ایک شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ دین میں جبر و اکراہ نہیں۔ قرآن کریم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں عام اعلان فرمایا ہے لآ اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ کسی کو زبردستی دین حق کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو دین حق اور احکام توراۃ کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو اس شبہ اور اعتراض کا مفصل جواب تو سورۃ بقرہ کی اسی آیت کے تحت بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ بلاشبہ کسی غیر مسلم کو دین حق دین اسلام کے قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس کے لئے اس پر جبر و اکراہ ہرگز نہیں کیا جائے گا ہاں جو شخص اپنی رضا اور رغبت سے ایک مرتبہ اسلام کو قبول کر لے گا تو وہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی شریعت و اسلامی احکام کا پابند ہو گیا۔ اس کے بعد اگر وہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کرنے لگے تو اس پر ضرور جبر کیا جائے گا اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا بھی دی جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ لآ اکراہ فی الدین کا تعلق غیر مسلموں سے ہے کہ ان کو بجز دین حق کو قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جب کہ بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں کسی کو دین حق قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان لوگوں نے دین موسوی کو قبول کرنے کے بعد احکام تورات کی پابندی سے انکار کیا تھا اس لئے ان پر کوہ طور اٹھا لایا گیا کہ جب دین موسوی قبول کر چکے ہو تو اس دین کی کتاب آسمانی یعنی توراۃ کے احکام کو ماننا پڑے گا۔ اس لئے ان پر یہ جبر و اکراہ کر کے پابندی کرانا لآ اکراہ فی الدین کے خلاف نہیں۔ یہ مختصراً عرض کیا گیا تفصیل وہیں سورۂ بقرہ (درس ۱۳۷) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَآ اللّٰہُ بنی اسرائیل کی طرح اس وقت مسلمانوں میں بھی اپنی آسمانی کتاب قرآن حکیم سے جو انحراف، اعراض اور غفلت کی حالت پیدا ہو گئی ہے یہ انتہائی افسوسناک امر ہے ہم نے جب اسلام کو دین حق سمجھ کر اس کو قبول کر لیا ہے تو پھر اسلامی شریعت سے انحراف اور اس کی خلاف ورزی سے بچایئے اور ہم کو دل و جان سے قرآن کریم کا اتباع نصیب فرمایئے۔

یَآ اللّٰہُ ہمارے اس جرم عظیم پر ہماری گرفت نہ فرمایئے اور ہم کو اس تقصیر کی تلافی کی توفیق عطا فرما کر آپ کو راضی کر لینے کی سعادت نصیب فرمایئے اور سچی توبہ و استغفار سے اپنی طرف ہمیشہ رجوع ہونے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ

وَاِذْ	اَخَذَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَنِيْٓ اٰدَمَ	مِنْ	ظُهُوْرِهِمْ	ذُرِّيَّتَهُمْ	وَاَشْهَدَهُمْ	عَلٰى	اَنْفُسِهِمْ	اَلَسْتُ
اور جب	لیا (نکالی)	تمہارا رب	سے (کی)	بنی آدم	سے	اُن کی پشت	ان کی اولاد	اور گواہ بنایا انکو	پر	انکی جانیں	کیا نہیں ہوں میں

اور جبکہ آپ کے رب نے اولاد آدمؑ کی پشت سے انکی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

بِرَبِّكُمْ	قَالُوْا	بَلٰى	شَهِدْنَا	اَنْ	تَقُوْلُوْا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّا	كُنَّا	عَنْ	هٰذَا	غٰفِلِيْنَ
تمہارا رب	وہ بولے	ہاں، کیوں نہیں	ہم گواہ ہیں	کہ (کبھی)	تم کہو	قیامت کے دن	بیشک ہم	تھے	سے	اس	غافل (جمع)

سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

اَوْ	تَقُوْلُوْا	اِنَّمَا	اَشْرَكَ	اٰبَآؤُنَا	مِنْ قَبْلُ	وَكُنَّا	ذُرِّيَّةً	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	اَفَتُهْلِكُنَا	بِمَا	
یا	تم کہو	اسکے سوا نہیں (صرف)	شرک کیا	ہمارے باپ دادا	اس سے قبل	اور تھے ہم	اولاد	انکے بعد	سو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے	اس پر جو	

یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو انکے بعد انکی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہمکو

فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

فَعَلَ	الْمُبْطِلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	وَلَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ	
کیا	اہل باطل (غلط کار)	اور اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تا کہ وہ	رجوع کریں	

ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں اور ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تا کہ وہ باز آ جاویں۔

عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا عہد

گذشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا تھا جو خاص بنی اسرائیل سے احکام تورات کی پابندی کے سلسلہ میں لیا گیا تھا اور جس کی خلاف ورزی سے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے اب ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے اس عالم دنیا میں آنے سے پہلے ازل میں لیا گیا تھا جو عام زبانوں میں عہد الست کے نام سے مشہور ہے۔ گویا اب تمام انسانوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ عہد کی پابندی کچھ بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ تمام بنی آدم اپنے خالق و رب کیساتھ ایک میثاق اور عہد عالم ارواح میں کر چکے ہیں جس کی پابندی بنی نوع انسان پر لازمی ہے۔

جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں اور متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے لیا گیا۔ اس عہد ازلی کی بعض تفصیلات روایات حدیث میں آئی ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس آیت میثاق کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تھا اور اس وقت جو جواب میں نے آپ سے سنا تھا وہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر اپنا دست قدرت

ان کی پشت پر پھیرا تو ان کی پشت سے جو نیک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے تو فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنت ہی کے کام کریں گے۔ پھر دوسری مرتبہ ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا تو جتنے عاصی بدکار گنہگار انسان ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تھے ان کو نکال کھڑا کیا اور فرمایا کہ ان کو میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخ میں جانے ہی کے کام کریں گے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ جب پہلے ہی جنتی اور جہنمی متعین کر دیئے گئے تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کرایا جاتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے کہ جو اہل جنت کا کام ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کاموں میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جو اہل جہنم کا کام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو اپنی قوت اور قدرت واختیار کو ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے جو اہل جنت کے کام ہیں اور یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ انہی میں سے ہوگا۔ (معارف القرآن)

ابن آدم کی عذر خواہی کا انسداد

ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا تھا جو تا قیام قیامت حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والی ہے۔ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عقل اور تکلم کی قوت عنایت فرمائی اور ان سے دریافت کیا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواباً عرض کیا بلیٰ، یعنی سب نے کہا بیشک آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات مثل زمین وآسمان اور حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا کہ ہم سب اس واقعہ اور عہد و پیمان کے گواہ بنتے ہیں تا کہ اے بنی آدم تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ ہم تو تیری ربوبیت اور الوہیت اور وحدانیت سے بے خبر تھے۔ ہم کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ یا یہ کہنے لگو کہ ترک توحید اور شرک کا جرم تو ہم سے پہلے ہمارے آباء واجداد نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل تھے جیسا ہم نے ان کو کرتے دیکھا ویسا ہی ہم نے بھی کیا تو اگلے ناحق پرستوں کے جرم کی سزا ہمیں کیوں دی جائے؟ ہمارا اس میں کیا قصور ہے؟ اور ان کی غلطی کی سزا ہم کیوں بھگتیں؟۔ گویا اس ازلی سوال و جواب سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے ایک ایک فرد سے پیدا کرنے سے پہلے ہی اقرار کرا لیا ہے کہ میں اس کا رب ہوں اور اب اس قرآن کے ذریعہ اس کو اس کا عہد یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ قیامت کے دن جزا و سزا اور حساب و کتاب کے وقت وہ یہ عذر نہ کر سکے کہ مجھے تو کوئی عہد یاد نہیں آیا اور نہ کسی یاد دلانے والے نے مجھے یاد دلایا۔ تو اب قیامت میں کسی کا یہ عذر نہیں چلے گا کہ ہم تو اس عہد سے غافل تھے۔ اس آیت کے ذریعہ یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ لوگ غفلت اور کجروی اور کفر وشرک سے باز آ جائیں اور وہ اس عہد اور میثاق کی طرف لوٹ آئیں جو ازل میں کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت و الوہیت و وحدانیت کا اعتراف کرنے لگیں اور فطرت سابقہ کی طرف لوٹ آئیں اور اطاعت حق کو لازم سمجھیں۔

عالم ارواح کے عہد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

اب یہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ازلی عہد و پیمان کتنا ہی یقینی اور صحیح کیوں نہ ہو مگر کم از کم یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد یہ کسی کو یاد نہیں رہا تو پھر اس عہد کا فائدہ کیا ہوا؟ محقق علماء نے اس کے مختلف جوابات لکھے ہیں۔

ایک الزامی جواب تو یہ ہے کہ انسان کو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا بھی یاد نہیں۔ لوگوں کے کہنے سے ماں کو ماں سمجھتا ہے۔ اگر کوئی شخص ماں کا حق ادا نہ کرے اور عذر یہ کرے کہ مجھے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں تو میں اس کو کیسے اپنی ماں جانوں تو بتلایئے سب اس کو اول درجہ کا احمق کہیں گے یا نہیں۔ اسی طرح عہد الست کو سمجھا جائے کہ

انسان سے عالم ارواح میں جو عہد لیا گیا تھا وہ اس قفس عنصری میں آنے کے بعد اسے بھول گیا مگر جب اس قفس عنصری سے رہا ہوگا اور یہ حجابات جسمانی مرتفع ہو جائیں گے تو وہ بھولا ہوا سبق اس کو پھر یاد آ جائے گا۔ (معارف القرآن از حضرت مولانا کاندھلویؒ)

اس سوال کا ایک دوسرا محققانہ جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ لکھا ہے۔

کہ بہت سے کام ایسے ہوتے جو بالخاصہ اثر رکھتے ہیں چاہے وہ کام کسی کو یاد رہے یا نہ رہے۔ بلکہ اس کی خبر بھی نہ ہو مگر وہ اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ عہد و اقرار بھی ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے کہ دراصل اس اقرار نے ہر انسان کے دل میں معرفت حق کا ایک بیج ڈال دیا جو پرورش پا رہا ہے چاہے اس کو خبر ہو یا نہ ہو۔ اور اسی بیج کے پھل پھول ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت و عظمت پائی جاتی ہے خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ (بخاری و مسلم) یعنی ہر پیدا ہونے والا دین فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بالخاصہ اثر رکھنے والے بہت سے اعمال و اقوال ہیں مثلاً بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت و تکبیر کہنے کی جو سنت ہر مسلمان جانتا ہے اور جو بحمد اللہ پورے عالم اسلام میں جاری ہے اگر چہ بچہ نہ کلمات کے معنی سمجھتا ہے نہ اس کو بڑا ہونے کے بعد یاد رہتا ہے کہ میرے کان میں کیا الفاظ کہے گئے تھے۔ اس کی حکمت یہی تو ہے کہ اس کے ذریعہ اس اقرار ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے اور اسی کا یہ اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بڑا ہونے کے بعد اگر چہ یہ اسلام اور اسلامیات سے کتنا ہی دور ہو جائے مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے۔"

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ قیامت کے دن ہم کو اس عہد الست کو دنیا میں پورا کرنے والے مومنین کے گروہ میں حشر فرما اور دنیا میں جب تک آپ زندہ رکھیں اہل جنت کے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	الَّذِیْٓ	اٰتَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	فَانْسَلَخَ	مِنْهَا	فَاَتْبَعَهُ	الشَّيْطٰنُ	فَكَانَ	مِنَ	الْغٰوِيْنَ
اور پڑھ (سنادے)	ان پر (انہیں)	خبر	وہ جو کہ	ہم نے اسکو دی	ہماری آیتیں	تو صاف نکل گیا	اس سے	تو اسکے پیچھے لگا	شیطان	سو ہو گیا	سے	گمراہ (جمع)

اوران لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اسکو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اسکے پیچھے لگ لیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

وَلَوْ	شِئْنَا	لَرَفَعْنٰهُ	بِهَا	وَ	لٰكِنَّهٗ	اَخْلَدَ	اِلَى الْاَرْضِ	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	الْكَلْبِ
اور اگر	ہم چاہتے	اسے بلند کرتے	انکے ذریعہ	اور	لیکن وہ	گر پڑا (مائل ہوگیا)	زمین کی طرف	اور اسنے پیروی کی	اپنی خواہش	تو اسکا حال	مانند۔جیسا	کتا

اور اگر ہم چاہتے تو اسکو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اسکی حالت کتے کی سی ہو گئی

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اِنْ	تَحْمِلْ	عَلَيْهِ	يَلْهَثْ	اَوْ تَتْرُكْهُ	يَلْهَثْ	ذٰلِكَ	مَثَلُ	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
اگر	تو لادے	اس پر	وہ ہانپے	یا اسے چھوڑ دے	ہانپے	یہ	مثال	لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اسکو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہ ہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۣالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

فَاقْصُصِ	الْقَصَصَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَفَكَّرُوْنَ	سَآءَ	مَثَلًا	الْقَوْمُ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
پس بیان کردو	(قصے) احوال	تا کہ وہ	غور کریں	بُری	مثال	لوگ	وہ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ اُن لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں

وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

وَاَنْفُسَهُمْ	كَانُوْا	يَظْلِمُوْنَ
اور اپنی جانیں	وہ تھے	ظلم کرتے۔

اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔

شیطان کے ایجنٹ

گذشتہ آیات میں یہ بات سب کو یاد دلائی گئی تھی کہ ہر فرد و بشر اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب اور معبود ماننے کا عہد و پیمان کر چکا ہے۔ اب ان آیات میں ایسے ہوا پرستوں اور گرفتار ان حرص و طمع کا حال اور انجام اور مثال بیان فرمائی جاتی ہے جو حق کو قبول کر لینے اور پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی حرص و طمع اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور احکام خداوندی سے منحرف ہو جائیں اور خدا سے کیئے ہوئے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

بنی اسرائیل کی ایک عبرتناک شخصیت

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنایئے۔ جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم و عارف اور مشہور پیشوا کا ایسا ہی حال یعنی عروج کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی کا مذکور ہے۔ کہ وسیع علم اور پوری معرفت

حاصل ہونے کے باوجود جب نفسانی اغراض اس پر غالب آئیں تو یہ سب علم و معرفت اور مقبولیت ختم ہو کر گمراہ اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا حال مذکور ہے جس کا نام بلعم بن باعوراء تھا جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بہت کچھ علم دیا تھا اور اسے مستجاب الدعوات بھی بنایا تھا مگر بعد میں اللہ کی آیات وہدایات کو چھوڑ کر ایک عورت کے اغواء سے اور مال و دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرکشی کی اور آپ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہو گیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا اور خود مردود ابدی بنا۔ ساری کرامتیں اس کی چھن گئیں اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق ہوا۔

اس قصہ میں علماء کے لئے خاص تنبیہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ علم و ہدایت سے نوازے اسے چاہئے کہ نفسانی خواہش کا اتباع ہرگز ہرگز نہ کرے اور مال و دولت کی طمع اور حرص کے پیچھے نہ پڑے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرتناک سبق ہے اگر وہ دھیان کریں۔

بلعم بن باعوراء کے تفصیلی حالات

فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق وغارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں۔ آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں اور لوگوں کی اس درخواست کی وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا افسوس ہے تم کیسی بات کہتے ہو۔ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں۔ میں ان کے خلاف بددعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی جانتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو میرے دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاویں گے۔ ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملہ میں معلوم کر لوں کہ ایسی دعاء کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کے لئے استخارہ یا کوئی عمل کیا۔ خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بددعاء کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کر دو اور الحاح واصرار کی حد نہ رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کر لیں اور ان کا کام کر دیں۔ اس وقت بیوی کی رضاجوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔ اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعا خود اپنی قوم جبارین کے لئے نکلے۔ وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بددعا کر رہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی۔ اب دعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آ سکتے ہو۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں۔ رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ

لوگ مسافر ہیں اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں۔ اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے جس قوم میں یہ ہو اس پر ضرور قہر وعذاب نازل ہوتا ہے۔ وہ فاتح اور کامراں نہیں ہو سکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی۔ اس پر عمل کیا گیا۔ بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے۔ یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر لٹکا دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور توبہ کی اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔" (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دنیا پرستوں کی حالت

اخیر میں بتلایا گیا کہ ان دنیا کے دلدادوں نے اللہ کی آیتوں کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا یہ تو دنیا طلبی میں دنیا کے نام ونمود کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے جا رہے ہیں اور چاروں طرف اندھیرا ہے کیونکہ روشنی تو فقط اللہ کی آیتوں سے حاصل ہو سکتی تھی اس کو تو انہوں نے جھوٹی اور من گھڑت کہہ کر پس پشت ڈال دیا۔ اب کوئی چیز نہیں کہ انہیں راستہ کے مہلک گڑھوں اور ٹھوکروں سے بچاوے وہ کسی گڑھے میں اوندھے منہ جا گریں گے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر اور ان کی تکذیب کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ اس ہوا پرستی کی بدولت یہ لوگ دنیا میں کتوں کے مشابہ بنے اور آخرت میں بھی کتوں جیسا معاملہ ہوگا۔

عبرتیں ونصیحتیں

اول یہ کہ کسی شخص کو اپنے علم وفضل اور زہد وعبادت پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ ایسے مواقع اور ان کے مقدمات سے بھی آدمی کو پرہیز کرنا چاہئے جہاں اس کو اپنے دین کی خرابی کا اندیشہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مفسد اور گمراہ لوگوں کے ساتھ تعلق اور ان کا ہدیہ یا دعوت وغیرہ قبول کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

چوتھے یہ کہ بے حیائی اور حرام کاری پوری قوم کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ آیات الٰہیہ کی خلاف ورزی خود بھی ایک عذاب ہے اور اس کی وجہ سے شیطان اس پر غالب آ کر ہزاروں خرابیوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ دنیوی حرص وطمع اور نفسانی خواہشات کے پیچھے ہم احکام الٰہیہ کے چھوڑنے والے نہ بنیں۔

یَا اللّٰہ ہمیں جو علم دین کا آپ نے عطا فرمایا ہے اس پر عمل خیر کی توفیق بھی نصیب فرمائیے۔ اور ہدایت عطا کرنے کے بعد گمراہی اور کجروی سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیے۔

یَا اللّٰہ ان قرآنی واقعات سے ہمیں کامل عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کی بدی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا

مَنْ	يَهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِيْ	وَمَنْ	يُضْلِلْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ	وَلَقَدْ ذَرَاْنَا
جو۔جس	ہدایت دے	اللہ	تو وہی	ہدایت یافتہ	اور جس	گمراہ کردے	سو وہی لوگ	وہ	گھاٹا پانے والے	اور ہم نے پیدا کئے

جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ خسارہ میں پڑ جاتے ہیں۔اور ہم نے ایسے بہت

لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لِجَهَنَّمَ	كَثِيْرًا	مِّنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	لَهُمْ	قُلُوْبٌ	لَا يَفْقَهُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اَعْيُنٌ
جہنم کیلئے	بہت سے	سے	جن	اور انسان	انکے	دل	سمجھتے نہیں	ان سے	اور ان کیلئے	آنکھیں

سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں جنکے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جنکی آنکھیں ایسی ہیں

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ

لَا يُبْصِرُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اٰذَانٌ	لَا يَسْمَعُوْنَ	بِهَا	اُولٰٓئِكَ	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ
نہیں دیکھتے	ان سے	اور ان کیلئے	کان	نہیں سنتے	ان سے	یہ لوگ	چوپایوں کے مانند	بلکہ	وہ	بدترین گمراہ

جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ جو پایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ
یہی لوگ	وہ	غافل (جمع)

یہ لوگ غافل ہیں۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

گذشتہ آیات میں عبرت و نصیحت کے لئے تارک حق کا واقعہ سنا کر عام اہل ضلالت و منکرین و معاندین اور احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کی حالت بیان کی گئی تھی۔ چونکہ حق واضح ہو جانے کے باوجود کفار و مشرکین عرب کا اختلاف دین حق سے محض عناد کی وجہ سے تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی کے لئے مضمون ارشاد ہوتا ہے کہ بس جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی میں پڑا رہنے دے تو ایسے لوگ ابدی خسارہ میں پڑنے والے ہیں یعنی علم وفضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت و دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو ورنہ جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق نہ دے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت و قابلیت رکھتا ہو سمجھ لو کہ خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے انسان اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ہدایت و توفیق کا طلبگار رہے۔

انسانیت کے درجہ سے گرے ہوئے لوگ

اس ارشاد کے بعد کہ اللہ جس کو ہدایت دے وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو اللہ گمراہ چھوڑ دے وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں اور ناکام و نامراد رہنے والے ہیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بہت سے جنات اور انسان ایسے ہیں کہ جن کو جہنم ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کے دل، آنکھ، کان سب موجود ہیں لیکن نہ دل سے آیات اللہ میں غور کرتے ہیں نہ سوچنے سمجھنے کا کام لیتے ہیں۔ آنکھیں ہیں مگر ان سے انہیں کام کی باتیں نہیں سوجھتیں۔ کان ہیں مگر فائدہ کی باتیں نہیں سنتے۔ آدمی

کی شکل ہیں لیکن جس طرح چوپائے جانوروں کی تمام سوجھ بوجھ صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے پورا کرنے میں محدود ہوتی ہے یہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ ہاتھ پاؤں کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اس کو ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ جانور جس کا کھاتے ہیں تو اس کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کو پہچانتے ہیں اور یہ ہیں کہ مالک حقیقی کو پہچانتے ہی نہیں۔ اس کی آواز پر کان ہی نہیں دھرتے۔ عقل آنکھ کان ہوتے ہوئے نہ اس کے احکام سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ اس کی سنتے ہیں تو اس طرح یہ غافل جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہیں پھر ان سے توقع ہدایت کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار ہے۔ یہ تسلی کا مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جا رہا ہے۔

ان آیات میں یہاں ضمناً اس بات کی تعلیم ہے کہ خدا کے عطا کردہ اعضائے جسم اور قوتیں حق اور معرفت کے مصرف میں استعمال ہونا چاہیے ورنہ بے محل استعمال سے اصل مقصود فوت ہو جاتا ہے

کافروں کے پاس اگرچہ دل دماغ کان آنکھ سب کچھ ہوتا ہے مگر جب تک ان کا صحیح استعمال نہ کیا جائے ان کا ہونا بے کار ہے اور ایسے انسان جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ جانور بھی اپنے نفع نقصان کو ظاہر طور پر جانتا ہے مگر کافر و مشرک جان بوجھ کر خود عناد سے دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دو چیزیں عقل اور شہوت پیدا کی ہیں۔ فرشتوں کو تو فقط عقل عطا کی کہ ان میں کوئی خواہش نہیں جو اللہ کی عبادت سے روکے اور جانوروں کو فقط شہوت دی پس وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہشات میں مشغول ہیں ان میں عقل نہیں کہ معرفت حاصل کر سکیں۔ رہا انسان تو اس میں دونوں چیزیں جمع کر دیں پس اگر اس نے عقل کی پیروی کی معرفت و اطاعت حاصل کی تو فرشتوں سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کو روک کر اس نے ترقی کی اور اگر شہوت کی پیروی سے نافرمان بنا تو جانوروں سے بدتر ہو گیا اور ناپاک گڑھے میں پھسل پڑا۔ سب جانور اپنے خالق کے فرمانبردار ہیں مگر کافر نافرمانی کرتا ہے۔ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں مگر کافر نہیں پہچانتا۔ سب جانور اگر ان کو کوئی ہانکنے والا اور چلانے والا ہو تو سیدھی راہ پر چلتے ہیں مگر کافر رسول ہادی کی رہنمائی کو نہیں مانتا اور کج روی اختیار کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں وہ دماغ دیں کہ جس سے یا اللہ آپ کی معرفت و اطاعت حاصل ہو

یا اللہ ہمیں وہ کان عطا فرما کہ جو حق کے سننے والے ہوں اور ہمیں وہ آنکھیں عطا فرما کہ جو حق کو دیکھنے والی ہوں۔

یا اللہ آپ نے ہمیں انسان بنا کر جو شرف عزت بخشا ہے تو اپنی معرفت و اطاعت کی توفیق عطا فرما کر حقیقی عزت عطا فرما اور ہدایت کے راستہ پر ہم کو مستقیم رکھئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ

وَلِلّٰهِ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى	فَادْعُوْهُ	بِهَا	وَذَرُوا	الَّذِيْنَ	يُلْحِدُوْنَ	فِيْ	اَسْمَآئِهٖ	سَيُجْزَوْنَ
اور اللہ کیلئے	نام (جمع)	اچھے	پس اسکو پکارو	ان سے	اور چھوڑ دو	وہ لوگ جو	کج روی کرتے ہیں	میں	اسکے نام	عنقریب وہ بدلہ پائیں گے

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو انکے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَمِمَّنْ	خَلَقْنَا	اُمَّةٌ	يَهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	يَعْدِلُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
جو	وہ کرتے تھے	اور سے۔ جو	ہم نے پیدا کیا	ایک اُمت (گروہ)	وہ بتلاتے ہیں	حق کیساتھ (ٹھیک)	اور اسکے مطابق	فیصلہ کرتے ہیں	اور وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا

کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

بِاٰيٰتِنَا	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	مِنْ حَيْثُ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَاُمْلِيْ	لَهُمْ	اِنَّ	كَيْدِيْ	مَتِيْنٌ
ہماری آیات کو	آہستہ آہستہ انکو پکڑیں گے	اس طرح	وہ نہ جانیں گے (خبر نہ ہوگی)	اور میں ڈھیل دوں گا	ان کیلئے	بیشک	میری خفیہ تدبیر	پختہ

آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم انکو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور کہ انکو خبر بھی نہیں۔ اور انکو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور ان کی خاصیت

گذشتہ آیات میں مخالفین حق یعنی کفار و مشرکین جن کو غافلین کا لقب دیا گیا تھا ان کا حال ذکر ہوا تھا اب مومنین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اس کو اسماء الحسنٰی یعنی اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ اسمآء الحسنیٰ یعنی ''اچھے ناموں'' سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت۔ برتری اس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفات کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ مشرکین اللہ پاک کو ایسے ناموں سے پکارتے تھے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ مثلاً کفار عرب اللہ سے دعا کرتے وقت کہتے یا ابا لمکارم یا ابیض الوجہ اور نصاریٰ کہتے تھے یا ابا المسیح اور یا ابا لملائکہ پھر مشرکوں نے اپنے دیوتاؤں کے کچھ نام تراش رکھے تھے اور اللہ کے ناموں سے ان کو مشتق کر لیا تھا۔ مثلاً عزیز سے عزیٰ منان سے منات اور الٰہ سے لات بنا کر بتوں کے نام رکھ چھوڑے تھے۔

اس سب کی تردید میں یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے اچھے اچھے نام مخصوص ہیں۔ سو انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ اور یاد کرو

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ یعنی ایک کم سو جو ان کا احصاء یعنی ان کو حفظ کر لے گا اور ان کا ورد رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو ایک حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اس کے اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ اور اس کے ہر نام سے وہ حاجت طلب کرو جو اس نام کے مناسب ہو۔ مثلاً اے رحمان مجھ پر رحم فرما۔ اے رزاق مجھ کو رزق عطا فرما۔ اے ہادی مجھ کو ہدایت نصیب کر۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہو رہا ہے کہ جو لوگ اس کے اسماء اور صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں ان سے علیحدہ رہو اور ایسے سے بالکل بے تعلق رہو وہ جیسا کریں گے بھگتیں گے۔

اسمائے الٰہی میں کجروی نہ کرو

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق الحاد یعنی کجروی یہ ہے کہ خدا کو ایسے نام دیئے جائیں جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی سے گرے ہوئے ہوں جو اس کے ادب کے منافی ہوں۔

یہاں اسمائے حسنہ میں الحاد یعنی تحریف و کجروی کی جو ممانعت

فرمائی گئی ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک تنبیہ عوام کے لئے لکھی ہے جو قابل غور ہے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''اسمائے حسنٰی یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسرے لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ تو جن ناموں کا استعمال غیر اللہ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام تو اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ جیسے رحیم، رشید، علی، کریم، عزیز وغیرہ اور اسمائے حسنٰی میں سے وہ نام جن کا غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا الحاد مذکور میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ مثلاً رحمٰن، سبحان، رزاق، خالق، غفار، قدوس وغیرہ۔

الغرض اہل اسلام کو ہدایت یہ کی گئی کہ ذکر اللہ حمد وثنا اور مشکلات و حاجات کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اس کو انہی ناموں سے پکارو جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔ اسمائے الٰہیہ میں کجروی کی ممانعت فرمائی گئی۔

اہل حق اور اہل باطل

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور حق ہی کے موافق انصاف اور فیصلہ کرتے ہیں۔ یعنی ہماری مخلوق میں سب کے سب ہی گمراہ اور کجرو نہیں۔ ایک جماعت اہل حق کی بھی ہے جو دوسروں کو دین حق کے مطابق ہدایت کرتی رہتی ہے اور خود بھی بندوں کے ساتھ معاملات میں اسی قانون حق کے ماتحت برتاؤ کرتی رہتی ہے یہ جماعت امت محمد یہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم ہو۔ تو یہاں امت مسلمہ کی تعریف فرمائی گئی کہ جو ہر قسم کی افراط وتفریط اور کج روی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف اور اعتدال کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔

آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ایسے طریقہ سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ ہاں جب تک ان کو ڈھیل دی جارہی ہے وہ دی جارہی ہے یعنی جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ مجرمین اپنے کو کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے عیش و آرام کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جارہا ہے۔ خدا کا ''کید'' یعنی داؤں اور خفیہ تدبیر اسی کو کہا ہے کہ ایسی کارروائی کی جائے کہ جس کا ظاہر انعام واکرام اور رحمت نظر آتا ہو مگر باطن قہر وعذاب اور تذلیل و تحقیر سے پر ہو۔ بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

قانون استدراج

یہ آیات بڑی عبرتناک ہیں اور یہاں استدراج ومہلت اور ڈھیل دینے کے قانون کو بیان کیا گیا ہے جس میں مفسدین اور منکرین کو خبردار کیا جارہا ہے کہ جزائے عمل کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے وہ آہستہ آہستہ اس نتیجہ پر پہنچ کر رہیں گے جو سرکشی اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جنہوں نے آیات اللہ کی تکذیب کی اور احکام الٰہیہ سے منہ موڑا ان کو اکثر فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کو غفلت میں بڑھنے دیا جاتا ہے اور دنیا کی دولت، عزت، قوت وشوکت خوب دی جاتی ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ، رسول، کتاب، قیامت اور حشر نشر سب ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ دیکھو ہم اپنی ہوشیاری اور دانائی سے کہاں سے کہاں پہنچے ہیں۔ تو چونکہ ان لوگوں کو دنیا ہی میں بدترین سزا دینی منظور ہوتی ہے اس لئے ایک دم فوراً مواخذہ نہیں کیا جاتا ورنہ اس پکڑ کے بعد نافرمانی آگے نہ بڑھتی اور وہ پوری اور آخری سزا کے مستحق نہ ہوتے اس لئے سزا کے اس مقررہ نشانہ پر پہنچانے کے لئے ان کو کھانے، پینے، کھیلنے، کودنے اور عیش وعشرت کی مہلت دی جاتی ہے تا کہ ان کی حرکتیں بھی بڑھتی رہیں اور قانون کا شکنجہ بھی آہستہ آہستہ کستا چلا جائے اس طرح کہ پھر یک لخت اور اچانک گرفت سے باہر نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ یہی حاصل ہے قانون استدراج کا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۸۴) اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ

اَوَ	لَمْ يَتَفَكَّرُوْا	مَا بِصَاحِبِهِمْ	مِنْ	جِنَّةٍ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ	اَوَ	لَمْ يَنْظُرُوْا	فِيْ
کیا	وہ غور نہیں کرتے	نہیں انکے صاحب کو	سے	جنون	نہیں	وہ	مگر	ڈرانے والے	صاف	کیا	وہ نہیں دیکھتے	میں

کیاان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ انکا جن سے سابقہ ہے انکو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔اور کیاان لوگوں نے غور نہیں کیا

مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

مَلَكُوْتِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنْ شَيْءٍ	وَّاَنْ	عَسٰى	اَنْ	يَّكُوْنَ	قَدِ اقْتَرَبَ
بادشاہت	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور جو	پیدا کیا	اللہ	کوئی چیز	اور یہ کہ	شاید	کہ	ہو	قریب آگئی ہو

کہ آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ انکی اجل قریب ہی آپہنچی ہو

اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵) مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ

اَجَلُهُمْ	فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍ	بَعْدَهٗ	يُؤْمِنُوْنَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَا	هَادِيَ	لَهٗ	وَيَذَرُهُمْ
انکی اجل (موت)	توکس	بات	اس کے بعد	وہ ایمان لائیں گے	جس	گمراہ کرے	اللہ	تو نہیں	ہدایت دینے والا	اسکو	وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں

پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ چھوڑ دے اسکو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا

	فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۱۸۶)	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	
	اور اللہ تعالیٰ انکو انکی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔	میں	اُن کی سرکشی	بھٹکتے ہیں	

گمراہی وانکار حق کے اسباب

گذشتہ آیات میں گمراہ منکرین اور آخرت سے غافلوں کی تہدید وتوبیخ کا ذکر تھا اور ان سے متعلق قانون استدراج کا بیان ہوا تھا۔اب ان آیات میں ان کی غفلت اور گمراہی کے سبب کا ذکر ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ غور وفکر سے کام نہیں لیتے اس لئے کبھی نبوت ورسالت کے بارہ میں ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے اور کبھی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت' الوہیت اور ربوبیت میں شبہ پیش آتا ہے۔اگر یہ لوگ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور معجزات میں غور کرتے تو آپ کی نبوت ورسالت میں ان کو شبہ نہ ہوتا اور اگر آسمان وزمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہ رہتا۔چاہیے تو انکو یہ تھا کہ وہ اس بات میں غور کرتے کہ شاید ان کی موت اور ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہو اس لئے موت آنے سے پہلے سنبھل جانا چاہیے تھا اور موت کے بعد کی تیاری کرنی چاہیے تھی۔

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق حضرت قتادہؓ کی روایت ہے ایک بار مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو نام بنام پکارا اور ایسے الفاظ سے پکارا جو دشمن کے خطرہ کے وقت استعمال کئے جاتے تھے۔سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ کو نام بنام عذاب الٰہی سے ڈرایا۔آئندہ کے واقعات جو موت بلکہ قیامت تک ان پر واقع ہونے والے تھے بتائے اور فنا اور زوال کا نقشہ ان کے سامنے کھینچ کر رکھا تو اس پر بعض منکرین اور کفار مکہ نے کہا کہ (نعوذ

باللہ) ان کو جنون ہو گیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کی تصدیق تین طرح سے فرمائی:۔

اول یہ کہ ذرا غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت تم کو دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ وہ کوئی دیوانے اور مجنون تو نہیں کہ آپ کے اظہار حقائق کی تکذیب کی جائے۔ آپ ساری عمر تمہارے پاس رہے آپ کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو۔ آپ کی عقل و دانش اور امانت و دیانت پہلے سے مسلم اور معروف ہے۔ نبوت سے پہلے ساری قوم آپ کو ایک نہایت سلیم الطبع اور صادق وامین کی حیثیت سے جانتی تھی۔ نبوت کے بعد جب آپ نے خدا کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو یکا یک آپ کو نعوذ باللہ کفار مکہ مجنون کہنے لگے۔

دوسرے اگر یہ آسمان زمین کے نظام پر غور کرتے یا خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں غور کرتے دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی کل کائنات خالق کے وجود پر دلالت کر رہی ہے۔ صحرا کا ہر ذرہ، پہاڑوں کا ہر ریزہ، درختوں کا ہر پتہ، حیوانات کی ہر کیفیت و حالت، سورج، چاند اور ستاروں کا طلوع وغروب۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی غرض ہر چیز نمایاں طور پر کائنات کا ذرہ ذرہ اثبات توحید کی شہادت دے رہا ہے۔ پھر یہی بات اگر رسول کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ موت اور مابعد الموت سے ڈراتے ہیں تو کیوں آپ کی تکذیب کی جاتی ہے۔

تیسرے ان منکرین و مکذبین نے اس پر نظر نہ کی اور یہ نہ سوچا کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی موت قریب ہی ہو جس کے بعد ایمان و عمل کا موقع جاتا رہے گا اور فرصت ختم ہو جائے گی اور بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی چاہئے اس سے محروم ہو جائیں گے۔

ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ مجنون اور دیوانہ کہا گیا ہے اگر مکہ کے کفار فکر ونظر سے کام لیتے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جوان ہی میں پیدا ہوئے۔ ان ہی میں رہے سہے۔ ان کے لئے سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی۔ آپ کے دوسرے معجزات جن میں قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے یہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپ کے عادات واطوار اور پاکیزہ زندگی بھی ایک معجزہ ہے۔ جس میں دوسرا کوئی ہرگز آپ کی برابری نہیں کر سکتا مگر ان کفار کو نہ تو دین حق تک پہنچانے والی دلیل کی فکر ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک ذرہ میں جلوہ گر ہے اور نہ ہی اس فکر میں مدد دینے والی چیز یعنی موت کی طرف ان کا دھیان ہے تو پھر ان پر ایمانی راہ کھلے تو کیونکر کھلے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنے اور اس پر تا زندگی قائم رہنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق کاملہ بھی عطا فرماویں۔ اور ہم کو اپنی موت کا دھیان اور آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرماویں۔

یَااللہ دین کی تمام باتوں پر ایمان کامل اور یقین صادق ہم کو نصیب فرما اور دین کی باتوں میں شکوک وشبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	السَّاعَةِ	اَيَّانَ	مُرْسٰىهَا	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	رَبِّيْ	لَا يُجَلِّيْهَا	لِوَقْتِهَا
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے (متعلق)	گھڑی (قیامت)	کب ہے؟	اُس کا قائم ہونا	کہدیں	صرف	اس کا علم	پاس	میرا رب	اسکو ظاہر نہ کریگا	اسکے وقت پر

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسکے وقت پر اسکو سوا

اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ

اِلَّا	هُوَ	ثَقُلَتْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	لَا	تَاْتِيْكُمْ	اِلَّا	بَغْتَةً	يَسْـَٔلُوْنَكَ	كَاَنَّكَ	حَفِيٌّ	عَنْهَا
سوا	وہ (اللہ)	بھاری ہے	میں	آسمانوں	اور زمین	نہ	آئے گی تم پر	مگر	اچانک	آپ سے پوچھتے ہیں	گویا کہ آپ	متلاشی	اسکے

اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اسکی تحقیقات کرچکے ہیں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا

قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ	قُلْ	لَآ اَمْلِكُ	لِنَفْسِيْ	نَفْعًا
کہدیں	صرف	اسکا علم	پاس	اللہ	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں جانتے	کہدیں	میں مالک نہیں	اپنی ذات کیلئے	نفع

آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا

وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ

وَ	لَا	ضَرًّا	اِلَّا	مَا	شَاۗءَ اللّٰهُ	وَلَوْ	كُنْتُ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	لَاسْتَكْثَرْتُ	مِنَ	الْخَيْرِ	وَمَا مَسَّنِيَ
اور	نہ	نقصان	مگر	جو	چاہے اللہ	اور اگر	میں ہوتا	جانتا	غیب	میں البتہ جمع کرلیتا	سے	بہت بھلائی	اور نہ پہنچتی مجھے

اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر

السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۸

السُّوْۗءُ	اِنْ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ	وَبَشِيْرٌ	لِقَوْمٍ	يُؤْمِنُوْنَ	
کوئی برائی	پس فقط	میں	مگر (صرف)	ڈرانے والا	اور خوشخبری سنانے والا	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	

واقع نہ ہوتی میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

منصب رسالت کے بارے میں مشرکین کی غلط فہمی

اسی طرح مکہ کے مشرکین تمسخر اور انکار کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر سچ مچ قیامت آنے والی ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو کیوں نہیں آپ اس کا معین وقت یعنی تاریخ اور دن بتلا دیتے؟ یعنی جاہل منکرین حشر کا استدلال اس طرح تھا کہ جب آپ رسالت کے مدعی ہیں تو علم غیب بھی آپ کو ضرور ہوگا۔ اور جب علم غیب ہے تو وقوع قیامت کا تفصیلی علم بھی آپ کے لئے لازمی ہے۔ اگر یہ علم نہیں رکھتے تو آپ کا دعوائے رسالت بھی صحیح نہیں۔ گویا وہ غیب دانی کو جزو منصب رسالت سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو

27

ہمارے کہنے کے موافق کیوں نہیں ہمارے دنیوی مضرات دور کر دیتے اور کیوں نہیں ہمیں غنی کر دیتے۔ ہمارے فلاں عزیز اقارب مر گئے ہیں یا قریب مرگ ہیں ان کو تندرست یا زندہ کر دو۔ ہم کو اس مال میں نفع ہوگا یا نقصان؟ مینہ کب برسے گا؟ فلاں گمشدہ کہاں ہے؟ اور کب آئے گا؟ اگر آپ نبی ہیں تو کیوں ہم کو غیب کی باتیں نہیں بتلا دیتے۔

کفار و مشرکین کی غلط فہمیوں کا ازالہ

کفار کے ان خیالات کی تردید میں اور ان کے اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب ہوگی حق تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سوال کا جواب تلقین فرمایا کہ آپ جواب میں یہ کہہ دیں کہ قیامت کے تعین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کے کسی کے پاس نہیں۔ وہی وقت معین ومقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں گو اس واقعہ یعنی قیامت کی بہت سی نشانیاں انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے بعد جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک ہوگا جیسا کہ احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے اچانک آنے کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے ایک شخص نے گاہک کو دکھلانے کے لئے کپڑے کا تھان کھولا ہوا ہوگا وہ ابھی معاملہ طے نہ کر پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر چلے گا اور ابھی اس کو استعمال نہ کرنے پائے گا کہ قیامت آ جائے گی کوئی شخص اپنے حوض کی مرمت کر رہا ہو گا اس سے فارغ نہ ہو پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ کوئی شخص کھانے کا لقمہ ہاتھ میں اٹھائے گا ابھی منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

قیامت کا معین وقت پیغمبر کو بھی معلوم نہیں ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اس مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بناء پر انہیں روک دیا ہو نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم وکمالات کا خدا کی طرف سے القاء ہو نہایت شکر گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے ہیں مگر ان باتوں کو اکثر عوام کیا سمجھیں۔ اکثر آدمی لاعلم ہیں نہیں جانتے کہ قیامت کے وقوع کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم

پھر آگے بتلایا گیا کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو نہ اپنے اندر ''اختیار مستقل'' رکھتا ہے اور نہ ''علم محیط'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم اولین و آخرین کے حامل تھے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اور اسی عطا شدہ علم کے موافق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبریں دیں جن کی سچائی کا ہر خاص و عام نے مشاہدہ کیا۔ اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا مگر اس بات کو قرآنی اصطلاح میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

آپ کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان کرنے کا حکم ہو رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ قیامت کے وقوع کے تعین علم تو درکنار مجھے اپنے نفس پر بھی حقیقی قدرت نہیں۔ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی حقیقی مالک نہیں مگر اسی قدر جتنا اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔ اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا جو علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہو جاتی ہیں۔ نیز کبھی کوئی ناخوشگوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی غرض ''علم محیط'' اور ''اختیار مستقل'' نہ میرے لوازم میں سے ہے نہ

نبوت کے لئے یہ لازمی ہے ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے وہ کامل ہونا چاہئے۔ اس لئے میرا کام یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے خوف دلاؤں اور ثواب کی بشارت سناؤں یعنی لوگوں کو برے کام سے بچنے اور نیک کام کرنے کا حکم دوں۔ تو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کی تعیین کے متعلق اپنی لاعلمی کے اظہار کا حکم ہوا ہے۔

پیغمبر کو قیامت کے معین وقت کا علم نہ ہونے کی علت

آگے دوسری آیت میں اس لاعلمی کی علت بیان کرنے کا حکم ہے۔ الغرض خلاصہ اور منشاء بیان یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد تکوینی چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہوتا اس لئے ایسی چیزوں کا جاننا جن میں قیامت کی تعین بھی داخل ہے نبی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ نبوت کا اصلی جوہر شرعیات کا مکمل جاننا ہے جس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین سے زیادہ عطا فرمایا۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان آیات سے بالکل احوال قیامت کے علم کی نفی نہیں نکلتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی مفصل نشانیاں بتلا دیں

ان آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت اور احوال قیامت کے متعلق کچھ علم نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دن، تاریخ، وقت معین طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا باقی علامات، آثار اور قرائن یہ آپ نے مفصل بیان فرما دیئے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک شبہ یہاں علم غیب کی نفی سے یہ ہو سکتا ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ، عرش کرسی، لوح و قلم، احوال قیامت، جنت، دوزخ، حساب کتاب اور بعض آئندہ واقعات جو سب امور غیب سے ہیں کیا ان کا علم بھی نہ تھا حالانکہ ان سب کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی ہے اگر علم نہ تھا تو پھر خبر کیسے دی؟ تو اس کا جواب مفسرین نے اس طرح دیا ہے کہ ان آیات میں خود الاماشآء اللہ فرمایا گیا ہے "مگر جو اللہ چاہے" اس طرح جتنا اختیار۔ تصرف اور علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جس میں آپ کے تمام کمالات نبوت، اختیارات رسالت، تصرفات روحانی، خوارق عادات، معجزات اور غیب کی خبریں پیشین گوئیاں گذشتہ واقعات کی اطلاع وغیرہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے جس جس بات کا جتنا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمانا چاہا عطا فرمایا اور اتنا عطا فرمایا کہ وہاں تک فرشتوں دیگر انسانوں اور جنوں کے علم کو رسائی تک نہ تھی۔ ان آیات میں جو نفی قدرت اور غیب دانی ہے تو وہی ہے کہ جس کو منکرین و مخالفین نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی "مستقل قدرت" اور "علم محیط" سو یہ دونوں بیشک علاوہ خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اپنا علم و عقیدہ شریعت کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کا فکر ہم کو عطا فرما تا کہ اس دن کے لئے آج زندگی میں اور اس دنیا میں کچھ سامان کر لیں۔

یَااللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن نیک کاموں پر بشارت دی ہے ان نیک کاموں کا ہم کو کرنے والا بنا دیجئے اور جن کاموں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ہم کو بچنے والے بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا

هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِنْ	نَفْسٍ	وَاحِدَةٍ	وَجَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا	لِيَسْكُنَ	اِلَيْهَا	فَلَمَّا
وہ	جو۔جس	پیدا کیا تمھیں	سے	جان	ایک	اور بنایا	اس سے	اسکا جوڑا	تاکہ وہ سکون حاصل کرے	اسکی طرف (پاس)	پھر جب

وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے

تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

تَغَشّٰهَا	حَمَلَتْ	حَمْلًا	خَفِيْفًا	فَمَرَّتْ	بِهٖ	فَلَمَّا	اَثْقَلَتْ	دَّعَوَا اللّٰهَ	رَبَّهُمَا	لَئِنْ	اٰتَيْتَنَا
مرد نے اسکو ڈھانپ لیا	اسے حمل رہا	حمل	ہلکا سا	پھر وہ لئے پھری	اسکے ساتھ (اسکو)	پھر جب	بوجھل ہوگئی	دونوں نے پکارا	دونوں کا (اپنا) رب	اگر	تو نے ہمیں دیا

پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اسکو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اسکو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ انکا مالک ہے دعا کرنے لگے

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ

صَالِحًا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	فَلَمَّا	اٰتٰىهُمَا	صَالِحًا	جَعَلَا	لَهٗ	شُرَكَآءَ	فِيْمَا	اٰتٰىهُمَا
صالح	ہم ضرور ہوں گے	سے	شکر کرنیوالے	پھر جب	اس نے دیا انہیں	صالح بچہ	ان دونوں نے ٹھہرائے	اسکے	شریک	اسمیں جو	انہیں دیا

کہ اگر آپ نے ہمکو صحیح سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گذاری کریں گے سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دیدی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ
سو برتر	اللہ	اس سے جو	وہ شریک کرتے ہیں

سو اللہ تعالیٰ پاک ہے انکے شرک سے۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت پر اس سورۂ اعراف کے ۲۳ رکوعات کا بیان ختم ہوا۔ اب یہ آخری اور خاتمہ کا چوبیسواں رکوع ان آیات سے شروع ہورہا ہے۔ اس خاتمہ کے رکوع میں پھر توحید باری تعالیٰ کو ذہن نشین کرانے کے لئے پہلے اپنی قدرت کاملہ کا ایک مظہر حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کی پیدائش کو بیان فرمایا جن سے آگے انسانوں کی نسل بڑھی۔ سارے انسانوں کو ایک ہی جنس سے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ان کا خالق ایک ہی ہے پھر شرک کی مذمت بیان فرمائی گئی اور پھر سورۃ کے بالکل خاتمہ پر تبلیغ اور دعوت حق کے اصول بیان فرما کر آیت سجدہ پر اس سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

قدرت کاملہ فقط اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے

گذشتہ آیات میں مضمون اس بات پر ختم ہوا تھا کہ کفار ومشرکین جو "قدرت کاملہ" اور "علم محیط" نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس کی تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ علم غیب اور تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف حق تعالیٰ جل شانہٗ کی مخصوص صفت ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ مشرکین اپنی غلطی سے جن اوصاف الوہیت کو نبی کی ذات میں ہونا خیال کرتے تھے ان کی گذشتہ آیات میں تردید بیان کردینے کے بعد اب ان اوصاف الوہیت کا صحیح محل بیان کیا جاتا ہے جس سے توحید باری تعالیٰ' اس کا "علم محیط" اور "قدرت کاملہ" خاص اس ذات پاک کے لئے ثابت ہوتا ہے جس نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔

حضرت آدم وحوا کی تخلیق قدرت کاملہ کی دلیل ہے

یہ ایک دلیل اس کے کمال قدرت اور وحدانیت کی ہے کہ اس نے اپنی

قدرت سے ایک جان سے اتنے انسان پیدا کر دیئے اور چونکہ ایسی قدرت والا اور کوئی نہیں اس لئے تمام انسانوں کا تنہا خالق ہونے کی وجہ سے تمام انسانوں کی عبادت و بندگی کا تنہا وہی مستحق ہے پس ایک دلیل توحید تو یہ ہوئی۔

دوسری دلیل اس کے کمال قدرت کی یہ ہوئی کہ ایک نوع سے دوسری نوع پیدا کر دی یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو کہ مرد تھے۔ ان سے ان کی بیوی حضرت حوا کو جنس عورت پیدا کیا اور چونکہ یہ قدرت بھی کسی اور میں نہیں اس لئے اس لحاظ سے بھی وہ تنہا معبود ہے۔ اور حضرت حوا کو اس لئے پیدا کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے انس و سکون حاصل ہو۔ یہ بھی ایک انعام و احسان ہے جو مقتضی ہے اس کو کہ اس کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی صفات میں کسی مخلوق کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

انسان کی غفلت شعاری و کفران نعمت

مگر بنی آدم میں غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر کے ناشکری کی مختلف صورتیں اختیار کیں۔ اور بنی آدم کی غفلت و ناشکری کی ایک مثال بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب انسانوں میں مرد و عورت کے باہمی اختلاط سے کسی عورت کو حمل قرار پایا تو شروع شروع میں جب تک حمل کا کوئی بوجھ نہ تھا تو عورت آزادی کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تین پردوں اور اندھیروں کے اندر اس حمل کی تربیت و پرورش کر کے اس کو بڑھایا اور عورت کو اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو اب میاں بیوی دونوں فکر میں پڑے کہ نہ معلوم اس حمل سے کیسی اولاد پیدا ہو کیونکہ بعض اوقات عورت کے پیٹ سے عجیب طرح کی مخلوق بھی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوتا ہے کبھی اندھا' بہرا' گونگا یا ہاتھ پیر سے معذور بھی پیدا ہوتا ہے۔ تو ان خطرات کے سبب دونوں میاں بیوی مرد عورت اس خدا سے جو کہ ان کا پروردگار ہے یوں دعاء کرنے لگے کہ اگر خدا ہم کو صحیح سالم جیتا جاگتا بچہ عطا فرمائے تو ہم ضرور اس کے شکر گزار ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین بھی خدا کے سوا اور کسی کو اس کا اہل نہ جانتے تھے کہ جو ان کی یہ خواہش پوری کر سکے گویا مشرکین بھی اس بات کو مانتے تھے کہ ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو ان تمام واقعات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اس خالق کو وحدہٗ لاشریک مانا جاتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جاتا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے جب خدا نے ان کی دعائیں سن لیں اور ان کو اچھا خاصہ' جیتا جاگتا' صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو اب شکر گزاری کے بجائے ماں باپ شرک میں مبتلا ہو گئے اور اپنا عہد و پیمان بھی بھول گئے اور یہ اولاد ان کے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئی جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً جو بچہ کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے دیا تھا اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنے لگے۔ کوئی کہنے لگا کہ فلاں کی نذر نیاز مانی تھی اس پر یہ اولاد ملی۔ کسی نے کہا کہ بیٹا ستاروں کی تاثیر سے پیدا ہوا ہے۔ کسی نے کہا کہ ہمارے بتوں نے ہم کو بخشا ہے۔ اسی بناء پر مشرکین عرب اپنی اولاد کے نام عبدالعزیٰ' عبدالات' عبدالمنات' عبدالشمس وغیرہ رکھتے۔ (عزیٰ' لات' اور منات یہ مشرکین عرب کے مشہور بتوں کے نام تھے) یعنی منعم حقیقی کی نسبت سے تو نام نہ رکھا۔ عبداللہ' عبدالرحمان وغیرہ بلکہ غیر اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا اور عبدالشمس اور عبدالعزیٰ وغیرہ نام رکھ دیا۔ حق تو یہ تھا خدا تعالیٰ کا جو کہ منعم و خالق اور محسن و قادر ہے اور اس حق کو دے دیا دوسروں کو۔ آخر میں ایسے لوگوں کی کجروی اور بے راہی کو واضح کرنے کے لئے فرمایا فتعلی الله عما یشر کون یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جس کو ان لوگوں نے اختیار کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام اولاد آدم یعنی بنی نوع انسان ہمیشہ اس خالق اور منعم حقیقی کی شکر گزار ہوتی اور اس کی وحدانیت کی معترف ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی صفات کاملہ میں شریک نہ ٹھہراتی مگر غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر گزاری کے شرک اختیار کیا۔

دعا کیجئے: یَا اللہ ہم کو صحیح توحید نصیب فرما جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ شرک کی تمام رسموں اور باتوں سے ہمیں محفوظ فرما اور اپنی شب و روز کی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

اَيُشْرِكُوْنَ	مَا	لَا يَخْلُقُ	شَيْـًٔا	وَّهُمْ	يُخْلَقُوْنَ	وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	لَهُمْ	نَصْرًا	وَّلَآ
کیاوہ شریک ٹھہراتے ہیں	جو	نہیں پیدا کرتے	کچھ بھی	اور وہ	پیدا کئے جاتے ہیں	وہ قدرت نہیں رکھتے	انکی	مدد	اور نہ

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں۔اور وہ انکو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ

اَنْفُسَهُمْ	يَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى	لَا يَتَّبِعُوْكُمْ	سَوَآءٌ	عَلَيْكُمْ
خود اپنی	مدد کرتے ہیں	اور اگر	تم انہیں بلاؤ	طرف	ہدایت	نہ پیروی کریں تمہاری	برابر	تم پر (تمہارے لئے)

اپنی بھی مدد نہیں کرسکتے۔اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم انکو پکارو

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ	اَمْ	اَنْتُمْ	صَامِتُوْنَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	عِبَادٌ
خواہ تم انہیں بلاؤ	یا	تم	خاموش رہو	بیشک	وہ جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	سوائے اللہ	بندے

اور یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو

اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ

اَمْثَالُكُمْ	فَادْعُوْهُمْ	فَلْيَسْتَجِيْبُوْا	لَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	اَلَهُمْ	اَرْجُلٌ	يَّمْشُوْنَ	بِهَا
تمہارے جیسے	پس پکارو انہیں	پھر چاہیے کہ وہ جواب دیں	تمہیں	اگر	تم ہو	سچے	کیا انکے	پاؤں (جمع)	وہ چلتے ہیں	ان سے

پھر انکو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔کیا انکے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتے ہوں یا انکے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں

اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا

اَمْ	لَهُمْ	اَيْدٍ	يَّبْطِشُوْنَ	بِهَا	اَمْ	لَهُمْ	اَعْيُنٌ	يُّبْصِرُوْنَ	بِهَا	اَمْ لَهُمْ	اٰذَانٌ	يَّسْمَعُوْنَ	بِهَا
یا	انکے	ہاتھ	وہ پکڑتے ہیں	ان سے	یا	انکی	آنکھیں	دیکھتے ہیں	ان سے	یا انکے	کان	سنتے ہیں	ان سے

یا انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا انکے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں

اے انسان افسوس کہ تو نے بے جان ومردہ کو معبود بنالیا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ مشرکوں کی بھی عجیب کیفیت ہے۔جب تک مطلب رہتا ہے جان خطرہ میں رہتی ہے تو خدا کو پکارتے ہیں۔اس سے دعائیں کرتے ہیں شکر گزاری کے وعدے کرتے ہیں اور جب مطلب پورا ہو جاتا ہے بامراد بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ناشکری اور شرک کرنے لگتے ہیں اور باطل معبودوں کو اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں شریک کرتے ہیں۔بتوں اور دیوتاؤں کو اللہ کے ساتھ ملا کر حصہ دار بناتے ہیں۔ان کی طرف بچہ کو منسوب کر کے ان کی عبدیت کے ساتھ نام رکھتے ہیں۔

ان آیات میں انہی بتوں کا بیان ہے کہ مشرکین اللہ کے ساتھ

شریک بناتے بھی ہیں تو ایسے شریکوں کو کہ وہ خود کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ دوسروں کے ہاتھوں کے خود بنے ہوئے ہیں۔ یعنی اپنی خلقت میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ پھر خود خالق کس طرح ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ کتنا ہی ان کی عبادت کرو۔ اللہ کا حصہ دار بناؤ مگر مصیبت پڑنے پر کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور دوسروں کی مدد تو کیا کر سکتے خود اپنی ذات پر کچھ دکھ آئے تو اس کو دور نہیں کر سکتے گویا وہ اپنی پیدائش میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں اور پیدائش کے بعد کسی تکلیف کے دور کرنے میں بھی غیروں کی مدد کے ضرورت مند ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا واقعہ

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا قصہ مشہور ہے کہ یہ دونوں جوان صحابی مشرکوں کے بت توڑ کر تلف کر ڈالتے تھے اور بت اگر لکڑی کے ہوتے تو وہ لکڑی توڑ پھوڑ کر لے جا کر غریب بیوہ عورتوں کو دیدتے۔ حضرت معاذ بن عمرو کے باپ حالت کفر میں اپنی قوم کے سردار تھے اور انہوں نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کو روز غسل دیتے خوشبو لگاتے اور آراستہ کرتے۔ لیکن یہ دونوں جوان صحابی رات کو آ کر اس بت کو اوندھا کر کے نجاست میں آلودہ کر دیتے تھے۔ صبح کو پھر وہ آ کر نہلا دھلا کر بنا سنوار کر رکھ دیتے تھے۔ ایک روز انہوں نے بت کے پاس تلوار رکھ دی اور کہہ دیا کہ اگر تجھ کو کوئی آ کر ستائے تو اس تلوار سے اس کو قتل کر ڈالنا۔ ان دونوں جوان صحابیوں نے رات کو جا کر بت کے پاؤں میں رسی باندھی اور پھر اس کو ایک مردار کتے کے ساتھ رسی میں بندھا اور ایک اندھے کنویں میں لٹکا دیا۔ صبح کو عمرو بن جموح نے اٹھ کر بت کی یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ میں باطل دین اور غلط اعتقاد پر ہوں۔ یہ بت نہ اپنی حفاظت کر سکتے اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی وقت بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور پھر جنگ احد میں شہید ہوئے۔

مشرکین کو تفہیم کہ تمہارے یہ بت تمہاری پکار ہرگز نہیں سن سکتے

مشرکین کے بت جن کو انہوں نے اپنا معبود ٹھہرایا اور خدائی کا حق دیا اب ایک دوسرے طریقے سے ان کی مجبوری ظاہر کی جاتی ہے وہ یہ کہ گو مشرکین ان بتوں کے ظاہر ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک سب کچھ بناتے ہیں لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضا کہا جا سکے۔ نہ وہ پکارنے سے مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے مشرکین کا گلا بھی پھٹ جائے تب بھی وہ ان کی آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔ ان کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع تو تعجب ہے کہ اے مشرکین جو چیزیں مملوک اور مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز اور درماندہ ہوں بلکہ وجود اور کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گزری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے۔ لہذا اے مشرکین تمہارا بتوں کے آگے جھکنا جو تم سے بہت کمتر اور عاجز ہیں کمال درجہ کی بیوقوفی اور حماقت نہیں تو کیا ہے۔

ان آیات میں بت پرستی کی تردید کرتے ہوئے یہ بھی اشارہ کر دیا گیا کہ معبود وہ ہونے کے لائق ہے جو قادر، خالق، صاحب اختیار اور صاحب بصیرت ہو اور وہ تنہا صرف اللہ کی ذات ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ قادر، خالق، صاحب اختیار صرف آپ ہیں اس لئے آپ ہی تنہا معبود ہونے کے لائق ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنی بندگی، پرستش اور عبادت میں لگائے رکھئے اور ہمارے حقیقی کارساز، حاجت روا، مشکل کشا اور مددگار حامی و ناصر ہونے کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَا اللّٰہُ ہمیں ہر حال میں اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ اور غیروں کی طرف نظر کرنے سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ

قُلِ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	كِيْدُوْنِ	فَلَا تُنْظِرُوْنِ	اِنَّ	وَلِيِّـۧ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ
کہدیں	پکارو	اپنے شریک	پھر	مجھ پر داؤ چلو	پس نہ دو مجھے مہلت	بیشک	میرا کارساز	اللہ	وہ جس	نازل کی	کتاب

آپ کہدیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ

وَهُوَ	يَتَوَلّٰى	الصّٰلِحِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَكُمْ	وَلَا
اور وہ	حمایت کرتا ہے	نیک بندے	اور جنکو	تم پکارتے ہو	اسکے سوا	نہیں	قدرت رکھتے وہ	تمہاری مدد	اور نہ

اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

اَنْفُسَهُمْ	يَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى	لَا يَسْمَعُوْا	وَ	تَرٰىهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَيْكَ
خود اپنی	وہ مدد کریں	اور اگر	تم پکارو انہیں	طرف	ہدایت	نہ سنیں وہ	اور	تو انہیں دیکھتا ہے	وہ تکتے ہیں	تیری طرف

وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ اور انکو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور انکو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں

وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾	وَهُمْ	لَا يُبْصِرُوْنَ
اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔	حالانکہ	نہیں دیکھتے ہیں وہ

بت کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

گذشتہ آیات میں مشرکین کے باطل معبودوں اور ان کے گھڑے ہوئے بتوں کی عاجزی اور درماندگی بیان فرما کر ان کا رد کیا گیا تھا۔ مشرکین مکہ نے جب اپنے بتوں کی اس طرح مذمت ہوتے سنی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ان معبودوں کی مخالفت کرنے سے باز نہ آئے اور ان کی طرف لوگوں کے عقیدے اسی طرح خراب کرتے رہے تو تم پر ان کا غصہ ٹوٹ پڑے گا اور نہ معلوم وہ کیا آفت نازل کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ جس قدر تمہارے دیوی دیوتا معبود ہیں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو سب کو بلالو اور میرے ضرر پر آمادہ کرو۔ پھر تم اور تمہارے دیوتا سب مل کر میرے ضرر پہنچانے کی تدبیریں کرو اور مجھے بالکل بچاؤ کا موقعہ اور مہلت نہ دو۔ میں دیکھوں کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے جو کچھ ہوگا اللہ کی مشیت سے ہوگا۔ بغیر اس کی مشیت کے کچھ نہیں ہوسکتا اور اللہ میرا حافظ و ناصر ہے بلکہ تمام نیک لوگوں کا وہی کارساز و مددگار ہے میں تو پھر اس کا رسول و نبی ہوں وہ میری مدد کیوں نہ کرے گا۔ رہے تمہارے بت اور دیوتا وہ مجبور محض ہیں۔ نہ ان میں دفع ضرر کی طاقت کہ تمہاری مدد کرسکیں یا اپنے اوپر ہی سے دکھ دور کرسکیں نہ ان کے پاس کان اور آنکھ کہ سن سکیں اور دیکھ سکیں۔ ان کو کتنا ہی پکارو مگر ان کے پاس کان ہی نہیں کہ سنیں۔ بظاہر آنکھیں دکھائی دیتی ہیں یعنی کافروں نے بتوں کی آنکھیں بنادی ہیں مگر ان میں نور نہیں پھر

دکھائی کس طرح دے غرض یہ کہ جب وہ اپنا دکھ دور نہیں کر سکتے دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کچھ سن نہیں سکتے۔ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ تو پھر مجھے ضرر کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ باوجودیکہ میرا حافظ و ناصر خدا ہے یعنی ایک تو ان میں ضرر رسانی کی طاقت نہیں دوسرے خدا میرا مددگار پھر مجھے کیا اندیشہ۔

صالحین کی شان

یہاں آیت اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ میں اخیر جملہ میں وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ فرما کر ایک عام ضابطہ بتلا دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے۔

عام صالح اور نیک مسلمانوں کا بھی اللہ تعالیٰ متولی اور کفیل ہوتا ہے ان کی مدد فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صالحین وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ اندوختہ نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے اس کو مصلحت بینی کے خلاف سمجھا اور آپ کی توجہ اس طرف دلائی۔ آپ نے فرمایا میری اولاد صالح ہوگی یا غیر صالح اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور کارساز ہے پھر ان کو میرے مال کی کیا حاجت اور اگر غیر صالح ہوگی تو میرا اس سے کیا تعلق۔ اس کے اہتمام میں میرا مشغول ہونا بیکار ہے۔ (تفسیر بیان السبحان)

مومن کامل کسی شیطانی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا

الغرض ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن کامل کو کسی شیطانی طاقت سے خوف زدہ اور ڈرنا نہ چاہئے۔ صالح بندوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کو اپنا حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھنا چاہئے۔ ان کو کسی دشمن کی مخالفت اور دشمنی مضر نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات تو دنیا ہی میں وہ غالب کر دیا جاتا ہے اور اگر کسی وقت بتقاضائے حکمت غالب بھی نہ ہو تو بھی اس کے اصل مقصد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ وہ ظاہر میں ناکام ہو کر بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتا ہے کیونکہ مومن صالح کا اصل مقصد ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اگر وہ دنیا میں کسی وجہ سے ناکام بھی ہو جائے تو رضائے الٰہی کا اصل مقصد تو بہر حال اس کو حاصل ہوتا ہے اور اس طرح وہ کامیاب ہی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ہمیں اپنی ذات عالی پر بھروسہ اور اپنی کارسازی پر یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمایت و نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔

یَا اللّٰہ ہمیں اپنے دشمنوں پر کامیابی اور کامرانی نصیب فرما۔ اور ان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

الشَّيْطٰنِ	مِنَ	يَنْزَغَنَّكَ	وَإِمَّا	الْجٰهِلِيْنَ	عَنِ	وَأَعْرِضْ	بِالْعُرْفِ	وَأْمُرْ	الْعَفْوَ	خُذِ
شیطان	سے	تجھے اُبھارے	اور اگر	جاہل (جمع)	سے	اور منہ پھیر لیں	بھلائی کا	اور حکم دیں	درگزر	پکڑیں (کریں)

اے نبی سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٠٠﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

الشَّيْطٰنِ	مِنَ	طٰٓئِفٌ	مَسَّهُمْ	إِذَا	اتَّقَوْا	الَّذِيْنَ	إِنَّ	عَلِيْمٌ	سَمِيْعٌ	إِنَّهٗ	بِاللّٰهِ	فَاسْتَعِذْ	نَزْغٌ
شیطان	سے	کوئی گزرنے والا (وسوسہ)	انہیں چھوتا ہے (پہنچتا ہے)	جب	ڈرتے ہیں	جولوگ	بیشک	جاننے والا	سُننے والا	بیشک وہ	اللہ کی	توپناہ میں آجا	کوئی چھیڑ

تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔یقیناً جولوگ خداترس ہیں جب انکو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے

تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

لَا يُقْصِرُوْنَ	ثُمَّ	الْغَيِّ	فِي	يَمُدُّوْنَهُمْ	إِخْوَانُهُمْ	وَ	مُّبْصِرُوْنَ	هُمْ	فَإِذَا	تَذَكَّرُوْا
وہ کمی نہیں کرتے	پھر	گمراہی	میں	وہ انہیں کھینچتے ہیں	انکے بھائی	اور	دیکھ لیتے ہیں	وہ	توفوراً	وہ یاد کرتے ہیں

تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ انکو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو بت پرستوں کی حماقت و جہالت ظاہر کی گئی اور مشرکین کے معبودان باطلہ کی مذمت بیان کی گئی اور ان کا بالکل عاجز اور درماندہ ہونا بتلایا گیا تو بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اس پر برہم ہو کر کوئی ناشائستہ حرکت کرتے یا برالفظ زبان سے نکالتے۔جیسا کہ بعض مواقع پر کفار و مشرکین مکہ ایسا کر بھی گزرے ہیں اور اپنی کجروی عنادو ہٹ دھرمی پر مصر رہتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایسے اخلاق فاضلہ کی ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ جس سے آپ کو اولین وآخرین میں صاحب خلق عظیم کا خطاب دیا گیا۔

شان نزول

مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی حضرت سعد بن عبادہؓ سے نقل کی ہے کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور کفار نے بڑی بے دردی سے آپ کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بڑی بے حرمتی کی تو اس حالت اور ہیئت میں لاش کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج اور سخت صدمہ ہوا اور اس وقت کفار کی اس حرکت پر طبیعت میں غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر کے چھوڑوں گا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے خلق عظیم اور علم و متانت کے یہ شایان شان نہیں۔آپ کا مقام بہت اعلیٰ اور نہایت بلند ہے آپ عفو و درگزر سے کام لیجئے۔نیز تفسیر ابن جریر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے اس کا مطلب دریافت فرمایا تو جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

پیغمبر علیہ السلام کا خلق عظیم

الغرض یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت

فرمائی گئی کہ آپ عفو و درگزر کی عادت رکھئے۔ نصیحت کرنے سے تو نہ رکا جائے معقول بات ضرور کہئے۔ اس پر اگر جاہل الجھیں تو ان کی جہالت آمیز حرکتوں پر ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ اور اگر کسی وقت ان کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آجائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے خلق عظیم اور علم و متانت کے شایان نہ ہو تو آپ فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کیجئے۔ آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے شیطان مردود کا کوئی کید اور داؤ گھات نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر و قدوس جو ہر پناہ چاہنے والے کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے اس نے آپ کی صیانت و حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

متقین کی شان

یہاں ان آیات میں پہلے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا خطاب فرمایا گیا گو مقصود صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے امتیوں کو بھی یہی حکمت سکھانا ہے۔ آگے عام متقین یعنی خدا ترس پرہیز گاروں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان لعین کا گزر ان کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگ جائے مگر متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے کسی لمبی غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدائے قدوس کو یاد کر کے وہ چونک پڑے۔ ذرا سی ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے اور سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور نیکی و بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ یہ تو متقین کے متعلق فرمایا گیا باقی غیر متقین یعنی جن کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ڈر اور خوف نہ ہو اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے ان کا حال یہ بتلایا گیا کہ شیاطین ہمیشہ انہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں۔ ادھر یہ لوگ ان شیاطین کی اقتدا اور پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور اور سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی یہ شان ہے کہ جب شیطان دق کرے فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے ورنہ غفلت میں جو ڈوبا تو پھر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔

داعیٔ دین کے اخلاق

لوگ دو قسم کے ہیں ایک محسن یعنی اچھے کام کرنے والے دوسرے بدکار ظالم۔ یہاں پہلی آیت نے دونوں طبقوں کے ساتھ اخلاق کریمانہ برتنے کی یہ ہدایت دی کہ نیک کام کرنے والوں سے ان کی ظاہری نیکی کو قبول کر لو۔ زیادہ تفتیش اور تجسس میں نہ پڑو اور نیکی کے بہت ہی اعلیٰ معیار کا ان سے مطالبہ نہ کرو بلکہ وہ جتنا آسانی سے کر سکیں اس کو کافی سمجھو اور بدکاروں کے معاملہ میں یہ ہدایت دی کہ ان کو نیک کام سکھلاؤ اور نیکی کا راستہ بتلاؤ اگر وہ اس کو قبول نہ کریں اور اپنی گمراہی اور غلطی پر جمے رہیں اور جاہلانہ گفتگو سے پیش آئیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور ان کی جاہلانہ گفتگو کا جواب نہ دیں اس طرز سے یہ امید ہے کہ ان کو کسی وقت ہوش آجائے اور اپنی غلطی سے باز آ جائیں۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

سوال

یہاں آیت **واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم** (اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) سے متعلق ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی معصوم تھے پھر وسوسہ شیطانی کا اندیشہ اور اس کو دور کرنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب

اس کے علماء نے کئی جواب لکھے ہیں۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہیں اور شیطان کی مجال نہیں کہ ان حضرات پر اپنا کوئی داؤ چلا سکے اور اس آیت کا مضمون عصمت نبوی کے منافی

نہیں اس لئے کہ اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حلم اور درگزر کرنے کا حکم ہوا تھا اب اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی وقت جاہلوں کی جہالت پر آپ کو بتقاضائے بشریت غصہ وغیرہ آ جائے اور حکم سابق کے خلاف کوئی خیال آپ کے دل میں گزرے تو فوراً اللہ پاک سے پناہ مانگئے اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھئے اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال شان عصمت کے ذرہ برابر منافی نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دوسرا بہترین جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام یقیناً معصوم ہوتے ہیں مگر نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔ آخر اگر کوئی کافر کسی نبی کے روبرو کفر بکنے لگے تو اس سے نبی کی نبوت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہی حال شیطانی وسوسہ کا سمجھنا چاہئے شیطانی وسوسہ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ شیطان کوئی رائے سامنے پیش کرے تو کسی گناہ کی رائے اور تجویز کا پیغمبر کے سامنے پیش ہونا خواہ وہ انسان کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے جب کہ اس کا کچھ اثر نہ ہو تو یہ کسی درجہ میں بھی شان نبوت کیلئے مخل نہیں اور قرآن مجید تو ہر بری تحریک کو شیطان ہی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پس شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاء کرام کے عصمت کے خلاف نہیں۔ (بیان القرآن وکمالین)

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم سے جب کوئی غلطی سرزد ہو جائے اس پر ہم کو تنبیہ نصیب ہو اور ہم اس غلطی سے توبہ کرلیں اور اس سے باز آجائیں۔

یَا اللہ اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق ہم کو نصیب ہو اور ہر حال میں آپ کی طرف متوجہ ہونا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۗ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ

وَاِذَا	لَمْ تَاْتِهِمْ	بِاٰيَةٍ	قَالُوْا	لَوْلَا	اجْتَبَيْتَهَا	قُلْ	اِنَّمَا	اَتَّبِعُ	مَا يُوْحٰى	اِلَيَّ	مِنْ	رَّبِّيْ
اور جب	تم نہ لاؤ انکے پاس	کوئی آیت	کہتے ہیں	کیوں نہیں	اسے گھڑ لیا	کہہ دیں	صرف	میں پیروی کرتا ہوں	جو وحی کی جاتی ہے	میری طرف	سے	میرا رب

اور جب آپ کوئی معجزہ انکے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے آپ فرما دیجئے کہ میں اسکا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

هٰذَا	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ	وَاِذَا	قُرِئَ	الْقُرْاٰنُ
یہ	سوجھ کی باتیں	سے	تمہارا رب	اور ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	اور جب	پڑھا جائے	قرآن

سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	وَاَنْصِتُوْا	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
تو سنو	اسکو	اور چپ رہو	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے

تو اُسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

مشرکین کی فتنہ انگیزیاں

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ متقی اور خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کوئی شیطانی خیال آتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اس پر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور تنبہ ہو جاتا ہے اور جو شیاطین کے بھائی بنے ہوئے ہیں تو وہ برابر گمراہی میں چلے جاتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گناہ پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہی میں اور بڑھاتے ہیں مراد اس سے کفار اور مشرکین ہیں۔ انہی مشرکین میں سے کچھ ایسے بھی شریر تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اپنی کج بحثی سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے تھے اور جب ان کی خواہش اور فرمائش کے مطابق معجزے ظاہر نہیں ہوتے تھے تو کہتے کہ آپ نے اپنی طرف سے یہ معجزہ کیوں ظاہر نہیں کر دیا۔

فتنہ انگیز بدباطنوں کو جواب

ایسے بدباطن لوگوں کو ان آیات میں جواب دیا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب تعلیم فرمایا گیا وہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ منصب اور کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افتراء کرے یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کر کے خدا سے وہ چیزیں مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے۔ یا وہ چیز طلب کرے جس کی اجازت نہیں ہے نبی کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے اسے قبول کرے۔ اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔ باقی تم جو مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو تو قرآن سے بڑھ کر کونسا معجزہ ہوگا جو سارے جہان کے لئے بصیرت افروز حقائق و مواعظ کا خزانہ اور ایمان لانے والوں کیلئے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لئے تیار ہوئے جو فرمائشی معجزات کو تسلیم کر لو گے۔

عظمت قرآن

یہاں قرآن کو بصائر و ہدایت و رحمت فرمایا گیا اس لئے اس کی تعظیم و احترام تعمیل احکام متوجہ ہو کر ادب کے ساتھ خاموشی سے سننے

کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اس کی قراءت کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں اور اس کی ہدایات کو قبول کرنے والے دل سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت' شور و شغب چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تاکہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے اور پہلے سے مسلمان ہے تو اجر و ثواب میں اور زیادہ نوازا جائے۔

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

اس آیت سے کہ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ علماء احناف نے یہ بات بھی مستنبط کی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو جہری نمازوں میں خاموش رہنا چاہئے اور اسی بناء پر سورۃ فاتحہ مقتدی کو نماز میں پڑھنے سے حنفیہ نے منع کیا ہے جہری نمازوں میں تو مقتدی کا خاموش رہنا اس آیت سے ظاہر ہی ہے مگر سری نمازوں میں حنفیہ اس آیت کے ساتھ ایک حدیث کا حکم بھی سامنے رکھتے ہیں جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو نمازی امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا شمار ہوگا۔

مسجد میں تلاوت کرنے کے آداب

فقہاء نے مسجد میں ذکر جہر کرنے اور ایسی آواز سے تلاوت قرآن کرنے کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے کہ جس سے لوگوں کی نماز اور ذکر اللہ میں حرج اور خلل واقع ہوتا ہو۔ ہاں اگر مسجد میں کوئی نماز یا تسبیح و ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اسی طرح قرآن خوانی کو مجمع میں بلند آواز سے ناجائز اور ممنوع لکھا ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس قرآنی حکم

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

کے خلاف ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمیں قرآن پاک کی صحیح عظمت و وقعت اور ادب و احترام نصیب فرما اور اس کے علم کے ساتھ اس کے اتباع کی بھی دولت نصیب فرما۔

یَااللّٰہ ہمیں اپنے کرم سے دین کی سمجھ و فہم عطا فرما دے اور ہر معاملہ میں ہمارے لئے دین سے رہنمائی حاصل کرنا آسان فرما دے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

وَاذْكُرْ	رَّبَّكَ	فِي	نَفْسِكَ	تَضَرُّعًا	وَّخِيفَةً	وَّدُونَ	الْجَهْرِ	مِنَ	الْقَوْلِ	بِالْغُدُوِّ	وَالْآصَالِ
اور یاد کرو	اپنا رب	میں	اپنا دل	عاجزی سے	اور ڈرتے ہوئے	اور بغیر	بلند	سے	آواز	صبح	اور شام

اور اے مخاطب اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

وَلَا تَكُنْ	مِنَ	الْغٰفِلِيْنَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	عِنْدَ	رَبِّكَ	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ
اور نہ ہو	سے	بے خبر (جمع)	بیشک	جو لوگ	نزدیک	تیرا رب	تکبر نہیں کرتے	سے	اسکی عبادت

اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے

وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

وَيُسَبِّحُوْنَهٗ	وَلَهٗ	يَسْجُدُوْنَ
اور اسکی تسبیح کرتے ہیں	اور اسی کو	سجدہ کرتے ہیں

اور اس کی پاکی بیان کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے آداب

یہ سورۂ اعراف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں قرآن کریم کو بصائر ہدایت و رحمت بتلا کر اس کی تعظیم و احترام اور تعمیل احکام کے لئے متوجہ ہو کر سننا اور اس وقت خاموش رہنا بیان فرمایا گیا تھا جو یاد الٰہی کی ایک خاص شکل اور تعمیل حکم کی ایک خاص صورت تھی۔ اب عمومی ذکر اللہ کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کے بعض آداب بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اور ذکر عام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضائے جسمانی سے۔ خواہ تلاوت قرآن کی شکل میں ہو یا نماز و دعاء وغیرہ کی صورت میں۔ یہ تمام ذکر الٰہی کی صورتیں ہیں۔ اس جگہ ذکر اللہ کے چھ آداب تلقین فرمائے جارہے ہیں۔

اول یہ کہ دل میں یاد الٰہی ہو یعنی ذکر اللہ کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ زبان اور دل دونوں خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔

دوسرا ادب یہ کہ عجز و نیاز کے ساتھ یاد الٰہی ہو۔

تیسرے یہ کہ خوف کی حالت میں ہو یعنی کبھی اپنی عبادت کے ناقص ہونے کا اندیشہ لگا ہو۔ کبھی اللہ کی بے نیازی کا خوف ہو۔

چوتھے یہ کہ چلا کر نہ ہو کہ عظمت اور جلال خداوندی سے آواز کا پست ہونا قدرتی بات ہے۔ اس لئے آہستہ ہو بلند آواز سے نہ ہو۔

پانچواں یہ کہ صبح و شام یاد الٰہی کا خاص اہتمام ہو چونکہ یہ دونوں وقت شب و روز کے تبادلہ کے وقت ہیں اور رات دن کے انقلاب سے انسان کی جسمانی و روحانی حالت میں بھی خاص انقلاب پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس وقت ذکر الٰہی زیادہ ضروری ہے۔ فرشتوں کی توجہ بھی خاص طور پر اس وقت بندوں کی طرف ہوتی ہے۔ چھٹے یہ کہ یاد الٰہی فقط صبح و شام یا مخصوص اوقات ہی میں نہ ہو بلکہ ہر وقت ہو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہمہ وقت اللہ کی طرف سے توجہ نہ ہٹنی چاہئے۔

آگے ہمہ وقت ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ حکم تمہارے ہی لئے فقط نہیں ہے بلکہ مقرب فرشتوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی اللہ کی بندگی اور عبادت میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں تو جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر و فکر اور عبادت و جود سے غافل نہ رہے۔

سورۂ اعراف کی آخری نصیحت

تو گویا یہ آخری نصیحت اور حکم ہے جو سورۃ کے ختم پر فرمائی گئی ہے اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی کہ تمہارا حال کہیں غافلوں کی طرح نہ ہو جائے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ صاف سمجھ میں آجائے کہ اس دنیا میں انسانوں سے جو گمراہی، فتنہ فساد اور بدکاری و بدعملی ظاہر ہوتی ہے اس

کا واحد سبب غفلت ہے۔ انسان غافل ہو کر یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کا خالق اور رازق ہے وہ اللہ کا بندہ ہے اور دنیا میں اس کو امتحان اور آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور دنیا کی زندگی میں اس کا ایک ایک قول و فعل ضبط کر کے محفوظ کیا جا رہا ہے۔ جس کا حساب کتاب روز قیامت اس کو اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر دینا ہے اور اس کی جزا و سزا ملنی ہے جس کا نتیجہ جنت یا جہنم ہونا ہے۔

غفلت تکبر ہے اور تکبر ہلاکت ہے

پروردگار سے غفلت ایک قسم کا تکبر اور ایک نوع کی نخوت ہے اور یہ تکبر اور نخوت اس درجہ بری چیز ہے کہ جس سے طالبان قرب خداوندی غایت درجہ اجتناب اور احتراز کرتے ہیں اور شیطان لعین بھی جو اپنے تکبر کے سبب راندہ درگاہ ہوا وہ بھی اس کی برائی کو یاد کر کے اب بھی افسوس کرتا ہے صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدم کا بیٹا کوئی آیت سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدہ تلاوت کرتا ہے تو شیطان اسے دیکھ کر روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اور اس نے تعمیل کر لی تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی اور تکبر برتا تو میرا ٹھکانہ جہنم ہوا۔

سجدہ کے خصوصی ذکر کی وجہ

یہاں خاتمہ کی آیت میں عبادت نماز میں سے جو تمام عبادات میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہے صرف سجدہ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ اس لئے کہ تمام ارکان نماز میں سجدہ کو خاص فضیلت حاصل ہے اور قرب خداوندی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ایک مشہور صحابی ہیں کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ حضرت ثوبانؓ خاموش رہے۔ ان صاحب نے پھر سوال کیا پھر بھی خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ سوال کو دہرایا تو حضرت ثوبانؓ نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم ایک سجدہ کرتے ہو تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ صاحب جنہوں نے سوال کیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ کے بعد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا (یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی ہیں) تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

اس حدیث کے متعلق محدثین نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث میں کثرت سجود سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھا کریں کہ جتنی نفلیں زیادہ ہوں گی سجدے بھی زیادہ ہوں گے۔

آیت سجدہ

اس سورۂ اعراف کی یہ آخری آیت' آیت سجدہ ہے یعنی اس آیت کو پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک میں پہلا سجدہ ہے۔ اسی طرح ۱۳ مقامات اور ہیں جہاں آیات سجدہ آئی ہیں۔ اس طرح تمام قرآن پاک میں ۱۴ سجدہ تلاوت ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالے۔

جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا' جگہ کا پاک ہونا' بدن اور کپڑے کا پاک ہونا' قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ

ایک مجلس میں ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ سوائے توبہ و استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں۔ نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت دل میں کر لے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہ رکوع کرتا ہوں تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

اگر کسی کے ذمہ بہت سے تلاوت کے سجدے باقی ہوں اب تک ادا نہ کئے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں ورنہ گنہگار رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ				
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَنْفَالِ	
یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں	آپ سے پوچھتے ہیں	سے (بارے میں)	غنیمت	

زمانہ نزول، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ اور موضوع

بحساب موجودہ ترتیب یہ قرآن پاک کی آٹھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۵ لکھا ہے یعنی اس سورۃ انفال سے پہلے ۹۴ سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ۱۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہونا بیان کی گئی ہیں۔ اس سورۃ میں دس رکوع ۷۵ آیات ۱۲۵۳ کلمات اور ۵۵۲۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۲ھ میں جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ کے پہلے ہی جملہ میں انفال کا لفظ آیا ہے۔ اسی لفظ کو اس سورۃ کے نام کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ انفال جمع ہے نفل کی جس کے لفظی معنی زیادتی کے ہیں مگر شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مال ہوتا ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل ہو جس کو مال غنیمت بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں اسلام اور کفر کی سب سے پہلی معرکۃ الآرا جنگ یعنی غزوۂ بدر پر مستقل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس کا اخلاقی مقصد کو بتایا گیا ہے جو حق و باطل کے اس معرکہ کا تھا اور ہونا چاہئے۔ اہل ایمان کو خطاب کر کے متعدد احکام دیئے گئے پھر کفار اور مشرکین کو نہایت سبق آموز انداز میں تنبیہ کی گئی اور مال غنیمت سے متعلق احکام بتائے گئے ہیں۔ جنگ وصلح کے کچھ اسلامی قوانین بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی مملکت کے دستوری قانون کی بعض دفعات بیان کی گئی ہیں۔

شان نزول: غزوۂ بدر

اس سورۃ میں چونکہ عموماً اسی عظیم الشان معرکہ بدر کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر اور اس سے تعلق رکھنے والے حالات کو مختصراً یہاں بیان کر دیا جائے تا کہ اس سورۃ کا تاریخی پس منظر بھی واضح ہو جائے۔

مسلمانوں کی مظلومیت اور صبر وتحمل اور قتال کی اجازت

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر واستقلال اور جس استقامت وللّٰہیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب کا تحمل کیا وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ صبر وتحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن عزیز واقارب اہل و عیال مال و دولت سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کے لئے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم وتکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی حد سے گزر گئی۔ تب ان مظلوموں کو جو کہ مکہ چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔

قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کا پروگرام

۲ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش مکہ کا شام کو روانہ ہوا ہے ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ۶۰ قریشی ایک ہزار اونٹ اور ۵۰ ہزار دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے؟ چنانچہ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سو سے کچھ زائد صحابہ کی جمعیت لے کر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی اس لئے جمعیت اور سامان اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا فی الوقت جو صحابہ کرام اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

باقاعدہ جنگ کی صورتحال کا سامنا

اتفاقاً باقاعدہ جنگ کی صورت اللہ نے پیدا فرما دی اور صورت اس کی یہ ہوئی کہ ابوسفیان سردار قافلہ کو حالات کی بناء پر خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمانوں کا کوئی طاقتور دستہ اس پر حملہ نہ کر دے اس لئے سردار قافلہ ابوسفیان نے مدینہ سے گزرنے والے مکہ کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ایک آدمی کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ وہاں

سے مدد لے آئے۔ اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔ تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔ تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ زرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچا لائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تاکہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں لڑائیں گے۔ مگر لشکر سے مقابلہ

اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو گا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰؐ جلد دوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

سے مدد لے آئے۔اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ زرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچا لائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تا کہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں لڑائیں گے۔مگر لشکر سے مقابلہ اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

دیا کہ تجارتی قافلہ کے بجائے لشکر قریش ہی کے مقابلہ پر چلنا چاہئے لیکن یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ ایک طرف صرف تین سو سے کچھ زائد افراد جن میں صرف دو گھوڑے تھے اور ۷۰ اونٹ سے زیادہ نہ تھے جن پر تین تین چار چار اصحاب باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ سامان جنگ بھی بالکل ناکافی تھا۔ صرف ۶۰ حضرات کے پاس زرہیں تھیں۔ دوسری طرف کفار کے قریب ایک ہزار لشکری تھے جن میں ۱۰۰ سوار ۶۰۰ زرہ پوش اور سب سامان جنگ سے لیس تھے۔ مگر مومنین صادقین سمجھ چکے تھے کہ یہ وقت جان کی بازی لگانے ہی کا ہے اس لئے اللہ کے بھروسہ پر وہ نکل کھڑے ہوئے اور سیدھی وہ راہ لی جدھر سے قریش کا لشکر آ رہا تھا۔

مقام بدر پر حق و باطل کا آمنا سامنا
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدان کارزار بدر کے مقام پر جو مدینہ سے قریب ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو خداوند قدوس جل وعلا کے آگے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اور انتہائی تضرع سے عرض کیا کہ اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

مدد الٰہی کا آغاز

میدان بدر میں کفار قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب انہی کی طرف تھے۔ مسلمانوں کے حصہ میں ایسی ریتلی زمین آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی بالکل نہ تھا۔ لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا۔ اسی وقت بارش شروع ہوئی جس سے زمین کی ریت جم گئی۔ تمام اسلامی لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے سب برتن بھر لئے۔ ادھر کفار کی جانب اسی بارش نے زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دی کہ چلنا مشکل ہو گیا۔

صف آرائی اور بہادروں کی مبارزت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا اور صف آرائی فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے حضرت سعد بن معاذؓ کی رائے سے ٹیلہ پر ایک چھپر جھونپڑی نما کھجور کی شاخوں کا بنایا گیا کہ جہاں کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔ الغرض جب صفیں درست ہو گئیں تو پہلے کفار قریش کے تین بہادر نکلے۔ مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ بن حارث نے ان کا مقابلہ کیا۔ تینوں کافر قتل ہوئے۔

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسلمانوں میں سے حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کو لٹایا اور ان کے چہرہ کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔ حضرت عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم شہید ہوا اور میں اس پر گواہ ہوں۔ جب حضرت عبیدہؓ کی وفات ہو گئی تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف حضرت عبیدہؓ کا حصہ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

گھمسان کی جنگ
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت

غرض گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سربسجود تضرع فرماتے کبھی سائلانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دعاء مانگتے۔ آپ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی چادر دوش مبارک سے گر گر پڑتی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہو گی۔ دیر تک آپ یہی دعاء فرماتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے چادر اٹھا کر آپ کے دوش مبارک پر ڈالی اور پیچھے سے آ کر آپ کی کمر سے چمٹ گئے اور عرض

کیا یا رسول اللہ بس کافی ہے۔ بالتحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح وزاری کی۔ وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

مدد الٰہی کا نزول اور کفار کی شکست

الغرض ظاہر اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت تھی مگر خداوند عالم نے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی۔ پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے اتارے گئے۔

چونکہ اس جنگ میں کفار ومشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا۔ اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل وحضرت اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔ جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے باہر تشریف لائے اور حضرت جبرئیل امین کے اشارہ سے ایک مشت خاک لے کر قریش کے لشکر کی طرف پھینکی اور صحابہ کو حکم دیا کہ سب یکبارگی کفار پر حملہ کرو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشت خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا۔ کوئی کافر ومشرک لشکر میں ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔ کفار آنکھیں ملنے لگے اور ہر شخص پریشان تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ کفار کے بڑے بڑے سردار، بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے بالآخر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی اور قریش اپنے سارے غرور وطاقت کے باوجود ان بے سروسامان فدائیوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا گئے کافروں کے بڑے بڑے ۷۰ سردار مارے گئے اور ۷۰ ہی قید ہوئے مسلمانوں میں سے کل ۱۴ صحابی شہید ہوئے (۶ مہاجرین میں سے اور ۸ انصار میں سے) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ قریش کے بڑے بڑے سردار جو اسلام کے سخت مخالف تھے سب اس معرکہ میں ختم ہو گئے اور ان کا ساز وسامان غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

مال غنیمت کا مسئلہ

جب معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کو پہلی بار بہ حیثیت ایک جماعت کے شکست کھائے ہوئے کافروں سے مال ہاتھ آیا تو قدرۃً یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ مال غنیمت جو دشمن سے جنگ کے بعد حاصل ہوا کس کا حق ہے اور اس کے تقسیم کی بنیاد کیا ہونی چاہئے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرات صحابہ ہی میں تھے۔ انہی میں آپس میں یہ سوال اٹھا تھا۔ اس وقت سورۃ کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا چنانچہ سورۃ کی ابتداء اسی جملہ سے ہوئی کہ یسئلونک عن الانفال یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق جو حکم حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ اصحاب بدر کے طفیل میں ان مسلمین کی بھی مدد فرما دے جو اس وقت دشمنان اسلام سے برسرپیکار ہیں۔

یَا اللہ اس حق و باطل کے معرکہ بدر میں جس طرح حق کو آپ نے فتح وغلبہ عطا فرمایا اور باطل کو شکست اور ذلت وخواری نصیب فرمائی

یَا اللہ اب بھی جہاں جہاں حق و باطل میں ٹکراؤ اور معرکہ آرائی ہو رہی ہے اپنی قدرت سے حق کی امداد و اعانت فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔ اور باطل کی شکست سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

قُلِ	الْاَنْفَالُ	لِلّٰهِ	وَالرَّسُوْلِ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَصْلِحُوْا	ذَاتَ	بَيْنِكُمْ	وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ
کہدیں	غنیمت	اللہ کیلئے	اوررسول	پس ڈرو	اللہ	اوردرست کرو	اپنے تعلق	آپس میں	اوراطاعت کرو	اللہ	اوراس کارسول

آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سوتم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ اللّٰهُ	وَجِلَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَاِذَا
اگر	تم ہو	مومن (جمع)	درحقیقت	مومن (جمع)	وہ لوگ	جب	ذکر کیا جائے اللہ	ڈرجائیں	ان کے دل	اور جب

اگر تم ایمان والے ہو۔بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اُنکے قلوب ڈرجاتے ہیں اور جب

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

تُلِيَتْ	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُهٗ	زَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا	وَ	عَلٰى رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ
پڑھی جائیں	اُن پر	اُسکی آیات	وہ زیادہ کریں	ایمان	اور	وہ اپنے رب پر	بھروسہ کرتے ہیں	وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز

اللہ کی آیتیں انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں انکے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
اوراس سے جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	یہی لوگ	وہ	مومن (جمع)	سچے	انکے لئے	درجے	پاس	انکارب

اور ہم نے انکو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس

وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

وَمَغْفِرَةٌ	وَرِزْقٌ	كَرِيْمٌ
اوربخشش	اوررزق	عزت والا

اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

شانِ نزول: ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بدر میں گئے کافروں اور مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ ہوا۔کافروں کو اللہ نے شکست فاش دی۔مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے کافروں کا تعاقب کیا اور ان کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا دوسرا گروہ مال غنیمت جمع کرنے لگا۔تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد حلقہ کئے رہا تاکہ کوئی دشمن مکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچا سکے۔جب رات ہوئی اور سب لوگ جمع ہوئے تو مال غنیمت کے مستحق ہونے کے باہم کچھ اختلاف ہوا۔جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہم نے جمع کیا ہے اور ہمارا حق ہے۔دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا یہ ہمارا حق ہے۔تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم نے دشمن کے فریب کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور حضور کی حفاظت کی۔اس لئے ہم حق دار ہیں۔اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

مال غنیمت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے

چونکہ اہل اسلام کی کفار سے یہ جنگ بدر پہلی جنگ تھی اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال کے تقسیم کا موقع نہیں آیا تھا۔اس لئے یہاں مال غنیمت کی تقسیم کے قانون کی بابت ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا اور سب سے پہلے یہ سمجھایا گیا کہ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔اللہ ہی کو اختیار ہے کہ تقسیم کا حکم جس طرح چاہے دے یا جو کچھ چاہے کرے اور رسولؐ ہی کی معرفت اس حکم الٰہی کا اعلان ہوگا کہ وہی اس دنیا میں اس مالک ومختار کی مرضی اور اقتدار کے نمائندہ ہیں۔ابھی مومنین کو دل وجان سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کو ماننے کیلئے مستعد کیا جارہا ہے۔اور تین احکام دیئے جارہے ہیں۔

پہلا حکم فاتقوا اللّٰہ دیا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔جو کام کرو فقط اللہ کی رضا کا خیال کرو اور اس کی ناراضی سے ڈرو۔

دوسرا حکم دیا واصلحوا ذات بینکم اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔یعنی اپنے آپس کے معاملات وتعلقات کو ایسا سنبھالو اور سنوارو کہ باہمی رشک ومسابقت کا نام ونشان نہ رہے۔

تیسرا حکم فرمایا اطیعوا اللہ و رسولہ ۔اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ان تینوں احکام کی اطاعت کو ایمان کا معیار بتلایا گیا اور فرمایا گیا۔ ان کنتم مؤمنین یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو ایمان کا مقتضا اطاعت اور تقویٰ ہے تو جب تم مومن ہو تو تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور اللہ ورسول کی مکمل اطاعت کو لازم جانو۔تو یہاں یہ سمجھایا گیا کہ ایمان کا تقاضا ہے اطاعت اور اطاعت نتیجہ ہے تقویٰ کا اور جب یہ چیزیں حاصل ہوجائیں تو آپس کے اختلافات ونزاعات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔اور اختلاف کی بجائے دلوں میں الفت ومحبت پیدا ہوجائے گی۔

ایمان والوں کی پانچ صفات

اول اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے قلوب کا معمور ہونا یعنی جب ان کے سامنے اللہ جل شانہٗ کا ذکر کیا جائے تو عظمت الٰہی سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

دوسرے تلاوت قرآن اور سماع کلام الٰہی سے ایمان میں زیادتی کا ہونا۔یعنی جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔اور نور ایمان میں ترقی ہوجاتی ہے اور تلاوت کے انوار وبرکات سے ان کے باطن میں نور یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور ظاہر میں طاعت اور اعمال صالحہ کی زیادتی ہوجاتی ہے۔

تیسری صفت اللہ پر توکل اور اعتماد ہونا یعنی وہ اپنے تمام اعمال واحوال میں حق تعالیٰ کی ذات واحد پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں۔اسی سے مانگتے ہیں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے مادی اسباب اور تدابیر کو ترک کرکے بیٹھ جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مادی اسباب وآلات کو اصل کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ سمجھے کہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب کے ثمرات بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

چوتھی صفت اقامت صلوٰۃ ہے یعنی وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور وقت پر جملہ آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

پانچویں صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بتلائی گئی یعنی ہر وہ چیز جو ان کے پاس ہے وہ اس کو اللہ کی عطا اور دین سمجھتے ہیں اور ہر موقع پر اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام ہے۔تمام صدقات، خیرات، زکوٰۃ، صدقہ فطر ودیگر واجبات شرعی کے علاوہ مہمانوں، دوستوں اور بزرگوں کی مالی خدمت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔اور یہ سب کب ہی ممکن ہے جب قلب حرص، طمع اور بخل سے پاک ہو۔

یہ پانچ صفات بیان فرماکر ارشاد ہوا۔اولٓئک ھم المؤمنون حقاً (ایسے ہی لوگ سچے مومن ہیں) یعنی یہ پانچ خصلتیں اور صفات ہوں تو وہی سچے مومن ہیں اور یوں کہنے کو تو ہر ایک اپنے کو مومن ہی کہتا ہے لیکن بات تو جب ہے اور کام اسی وقت بنے گا جب اپنے اخلاق و اعمال سے بھی ثابت کردے کہ میں واقعی مومن ہوں۔

سچے مومنین سے وعدہ

الغرض سچے مومن کی یہ پانچ علامات وصفات بیان فرمانے کے بعد ایسے سچے مومنین سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔لھم درجت عند ربھم و مغفرۃ ورزق کریم یعنی ایک درجات عالیہ یعنی ایسے مومنین کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اونچے درجہ ہیں۔دوسرے مغفرت یعنی ان کی کوتاہیاں معاف کردی جائیں گی اور تیسرے رزق کریم یعنی عزت کی روزی عموماً مفسرین نے رزق کریم سے جنت کی نعمتیں مراد لی ہیں یعنی جنت میں ان کو کھانے پینے آرام وراحت کے سب سامان عطا کئے جائیں گے اور وہ عزت کے ساتھ اپنی آرام گاہوں پر بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ پائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ

كَمَآ	اَخْرَجَكَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَيْتِكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا	مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	لَكٰرِهُوْنَ	يُجَادِلُوْنَكَ
جیسا کہ	آپؐ کو نکالا	آپکا رب	سے	آپکا گھر	حق کے ساتھ	اور بیشک	ایک جماعت	سے (کا)	اہل ایمان	ناخوش	وہ آپؐ سے جھگڑتے تھے

جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے (یعنی مدینہ سے) مصلحت کے ساتھ آپکو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکو گراں سمجھتی تھی۔ وہ اس مصلحت

فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

فِى	الْحَقِّ	بَعْدَ	مَا	تَبَيَّنَ	كَاَنَّمَا	يُسَاقُوْنَ	اِلَى	الْمَوْتِ	وَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	وَاِذْ	يَعِدُكُمُ	اللّٰهُ
میں	حق	بعد	جبکہ	وہ ظاہر ہوچکا	گویا کہ وہ	ہانکے جارہے ہیں	طرف	موت	اور وہ	دیکھ رہے ہیں	اور جب	تمہیں وعدہ دیتا تھا	اللہ

میں بعد اسکے کہ اس کا ظہور ہوگیا تھا آپ سے اس طرح بحث کررہے تھے کہ گویا انکو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور تم لوگ اس وقت کو

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اِحْدَى	الطَّآئِفَتَيْنِ	اَنَّهَا	لَكُمْ	وَتَوَدُّوْنَ	اَنَّ	غَيْرَ	ذَاتِ الشَّوْكَةِ	تَكُوْنُ	لَكُمْ	وَ	يُرِيْدُ
ایک کا	دو گروہ	کہ وہ	تمہارے لئے	اور چاہتے تھے	کہ	بغیر	کانٹے والا	ہو	تمہارے لئے	اور	چاہتا تھا

یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی تجارتی قافلہ)

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ

اللّٰهُ	اَنْ	يُّحِقَّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	وَيَقْطَعَ	دَابِرَ	الْكٰفِرِيْنَ	لِيُحِقَّ	الْحَقَّ	وَيُبْطِلَ	الْبَاطِلَ
اللہ	کہ	ثابت کردے	حق	اپنے کلمات سے	اور کاٹ دے	جڑ	کافر (جمع)	تاکہ حق ثابت کردے	حق	اور باطل ثابت کردے	باطل

تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کردے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کردے۔ تاکہ حق کا حق ہونا

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُجْرِمُوْنَ
خواہ	ناپسند کریں	مجرم (جمع)

اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

بدر کے واقعات میں غور کرو کہ فتح کس نے دلائی؟

گذشتہ آیات میں غنیمت کے مال کی بابت حکم ہوا تھا کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ اپنے رسول کے ذریعہ سے جیسے چاہے گا تقسیم کا حکم دے گا۔ اسی بات کو ان آیات میں اور اس سے آگے کی آیتوں میں بدر کی لڑائی کے بڑے بڑے واقعات بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ ان واقعات پر غور کرو اور سوچو کہ یہ محض اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے واقع ہوئے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمہاری مرضی کو ان میں کوئی دخل نہیں پھر اس میں تمہاری فتح بھی محض اللہ کی مدد سے ہوئی ورنہ تمہارے پاس فتح کا کچھ سامان نہ تھا۔ پھر اب تم مال پر اپنا حق کیسے جتاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کی رہنمائی سے جنگ ہوئی اور جس کی مدد سے فتح ہوئی وہی اس مال کا مالک ہے ہوسکتا ہے کہ یہ مال غنیمت کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا گو بعض کو طبعاً گراں گزرے لیکن حقیقۃً یہ حکم ایسا ہی پر مصلحت ہے جیسا کہ یہ ساری لڑائی شروع سے آخر تک ہوئی۔ شروع میں ہی اللہ نے اپنے نبیؐ کے دل

میں یہ بات ڈالی کہ کفار سے ان کے خلاف انسانیت سوز سلوک کے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی ایک جماعت تو شروع ہی سے لڑائی کرنے میں ہچکچا رہی تھی۔ یہ اشارہ اسی واقعہ اور حالت کی طرف ہے کہ جب صحابہ نے دیکھا کہ اب مقابلہ تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود لشکر جرار سے آ پڑا ہے اور لشکر بھی کیسا اپنے سے تعداد اور سامان دونوں میں کئی گنا زائد۔ قدرۃً کچھ کو تذبذب' تامل اور تردد پیدا ہوا لیکن خود صحابہ ہی کے گروہ میں سے مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور انصار میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جوش اطاعت سے لبریز تقریریں کیں جب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہاں ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارے ہیں کہ جب تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود مسلح لشکر سے مقابلہ آ پڑا تو بعض بحث کرنے لگے اور ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے مگر یہ اللہ ہی کی مرضی تھی کہ قریش سے مقابلہ ہو اور نہتے مسلمانوں کی فتح ہو۔ یہاں بعض صحابہ کے جس خوف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ خوف و اندیشہ بالکل قدرتی تھا اور یہ طبعی کیفیت مورد عتاب نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی متقی اور صالح شخص سانپ کا یا شیر کا اچانک سامنا ہو جانے پر ڈر جائے پھر آیت میں فریقاً من المومنین سے یہ امر بھی واضح ہے کہ یہ خوف و تردد بھی سب کو نہ تھا۔ صرف بعض کی طرف سے ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے تم سے فتح کا وعدہ کیا تھا

پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کے لئے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم یہ چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح یعنی تجارتی قافلہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور تم بغیر لڑے دشمن کو مالی زک پہنچاؤ۔ لیکن اللہ عالم الغیب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تمہارا مسلح لشکر سے مقابلہ ہو اور کافروں کو شکست ہو اور اللہ کے حکم سے حق کا حق ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے اور باطل مٹ جائے اور کافروں کو ایسی شکست ہو کہ ان کی جڑ کٹ جائے۔ چنانچہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ بدر ایک فیصلہ کن جنگ تھی تمام مشرکین مکہ کی قسمت کا پانسہ اسی جنگ نے ہمیشہ کیلئے پلٹ دیا۔

احکام الٰہی میں چوں چرانہ کرو

یہاں دراصل یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ احکام الٰہی میں چون و چرانہ کرنا چاہئے بلکہ فوراً بلا تاخیر تعمیل حکم کرنا چاہئے کیونکہ آدمی نتیجہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ ظاہری سہولت کو پسند کرتا ہے اور وہ کام کرنا چاہتا ہے جس میں تکلیف و مشقت نہ اٹھانی پڑے مگر ہر حکم کی مصلحت و حکمت سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اس لئے تعمیل حکم میں پس وپیش مناسب نہیں۔

کامیابی کے شرائط

یہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ظاہری ساز و سامان اور اسباب کامیابی کی ضروری شرائط میں سے نہیں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے البتہ ثابت قدم رہنا اور نیت صحیح رکھنا اور حق کی حمایت کرنا یہ لازم ہے۔ اگر آدمی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب ضرور فرماتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھ اور ہر حال میں ہم کو حق کی حمایت کرنے والا بنا دے۔

یَا اللّٰہُ اس وقت بھی روئے زمین پر جہاں جہاں کفار اور اہل اسلام میں مقابلہ اور جنگ ہے یا اللہ اہل اسلام کی تائید فرما اور ان کو فتح و نصرت عطا فرما اور باطل کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩

اِذْ	تَسْتَغِيْثُوْنَ	رَبَّكُمْ	فَاسْتَجَابَ	لَكُمْ	اَنِّیْ	مُمِدُّكُمْ	بِاَلْفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُرْدِفِيْنَ
جب	تم فریاد کرتے تھے	اپنا رب	تو اس نے قبول کرلی	تمہاری	کہ میں	مدد کروں گا تمہاری	ایک ہزار	سے	فرشتے	ایک دوسرے کے پیچھے (لگاتار)

اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمکو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ

وَمَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰی	وَ	لِتَطْمَئِنَّ	بِهٖ	قُلُوْبُكُمْ	وَمَا	النَّصْرُ	اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ
اور نہیں	بنایا اسے	اللہ	مگر	خوشخبری	اور	تاکہ مطمئن ہوں	اس سے	تمہارے دل	اور نہیں	مدد	مگر	سے	اللہ کے پاس

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کیلئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہوجاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠

اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

اللہ نے ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی

ان آیات میں اور اگلی آیات میں بعض ان انعامات اور احسانات کا بیان ہو رہا ہے جو جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو شمار فرمایا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے اور مشرکین کی تعداد قریب ایک ہزار کے تھی۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ اس وقت آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہ بند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ اے اللہ تو نے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ کے شانوں پر سے گر پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر اس کو آپ کے کاندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بس اب آپ کی دعاء کافی ہوچکی اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ ان آیات میں اسی فریاد و دعاء کی طرف اشارہ ہے۔ مگر چونکہ آیت میں یہاں تستغیثون یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی تم سب فریاد کرنے لگے تو مفسرین کا یہاں اختلاف ہے کہ استغاثہ اور دعا کس نے کیا تھا۔ عام مسلمانوں نے یا فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرات صحابہ نے یقین کرلیا کہ لڑائی اب کفار سے ضرور ہوگی اور ہماری تعداد کم ہے اور کافروں کی زائد ہے علاوہ ازیں ہم اکثر نہتے ہیں اور وہ مسلح ہیں تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی ہم کو کافروں پر فتح عنایت کر۔ ہماری فریاد رسی فرما۔ لیکن عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کل مسلمانوں کی طرف سے تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے استغاثہ کرنے والے تمام مسلمانوں کو قرار دیا اور جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور فرمایا کہ ایک ہزار فرشتہ تمہاری مدد کے لئے بھیجوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔

غزوۂ بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے

یہاں اس آیت میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ اور سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وضاحت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ شروع میں فرشتے ایک ہزار تھے اور پھر دو ہزار کا اضافہ ہوا اور دو ہزار اور بڑھائے گئے تو کل پانچ ہزار ہوگئے۔

فرشتے بھیجنے کا مقصد

اب یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اگر کافروں کو ہلاک کرنا تھا تو ایک فرشتہ بھی کافی تھا چنانچہ قوم لوط کی آبادی کو فقط جبرئیل علیہ السلام نے تہ و بالا کرڈالا تھا اور صرف ایک پر کے ذریعہ سے زمین کا تختہ الٹ دیا تھا۔ تو ہزاروں کی تعداد میں فرشتے بھیجنے سے کیا مقصود تھا؟ اس کا جواب یہیں آیت میں آگے دیا جا رہا ہے کہ یہ فرشتوں کا بھیجنا مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلانے کے لئے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فطرت سے واقف ہے کہ وہ تعداد سے بھی متاثر ہوتے ہیں ورنہ خداوند تعالیٰ تو مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے اس کو مدد کے لئے فرشتوں کی حاجت تھوڑی ہی ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ یہ مدد تو درحقیقت خدا کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھے۔ چنانچہ فرشتوں نے مسلمانوں کی طرف سے جنگ کی اور کافروں کو قتل کیا۔ اور اس کے ثبوت میں متعدد دلائل ہیں اول تو خود آئندہ آیت میں فرشتوں کو مخاطب کرکے حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کافروں کی گردنوں پر بلکہ پور پور پر مارو۔ دوسرے جنگ میں فرشتوں کی شرکت کے ثبوت میں بکثرت احادیث و آثار صحابہ وارد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جنگ بدر کے موقعہ پر ایک مسلمان نے ایک کافر کا پیچھا کیا۔ اچانک اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سنی۔ اتنے میں مشرک کو دیکھا کہ گدی کے بل زمین پر پڑا ہے اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ گیا ہے۔ ایک انصاری نے حاضر ہوکر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ یہ آسمانی مدد تھی۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے ایک مشرک کا پیچھا کیا لیکن میری تلوار پڑنے سے پہلے اس کا سر میرے سامنے آگرا۔ لکھا ہے کہ جس وقت ابوجہل زخمی پڑا ہوا تھا تو حضرت ابن مسعودؓ سے بولا وہ آواز کہاں سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس بنا رہی تھی باوجودیکہ آواز دینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا وہ فرشتوں کی آواز تھی۔ ابوجہل بولا پھر تو وہ ہم پر غالب ہوئے تم ہم پر غالب نہیں ہوئے۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ اپنی جماعت میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے افضل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ بہرحال فرشتوں کے آنے کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کو امداد الٰہی کی بشارت ہو اور اپنی فتح کی طرف سے اطمینان ہوجائے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ہمیں بھی ہر حال میں اپنی ذات پاک سے دعا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور اپنی قدرت اور حکمت سے ہماری امداد کی صورت ظاہر فرما۔ اور اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرما۔ یَا اللّٰہ اس وقت جہاں جہاں روئے زمین پر اہل اسلام اور دشمنانِ دین کفار مشرکین سے مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو کامیابی اور فتح اور غلبہ نصیب فرما اور دشمنان دین کو خاسر ناکام نامراد اور ملیامیٹ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ

إِذْ	يُغَشِّيكُمُ	النُّعَاسَ	أَمَنَةً	مِّنْهُ	وَيُنَزِّلُ	عَلَيْكُم	مِّنَ	السَّمَاءِ	مَاءً	لِّيُطَهِّرَكُم	بِهِ
جب	تمہیں ڈھانپ لیا	اُونگھ	تسکین	اس سے	اور اُتارا اس نے	تم پر	سے	آسمان	پانی	تا کہ پاک کردے تمہیں	اس سے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کررہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کیلئے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو

وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

وَيُذْهِبَ	عَنكُمْ	رِجْزَ	الشَّيْطَانِ	وَلِيَرْبِطَ	عَلَىٰ	قُلُوبِكُمْ	وَيُثَبِّتَ	بِهِ	الْأَقْدَامَ
اور دُور کردے	تم سے	پلیدی (ناپاکی)	شیطان	اور تا کہ باندھ دے	پر	تمہارے دل	اور جمادے	اس سے	قدم

پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے۔

باران رحمت کا نزول

بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے بے سروسامان تھے۔ فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز وسامان سے لیس اور کبر وغرور کے نشہ میں سرشار تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی قابل ذکر ٹکر تھی پھر صورت ایسی پیش آئی کہ میدان بدر میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے اور اچھی جگہ اور پانی پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے اور خشک ریگستانی حصہ میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ادھر ریگستان میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے گرد وغبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ ان اسباب سے قدرۃً قلب پریشان ہوا اور پر سے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے نزدیک مقبول اور منصور ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے اور ایسی مایوسی کی صورتحال پیش نہ آتی حالانکہ یہ وسوسہ محض بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اول باران رحمت نازل فرمائی۔ جس سے پانی کی فراوانی ہوگئی۔ لوگوں نے پانی پیا بھی' وضو اور غسل بھی کیا اور ریت بھی جم گئی۔ برخلاف اس کے کفار نرم زمین پر تھے وہاں کیچڑ اور پھسلن ہوگئی جس سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

سکون وراحت کا نزول

جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں اور سب وساوس اور تشویشات دفع ہوگئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کردی' اونگھ کا غلبہ ہوا۔ پھر آنکھ جو کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس اور بے چینی جاتی رہی اور دل مضبوط ہوگئے۔ یہ جنگ کے موقعہ پر اونگھ اور نیند کا آنا دوبار ہوا۔ ایک غزوہ بدر میں اور دوسرے جنگ احد میں۔ ایسی حالت جنگ کے وقت میں اونگھ اور نیند کا آنا ایک خارق عادت امر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے معجزہ تھا اور صحابہ کرام کے اعتبار سے کرامت تھی۔ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جنگ کے وقت اور خاص کر جب کہ دشمنوں کی کثرت ہو آدمی کو غلبہ فکر اور خوف سے نیند نہیں آتی۔ دل مضطرب رہتا ہے۔ اہل بدر پر خدا تعالیٰ نے یہ احسان کیا کہ ان پر ایک ہلکی نیند یا اونگھ کو طاری کردیا۔ جس کی وجہ سے ان کا اضطراب جاتا رہا اور دشمن کا ذرا اندیشہ نہ رہا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب اہل ایمان پر کوئی خوف اور اضطراب طاری ہوتا ہے تو غیبی طور پر ان کی مدد ہوتی ہے تا کہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ کبھی

باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اور کبھی ان پر نعاس طاری ہوتی ہے نعاس اس نیند کو کہتے ہیں جو سر میں ہوتی ہے جس سے سر نیچے کو جھکنے لگتا ہے یہ ایک قسم کا غیر شعوری سجدہ ہے۔

تو اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بدر کے موقع پر تائید الٰہی اور خدا کی کارسازی نے مسلمانوں کی ساری مشکلیں حل کر دیں۔ دلوں کو چین دینے کے لئے نیند کا ایک جھونکا آیا اور آنکھ کھلی تو سارا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا۔ پھر عین موقع پر بارش ہوگئی اور اتنی ہوئی کہ مسلمان سب خوب نہا دھو کر صاف ستھرے چاق و چوبند اور تازہ دم ہو گئے۔ ریت جم گئی۔ پاؤں کے دھنسنے والی حالت جاتی رہی اور شیطانی وساوس دور ہو گئے۔

انعامات کی یاددہانی کا مقصد

یہ جنگ بدر کے واقعات اور متعدد احسانات وانعامات ایک ایک کر کے جو یاد دلائے جا رہے ہیں تو اس سے مقصود دراصل اسی انفال یعنی مال غنیمت کی حقیقت کو واضح کرنا ہے جس کے متعلق ابتداء میں ارشاد ہوا تھا کہ اس مال غنیمت کو اپنی جانفشانی کا ثمرہ سمجھ کر اس کا مالک اور مختار اپنے کو نہ سمجھ لینا یہ تو دراصل عطیہ الٰہی ہے اور اس کے ثبوت میں یہ واقعات گنوائے جا رہے ہیں کہ اس فتح میں خود ہی اندازہ لگالو کہ تمہاری اپنی جانفشانی کا کتنا حصہ ہے اور اللہ کی عنایت و نوازش کا کتنا حصہ ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ آپ نے ہمیں بھی جو کچھ عطا فرما رکھا ہے یہ دراصل آپ ہی کا عطیہ ہے اس پر ہمیں شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ اور جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب ہو۔

یَااللّٰہ اصحاب بدر کے طفیل ہم سے بھی اپنے دین اور اسلام کی کوئی خدمت لے لے۔ اور اسلام کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔ کفر کو مغلوب فرما دے۔ یا اللہ آج بھی روئے زمین پر جہاں کفار اور اہل اسلام کا مقابلہ ہے اہل اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما اور کفار کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

اِذْ	یُوْحِیْ	رَبُّكَ	اِلَی	الْمَلٰٓئِكَةِ	اَنِّیْ	مَعَكُمْ	فَثَبِّتُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	سَاُلْقِیْ	فِیْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ
جب	وحی بھیجی	تیرا رب	طرف	فرشتے	کہ میں	تمہارے ساتھ	تم ثابت رکھو	جو لوگ	ایمان لائے	عنقریب میں ڈالدونگا	میں	دل (جمع)	جن لوگوں نے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپکا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ⑫ ذٰلِكَ

كَفَرُوا	الرُّعْبَ	فَاضْرِبُوْا	فَوْقَ	الْاَعْنَاقِ	وَاضْرِبُوْا	مِنْهُمْ	كُلَّ	بَنَانٍ	ذٰلِكَ
کفر کیا	رعب	سو تم ضرب لگاؤ	اوپر	گردنیں	اور ضرب لگاؤ	ان سے	ہر	پور	یہ اس لئے

دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کی

بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬

بِاَنَّهُمْ	شَآقُّوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	مَنْ	يُّشَاقِقِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
کہ وہ	مخالف ہوئے	اللہ	اور اس کا رسول	اور	جو	مخالف ہوگا	اللہ	اور اسکا رسول	تو بیشک	اللہ	سخت	عذاب

اور جو اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭

ذٰلِكُمْ	فَذُوْقُوْهُ	وَاَنَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابَ	النَّارِ
تو تم	پس چکھو	اور یقیناً	کافروں کیلئے	عذاب	دوزخ

سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتارا

اب ایک دوسرے انعام کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین عرب کے ایک قبیلہ کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ظاہر ہو کر ابو جہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے کے نیچے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے چھٹے رکوع میں آئے گا اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے دستے حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کی ماتحتی میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں آ کر کفار کے حوصلے بڑھا سکتے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب میں وسوسہ ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم اور ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے۔ ادھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ آج ان سب کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت

سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزا چکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرشتوں کو قتل کا طریقہ بتایا

فرشتوں کو قتال کا حکم ہوا تو بنی آدم کی طرح فرشتوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ کافروں کے قتل اور ضرب کا کیا طریقہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل اور ضرب کا طریقہ بتلایا کہ گردن کے بالائی حصہ پر مارو تا کہ سر قلم ہو جائے اور پوروں اور انگلیوں پر مارو تا کہ تلوار اور ہتھیار نہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا جیسا کہ حضرت ربیعؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھ کے مقتول اور فرشتوں کے ہاتھ کے مقتول واضح طور پر پہچانے جاتے تھے۔ کسی کا سر گردن سے اڑا ہوا ہے اور کسی کے پوروں پر ضرب کے نشان ہیں۔ جیسے آگ کے جلانے سے داغ اور نشان پڑ جاتا ہے اسی طرح مقتولین کفار بدر کے ہاتھوں اور پوروں پر داغ دیکھے گئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا سو ظاہر فرما دیا۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہمارے اور دین کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ ہمارے ساتھی اور مددگار ہو جائیں۔

یَا اللہُ آپ کی نصرت، تائید اور مدد ہم کو کافی ہو جائے یا اللہ جن کفار و مشرکین نے از راہ غرور و تکبر سر اٹھا رکھا ہے اور اہل اسلام کو مظلوم بنا رکھا ہے۔

یَا اللہُ ان مظلوم مسلمین کی حمایت اور نصرت فرما۔ اور ظالم کفار و مشرکین کی سرکوبی فرما۔ ان کا غرور و تکبر خاک میں ملا دے اور ان ظالموں کو کفار مکہ کی طرح اپنے عذاب اور گرفت کا نمونہ دکھا دے یا اللہ ہمیں وہ حقیقی ایمان و اسلام عطا فرما کہ جس کے ذریعے آپ کی نصرت و حمایت ہمارے ہر معاملہ میں شامل حال ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿15﴾ وَمَنْ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	لَقِيْتُمُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	زَحْفًا	فَلَا تُوَلُّوْهُمُ	الْاَدْبَارَ	وَمَنْ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	جب	تمہاری مڈبھیڑ ہو	ان لوگوں سے	کفر کیا	لڑنے کو	تو اُن سے نہ پھیرو	پیٹھ (جمع)	اور جو کوئی

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دُوبدو مقابل ہو جاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص اُن سے اس موقع پر پشت پھیرے گا

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

يُوَلِّهِمْ	يَوْمَئِذٍ	دُبُرَهٗ	اِلَّا	مُتَحَرِّفًا	لِقِتَالٍ	اَوْ	مُتَحَيِّزًا	اِلٰى	فِئَةٍ	فَقَدْ بَآءَ	بِغَضَبٍ
ان سے پھیرے	اس دن	اپنی پیٹھ	سوائے	گھات لگاتا ہوا	جنگ کیلئے	یا	جا ملنے کو	طرف	اپنی جماعت	پس وہ لوٹا	غصہ کے ساتھ

مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿16﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

مِنَ	اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ	فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	قَتَلَهُمْ
سے	اللہ	اور اسکا ٹھکانہ	جہنم	اور بُری	پلٹنے کی جگہ	سو تم نے نہیں قتل کیا انہیں	بلکہ	اللہ	انہیں قتل کیا

اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ سو تم نے انکو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ

وَ	مَا رَمَيْتَ	اِذْ	رَمَيْتَ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	رَمٰى	وَلِيُبْلِيَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْهُ	بَلَاۗءً	حَسَنًا	اِنَّ
اور	آپ نے نہ پھینکی تھی	جب	آپ نے پھینکی	بلکہ	اللہ	پھینکی	اور تاکہ وہ آزمائے	مومن (جمع)	اپنی طرف سے	آزمائش	اچھا	بیشک

لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خوب اجر دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿17﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿18﴾

اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	ذٰلِكُمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	مُوْهِنُ	كَيْدِ	الْكٰفِرِيْنَ
اللہ	سُننے والا	جاننے والا	یہ تو ہوا	یہ کہ	اللہ	سُست کرنیوالا	مکر۔ داؤ	کافر (جمع)

خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔

کافروں سے مقابلہ ہو تو ہرگز پیٹھ نہ پھیرو

اہل ایمان کو جہاد کے متعلق اب حکم دیا جا رہا ہے کہ جس وقت تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہیے بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا بہت سخت گناہ ہے۔ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں تو اس وقت تک پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر دو موقعوں پر ایک تو یہ کہ اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہے یا دوسرا موقع یہ کہ ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔ اور گناہ بھی

کیسا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ جو شخص جہاد سے منہ پھیرے گا وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہوگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک باللہ دوسرے والدین کی نافرمانی اور ان سے سرکشی تیسرے میدان جہاد فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔

(۱) شرک باللہ (۲) جادو کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کر دینا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور (۷) پاک دامن اور بے گناہ عورت پر الزام لگانا اسی بناء پر شریعت اسلامیہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جہاد سے بھاگنا حرام ہے ہاں اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں۔ تو اسی سورۃ انفال میں نویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل فرمایا جس کی رو سے اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں تو فرار کی اجازت ہے اور جب دوگنے سے زیادہ نہ ہوں تب پیٹھ پھیرنے کے جواز کی دو ہی صورتیں ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔

جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ثمرہ ہے

اب آگے اس بات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اسی لئے مجاہدین اسلام کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ درحقیقت اللہ نے قتل کیا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ میدان جنگ سے واپس آ کر مجاہدین میں گفتگو شروع ہوئی۔ صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ میں نے اس سردار مشرک کو قتل کیا کسی نے کہا کہ میں نے اتنے مشرکین کو قتل کیا اس پر تلقین فرمائی گئی کہ اپنی سعی و عمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ صرف تمہاری محنت کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالیٰ کی نصرت و امداد کا ثمرہ تھا۔ جو مشرکین اور دشمنان دین تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے) یعنی مجاہدین اسلام کو یہ سمجھایا گیا کہ جنگ بدر میں تمہارا اپنے دشمنوں کو باوجود ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے ان کو قتل و قید کرنا یہ تمہاری قوت سے نہیں ہوا بلکہ اللہ کی غیبی نصرت اور مدد سے ہوا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس فتح اور غلبہ کو اپنا کارنامہ سمجھے اور اس پر ناز کرے جو کچھ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی نے کیا۔ وہ اگر اہل اسلام کی مدد نہ کرتا اور ان کے دلوں کو مضبوط نہ کرتا اور ان کے پاؤں نہ جمائے رکھتا اور پھر فرشتوں کو ان کی امداد اور کفار کے قتل و قتال کیلئے نہ بھیجتا تو یہ کسی ایک مشرک کو بھی قتل نہ کر سکتے تھے۔ یہ اللہ کا اہل اسلام پر انعام و احسان ہے کہ اس نے ان مجاہدین کے ہاتھوں یہ کام کروایا۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ (آپ نے خاک کی مٹھی ان کی طرف نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) یعنی یہ مٹھی جو آپ نے ریت کی پھینکی وہ در پردہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور اسی نے اپنی قدرت سے ایک مشت خاک کے تمام ریزوں کو تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچا دیا اور ان کو خیرہ اور سراسیمہ بنا دیا اور کوئی مشرک اس سے نہ بچ سکا تو یہ صرف دست قدرت تھا کہ جس نے ایک مشت خاک سے ایک لشکر جرار کے منہ پھیر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ آپ کے ہاتھوں ظاہر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیریں ناکام کرنا چاہتے ہیں

اخیر میں ارشاد ہوا ذٰلکم وان اللہ موھن کیدالکٰفرین یعنی یہ فتح و نصرت منجانب اللہ مسلمانوں کو اس لئے بھی دی گئی کہ اس کے ذریعہ کافروں کی تدبیروں کو ناکام و ناکارہ بنا دیا جائے۔ اور ان کے سارے منصوبے ملیا میٹ کر دیئے جائیں اور جیسے اس وقت جنگ بدر کے موقع پر خدا نے کفار مکہ کے منصوبے خاک میں ملا دیئے آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

آیات مذکورہ کی تعلیمات کا خلاصہ

ان آیات میں ایک تعلیم تو یہ دی گئی کہ جہاد کے میدان سے بغیر عذر شرعی کے پیٹھ پھیر کر بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ دوسرے یہ کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ سے کبھی کبھی معجزہ کا اظہار کرا دیتا ہے۔ بظاہر وہ نبی کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور معجزہ کی یہی حقیقت ہے۔ الغرض ان آیات میں تو اہل ایمان کو خطاب تھا۔ اب آگے کفار مشرکین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور کفر و شرک سے باز آنے کی تنبیہ جاتی ہے۔ اور پھر اہل ایمان کو مزید ہدایات دی جاتی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

اِنْ	تَسْتَفْتِحُوْا	فَقَدْ	جَآءَكُمُ	الْفَتْحُ	وَاِنْ	تَنْتَهُوْا	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَاِنْ	تَعُوْدُوْا	نَعُدْ
اگر	تم فیصلہ چاہتے ہو	تو البتہ	آگیا تمہارے پاس	فیصلہ	اور اگر	تم باز آجاؤ	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے	اور اگر	پھر کروگے	ہم پھر کریں گے

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کروگے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

وَلَنْ	تُغْنِيَ	عَنْكُمْ	فِئَتُكُمْ	شَيْئًا	وَ	لَوْ كَثُرَتْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اور ہرگز نہ	کام آئیگا	تمہارے	تمہارا جتھا	کچھ	اور	خواہ کثرت ہو	اور	بیشک	اللہ	ساتھ	مومن (جمع)	اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے

تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اے ایمان والو

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	لَا تَوَلَّوْا	عَنْهُ	وَاَنْتُمْ	تَسْمَعُوْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ
حکم مانو	اللہ	اور اسکا رسول	اور	مت پھرو	اس سے	جبکہ تم	سُنتے ہو	اور نہ ہوجاؤ	ان لوگوں کی طرح جو

اللہ کا کہنا مانو اور اسکے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ

قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ ۚ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ

قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَهُمْ	لَا يَسْمَعُوْنَ	اِنَّ	شَرَّ	الدَّوَآبِّ	عِنْدَ	اللّٰهِ	الصُّمُّ	الْبُكْمُ	الَّذِيْنَ
اُنہوں نے کہا	ہم نے سُنا	حالانکہ وہ	وہ نہیں سُنتے	بیشک	بدترین	جانور (جمع)	نزدیک	اللہ	بہرے	گونگے	جو کہ

ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ بیشک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

لَا يَعْقِلُوْنَ	وَلَوْ	عَلِمَ اللّٰهُ	فِيْهِمْ	خَيْرًا	لَّاَسْمَعَهُمْ	وَلَوْ	اَسْمَعَهُمْ	لَتَوَلَّوْا	وَهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ
سمجھتے نہیں	اور اگر	جانتا اللہ	ان میں	کوئی بھلائی	تو ضرور سُنادیتا انکو	اور اگر	انہیں سُنادے	وہ ضرور پھر جائیں	اور وہ	مُنہ پھیرنے والے

جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ انمیں کوئی خوبی دیکھتے تو انکو سننے کی توفیق دیتے اور اگر انکو اب سنادیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

مشرکین کو حسرت کے سوا کچھ نہ ملا

گذشتہ آیات میں واقعات بدر سے متعلق اہل ایمان سے خطابات تھے اب یہاں ان آیات میں پہلے شکست خوردہ کفار قریش سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور ان کو تنبیہ کے ساتھ ان کی حرکتوں پر عار اور حسرت دلائی جاتی ہے ہجرت سے پہلے کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے۔ متیٰ هذا الفتح ان كنتم صادقين یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اور روایات میں ہے کہ جب کفار قریش کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوگیا تو مکہ سے نکلنے سے پہلے لشکر کے سردار ابوجہل وغیرہ نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی کہ اے خدا

29

ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر میں تیرے نزدیک جو اعلیٰ اور افضل ہے اور جو باعتبار دین کے بہتر اور برتر ہے اس کو فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر۔ تو کفار قریش اپنی کم عقلی سے یوں سمجھ رہے تھے کہ بمقابلہ اہل اسلام کے ہم ہی اعلیٰ اور افضل ہیں اور ہم ہی دین کے لحاظ سے بہتر اور برتر ہیں۔ لہذا یہ دعا وہ اپنے حق میں ہونا سمجھ کر اس دعا کے ذریعہ یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور جب ہم فتح پائیں گے تو گویا یہ فیصلہ خدا کی طرف سے ہمارے حق پر ہونے کا ہوگا۔ مگر ان ظالموں کو یہ خبر نہ تھی کہ دعا میں درحقیقت وہ اپنے لئے بددعا اور اہل اسلام کے لئے دعا کر رہے ہیں بہرحال جنگ بدر کا انجام سامنے آجانے کے بعد ان آیات میں پہلے حق تعالیٰ کفار قریش کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم خدائی فیصلہ چاہتے تھے تو وہ سامنے آچکا کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہو گئی میدان بدر میں تم نے دیکھ لیا کہ کس طرح تم کو کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اس میں تمہاری اس دعاء کا بھی جواب ہو گیا جو تم نے مکہ سے چلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر مانگی تھی۔ تو جو واقعی اعلیٰ اور افضل تھے ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔ اب اگر تم اللہ کے رسول کی مخالفت چھوڑ دو۔ کفر و شرک اور اپنے ضد و عناد سے باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے ورنہ اگر پھر تم اپنی شرارت اور جنگ کی طرف لوٹے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کی اسی طرح امداد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید اہل اسلام کے ساتھ ہے تو تمہاری جماعت اور جتھے خواہ کتنی ہی تعداد میں زیادہ ہوں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔

مشرکین آئندہ بھی شکست کھائیں گے

یہاں پہلی آیت میں درپردہ اشارہ اور پیشین گوئی بھی ہے کہ آئندہ مشرکین بڑی جماعت بنا کر مسلمانوں پر چڑھائی کریں گے مگر کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوۂ خندق یا جنگ احزاب میں قریش نے بڑی زبردست جنگی تیاری اور لشکر بندی کی تھی مگر ذلیل و خوار ہو کر ناکام ہوئے۔

مومن صادق کا کردار

کفار قریش کو اس تنبیہ کے بعد پھر اہل ایمان کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ اور ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے۔ جس سے وہ خدا کی حمایت و نصرت کے مستحق ہوں سو بتلایا گیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر اللہ اور رسول کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً اور فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے یہ شان مومن کی ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو سن کر ان سنے کے برابر کر دے یعنی زبان سے تو کہے کہ ہم نے حکم سن لیا لیکن اس پر توجہ نہ دے اور عمل نہ کرے تو وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے اور اس کے موافق عمل نہ کرے۔ یہ شان مومن کی نہیں بلکہ یہ حالت تو یہود، مشرکین اور منافقین کی سی ہے۔

مومن کفار و مشرکین سے مختلف ہوتا ہے

یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا **سمعنا و عصینا** ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں۔ مشرکین مکہ کا قول چند آیات آگے آتا ہے **قد سمعنا لو نشآء لقلنا مثل ھذا** یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا یہ شیوہ تھا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے تو مومن صادق کی شان ان یہود مشرکین اور منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے۔ اہل ایمان پر تو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے دشمنوں اور اس کے باغیوں یعنی کافروں اور منافقوں کی مشابہت اور مماثلت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **من تشبہ بقوم فھو منھم** جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ دیکھ لیجئے دنیا میں کوئی بادشاہ اور

فرمانروا یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی وفاداری کا دعویدار اس کے دشمنوں کا ہم رنگ اور ہم لباس اور ہم صورت یا سیرت بنے۔اسی طرح دعویٰ تو ہوا ایمان کا اور خدا اور رسول کی محبت کا اور صورت و سیرت وطرز معاشرت' لباس اور طور طریق سارا کا سارا ہو دشمنان خدا اور سول کا سا۔یہ تو گویا اجتماع ضدین ہے جو تمام حکماء اور عقلاء کی نظر میں احمقانہ دعویٰ ہے۔یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنے دشمنوں کی مشابہت سے بچایئے۔آمین۔

اندھے' بہرے اور گونگے لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں۔نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آواز سنی' نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ ان کی زبانیں ہیں مگر حق کی گویا نہیں اس لئے یہ گونگے ہیں۔ان کے کان ہیں مگر صداقت کو نہیں سنتے اس لئے یہ بہرے ہیں۔ان کے پاس ہوش وحواس اور عقل ہے مگر حق کو سمجھنے والی اور ہدایت وبصیرت کو سوچنے والی نہیں اس لئے یہ بے عقل ہیں۔تو جو لوگ زبان' کان اور عقل ہوتے ہوئے گونگے بہرے اور بے عقل ہوں وہ یقیناً تمام حیوانات سے بدتر ہیں۔

مسخ فطرت لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔جو افراد طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکے ہوں اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکے ہوں رفتہ رفتہ ان میں قبول حق کی لیاقت اور استعداد بھی نہیں رہتی۔اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر وہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔یعنی ان کی ڈھٹائی کی وجہ سے ان میں اچھی باتیں سننے اور سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رہی اس لئے ان کو سنانا بیکار ہے۔اور ایسی حالت میں اگر سنایا بھی جائے تو سوا اس کے کہ وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیں ان سے اور کیا توقع ہوسکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو حق کہنے والی زبان' حق سننے والے کان اور حق کو سمجھنے اور قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرما اور حق بات کو سن کر اس کا حق ادا کرنے یعنی عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ آمَنُوا	اسْتَجِيبُوا	لِلَّهِ	وَلِلرَّسُولِ	إِذَا	دَعَاكُمْ	لِمَا يُحْيِيكُمْ	وَاعْلَمُوا
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے	قبول کرلو	اللہ کا	اور اسکے رسول کا	جب	وہ بلائیں تمہیں	اس کیلئے جو زندگی بخشے تمہیں	اور جان لو

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تمکو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

أَنَّ	اللَّهَ	يَحُولُ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَقَلْبِهِ	وَ	أَنَّهُ	إِلَيْهِ	تُحْشَرُونَ	
کہ	اللہ	حائل ہوجاتا ہے	درمیان	آدمی	اور اسکا دل	اور	یہ کہ	اسکی طرف	تم اٹھائے جاؤگے	

کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اُس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اے مومنو! اطاعت رسول پر کمر بستہ رہو

گذشتہ آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اور ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ اور رسول کا حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرنا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور حقیقت میں وہ سنتے سناتے کچھ نہیں کیونکہ مقصد سننے سے ماننا اور قبول کرنا اور اس کے موافق عمل کرنا ہونا چاہئے اگر یہ نہیں تو کیا خاک سنا۔ اسی سلسلہ میں اطاعت کی مزید ترغیب اور معصیت و نافرمانی سے ڈرانے کے لئے پھر ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لئے حکم دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں سراپا تمہاری بھلائی ہے اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کیخلاف ہو۔ آپ کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت اور اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں اور اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ بھی آوے تب بھی رسول کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھے اور یقین کرے کہ اسی میں بہتری ہے جو آدمی رسول کے حکم میں پس و پیش کرے گا اور حکم بجالانے میں دیر کرے گا اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں احکام کی بجا آوری میں سستی و کاہلی اور شک و شبہ کی شامت سے کہیں اس کا دل نہ پھر جائے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے ابتداءً نہ کسی کا دل روکتا ہے نہ اس پر مہر کرتا ہے ہاں جب بندہ احکام کی بجا آوری میں سستی و کاہلی کرتا ہے تو اس کی سزا میں دل پھیر دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنالے تو اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور اس پر قفل ڈال دیتا ہے جس سے دل کے اندر خیر پہنچنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مہلت عمر کو غنیمت سمجھو

یہاں سمجھایا یہ جا رہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ فرصت عمر اور فرصت وقت کو غنیمت جانے اور جب کسی نیک کام کے کرنے یا کسی گناہ سے بچنے کا موقع و محل درپیش ہو تو اس کو فوراً کر گزرے۔ دیر نہ کرے اور ٹال مٹول سے کام نہ لے کیونکہ بعض اوقات آدمی کے ارادے کے درمیان قضائے الٰہی حائل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوتا۔ کبھی اچانک کوئی بیماری پیش آگئی۔ یا کوئی اور مشغلہ پیش آگیا یا موت ہی اچانک آگئی اور پھر اس نیکی کے کرنے یا اس بدی سے بچنے

کا موقع نہ ملا۔ پھر انسان کا قلب حق تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے۔ جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کر دی جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے خدا میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھیے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

یہاں آیت کے پہلے جملہ یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائیں تم کو۔ اس سے متعلق حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو بلایا (حضرت ابی بن کعبؓ ایک مشہور صحابی ہیں) اتفاق سے اس وقت ابی بن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بلانے پر آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آئندہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں گے تو فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ بعض فقہا نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ حکم رسولؐ کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں اس سے نماز میں خلل نہیں ہوتا۔ بہرحال حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں دیر نہ لگاؤ۔ تو مقصد آیت کا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم سچے دل سے بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال اور اسرار پر مطلع ہے خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے بھید اور راز کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور جہاں تم سے تمہارے سارے اعمال کی باز پرس اور مواخذہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ہمارے دلوں کی بھی حفاظت فرمادیں اور ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے لئے مستعد رکھیں۔

یَا اللّٰہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہمارے دلوں میں اتار دیجئے جس کے باعث ہمارے لئے آپ کی اطاعت آسان ہو جائے اور گناہوں سے بچنا سہل ہو جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

وَاتَّقُوْا	فِتْنَةً	لَّا تُصِيْبَنَّ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْكُمْ	خَاۤصَّةً	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اور ڈرو تم	وہ فتنہ	نہ پہنچے گا	وہ لوگ جو	انہوں نے ظلم کیا	تم میں سے	خاص طور پر	اور جان لو	کہ	اللہ	شدید	عذاب

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

خود بھی فرمانبردار رہو اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے رہو

گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری کی تاکید فرمائی گئی تھی اور یاد دلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ اس وقت طاعت پر جزا اور نافرمانی پر سزا ہوگی۔ اس طرح ہر ایک ایمان والے کو اپنی ذات سے طاعت واجبہ کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی تھی۔ اب اس آیت میں اہل ایمان کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جہاں ایک مومن کو اللہ اور رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہنا چاہئے وہیں دوسرے نافرمانوں کو نصیحت وفہمائش کی بھی تاکید کرنی چاہئے۔ اس طرح اہل ایمان کو اس فتنہ سے پرہیز کرنا چاہئے جس کا وبال فقط ظالموں اور اصل مجرموں پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ ان کی شامت اعمال سے سب پر پڑے گا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ کسی جگہ قوم کے اکثر افراد نے ظلم وعصیان کا وطیرہ اختیار کیا کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی۔ نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ وہ فتنہ ہے کہ جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آجائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے۔ کوئی نہ بچے گا یہاں تک کہ جانوروں تک کو اس کو بھگتنا پڑتا ہے۔

مداہنت نہ کرو

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں فتنہ سے مداہنت فی الدین کا فتنہ مراد ہے کہ جب لوگ کھلم کھلا منکرات کا ارتکاب کرنے لگیں اور اہل علم اور اصحاب قدرت واستطاعت باوجود قدرت کے مداہنت برتیں اس طرح کہ اس برائی کو قوت وطاقت سے روکنے اور ختم کرنے کی قدرت ہو مگر ایسا نہ کریں اور خاموش رہیں اور نہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور نہ دل سے اس برائی سے نفرت کریں جو آخری درجہ ہے اور نہ ایسے لوگوں سے میل جول کو چھوڑیں تو ایسی صورت میں اگر من جانب اللہ کوئی عذاب آیا تو وہ عام ہوگا جس میں اہل معاصی اور مرتکبین منکرات کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ وہ عذاب مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا۔ کیونکہ منکرات ومعاصی اگر لوگوں میں عام ہوجائیں تو ان کی روک تھام حسب قدرت سب پر واجب ہے اور جو باوجود قدرت کے سکوت کرے تو گویا دل سے وہ بھی راضی ہے اور راضی حکم میں عامل کے ہے۔ بلکہ بعض اوقات رضا بالمنکر ارتکاب منکر سے بھی زیادہ دین کے لئے مضر ہوتی ہے اس لئے ایسے فتنہ پر جو عقوبت ومصیبت نازل ہوگی وہ سب کو عام ہوگی۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ایسی باتوں کا حکم دیتے رہو جو شرع میں اچھی ہیں (یعنی امر بالمعروف) اور ایسی باتوں سے منع کرتے رہو جو شرع میں بری ہیں (یعنی نہی عن المنکر) ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسی قوم کو مسلط کردے گا جس سے بچنے کی تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقل ارشاد کیا گیا ہے کہ جو قوم بدکاری کرے اور ان میں کوئی باعزت شخص ہو جو روک سکتا ہو۔ مگر نہ روکے تو اللہ سب کو عذاب میں مبتلا کردے گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب زمین میں بدعملیاں اور بدکاریاں پھیلیں گی تو اللہ ان پر عذاب نازل فرمائے گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں اللہ کے فرمانبردار بندے بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں ہوں گے لیکن مرنے کے بعد وہ اللہ کی رحمت میں چلے جائینگے۔

سخت تنبیہ: یہاں واعلموٓا ان اللہ شدید العقاب اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے فرما کر ایمان والوں کو ایک طرح کی سخت تنبیہ کی گئی ہے اور یہ جتلا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کا وبال فقط کرنے والوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک پہنچتا ہے اس لئے مقصود یہ ہے کہ احتیاط سے چلو۔ برائی کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈرو اور برائیوں کو روک کر نیکیوں کو پھیلاؤ ورنہ اگر تھوڑے بھی برائی کریں گے تو خمیازہ سب بھگتیں گے۔ آگے بھی اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے اور بعض انعامات واحسانات یاد دلا کر شکرگزاری کی تلقین فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	اَنْتُمْ	قَلِيْلٌ	مُّسْتَضْعَفُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	تَخَافُوْنَ	اَنْ	يَّتَخَطَّفَكُمُ	النَّاسُ
اور	یاد کرو	جب	تم	تھوڑے	ضعیف سمجھے جاتے تھے	میں	زمین	تم ڈرتے تھے	کہ	اُچک لے جائیں تمھیں	لوگ

اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تمکو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۲۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فَاٰوٰىكُمْ	وَاَيَّدَكُمْ	بِنَصْرِهٖ	وَرَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
پس ٹھکانہ دیا اس نے تمہیں	اور تمہیں قوت دی	اپنی مدد سے	اور تمہیں رزق دیا	سے	پاکیزہ چیزیں	تاکہ تم	شکرگزار ہو جاؤ	اے	وہ لوگ جو

سو اللہ تعالیٰ نے تمکو رہنے کو جگہ دی اور تمکو اپنی نصرت سے قوت دی اور تمکو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۲۷ وَاعْلَمُوْٓا

اٰمَنُوْا	لَا تَخُوْنُوا	اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	وَتَخُوْنُوْٓا	اَمٰنٰتِكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاعْلَمُوْٓا
ایمان لائے	خیانت نہ کرو	اللہ	اور رسول	اور نہ خیانت کرو	اپنی امانتیں	جبکہ	تم	جانتے ہو	اور جان لو

تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور اپنی قابلِ حفاظت چیزوں میں خیانت نہ کرو اور تم تو جانتے ہو۔ اور تم اس بات کو جان رکھو

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۲۸ ع

	اَنَّمَآ	اَمْوَالُكُمْ	وَ	اَوْلَادُكُمْ	فِتْنَةٌ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗٓ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ	
	درحقیقت	تمہارے مال	اور	تمہاری اولاد	بڑی آزمائش	اور یہ کہ	اللہ	پاس	اجر	بڑا	

کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

اسلام کے احسانات

اب احکام الٰہیہ کی اطاعت کو آسان کرنے اور اس پر ترغیب دینے کے لئے اہل اسلام کو ان کی ابتدائی خستہ حالی اور ضعف و کمزوری کو یاد دلا کر پھر حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و انعام سے حالات بدل کر مسلمانوں کو قوت اور اطمینان عطا فرمایا اس کو یاد دلایا جاتا ہے تاکہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو اور اس کے انعامات و احسانات کو یاد کر کے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا شوق ہو۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں کی جو عمومی حالت تھی اس کو یاد دلایا جارہا ہے کہ دیکھو ہجرت سے پہلے سرزمین مکہ میں تمہاری تعداد تھوڑی تھی۔ تم کمزور بھی تھے۔ اس لئے خائف بھی رہتے تھے۔ سامان بھی نہ تھا۔ تمہاری کمزوری کو دیکھ کر تمہارے مخالفین کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام تم کو نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں مگر اللہ نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ انصار و مہاجرین میں بے مثال بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی غیبی امداد پہنچائی کہ کفار کی جڑ کاٹ دی۔ تم کو فتح نصیب کی۔ مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اس کے شکرگزار بندے بنے رہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ

بہت ہی خستہ حالت میں تھے کہ ان کی زندگی بہت تباہ تھی۔ پیٹ سے بھوکے' جسم سے ننگے' انہیں کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہی کو کھایا جا رہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی ضعیف اور کمزور حالت میں ہو لیکن اسلام کی برکت سے کیا ہوا۔ یہی کمزور لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے۔ امیر اور بادشاہ بن گئے رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو وہ منعم حقیقی ہے شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

اولاد و اموال کا فتنہ

اب یہاں جو آیت میں فرمایا گیا کہ واعلموآ انمآ اموالکم واولادکم فتنۃ یعنی تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک فتنہ یعنی امتحان کی چیز ہے تو قرآن کریم میں لفظ فتنہ امتحان اور آزمائش کے معنیٰ میں بھی آیا ہے اور عذاب کے معنیٰ میں بھی اور ایسی چیزوں کو بھی فتنہ کہا گیا ہے جو عذاب کا سبب بنیں۔ تو یہاں مال و اولاد کے لئے فتنہ کا لفظ تینوں معانی کی گنجائش رکھتا ہے۔

اول یہ کہ مال و اولاد کے ذریعہ انسانوں کا امتحان لینا مقصود ہے کہ یہ چیزیں انعامات الٰہیہ میں سے ہیں تو انسان یہ نعمتیں پا کر شکر گزار اور اطاعت گزار بنتا ہے یا ناشکرا اور نافرمان بنتا ہے۔ پھر دوسرے معنیٰ بھی ظاہر ہیں کہ بعض اوقات انسان کے لئے یہ مال و دولت اور یہ بیوی بچے دنیا ہی میں وبال جان بن جاتے ہیں۔ اور ان کے سبب غفلت و معصیت میں مبتلا ہو کر سبب عذاب بن جاتے ہیں اور اگر مال دولت اور آل و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو یہی مال و اولاد آخرت میں انسان کے لئے سانپ بچھو اور آگ میں داغ دینے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس لئے ان آیات کے اخیر میں وان اللہ عندہ اجر عظیم فرما کر یہ سمجھایا گیا کہ سمجھ لو کہ جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال و اولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر و ثواب ہے۔

حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ

آخری دو آیات کا مضمون اگرچہ عام ہے اور سب اہل اسلام کو شامل ہے مگر اکثر مفسرین کے نزدیک ان دو آیات کا شان نزول ایک انصاری صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ہے جو مدینہ میں غزوۂ بنو قریظہ میں پیش آیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی قریظہ یہودیوں کا ایک بڑا خاندان تھا جو مدینہ کے قریب آباد تھا۔ انہوں نے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کے جنگ احزاب میں جب کہ مشرکوں نے مدینہ پر چڑھائی کر کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔ مشرکین مکہ کی مدد کی اور معاہدہ کی سخت خلاف ورزی کی جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا۔ بہرحال جنگ احزاب جب ختم ہو گئی اور مشرکین مکہ واپس بھاگ گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باشارہ خداوندی یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ اکیس روز تک جاری رہا جس سے یہودی تنگ ہوئے تو صلح اور امان کے خواستگار ہوئے اور اپنا وطن چھوڑ کر ملک شام کو چلے جانے کی درخواست کی۔ ان یہود کی شرارتوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ تم سے صلح کی صورت صرف یہ ہے کہ سعد بن معاذ جو انصار مدینہ میں سے تھے اور اہل مدینہ میں بڑے مشہور تھے۔ وہ تمہارے بارہ میں جو کچھ فیصلہ کریں اس کو تم بھی تسلیم کرو اور ہم بھی مان لیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذ کی بجائے ابولبابہ کو یہ کام سپرد کیا جائے اور یہ تجویز یہود نے اس خیال سے پیش کی کہ حضرت ابولبابہ کے اہل و عیال اور جائیداد بنو قریظہ میں تھے۔ ان کی طرف سے خیال کیا کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کریں گے۔ بہرحال آپ نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس گفت و شنید کے لئے بھیج دیا۔ بنو قریظہ کے سارے یہود مرد و زن سب ان کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے قلعہ سے اتر آئیں تو کیا وہ ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے۔ حضرت ابولبابہؓ کو معلوم تھا کہ ان یہود کے معاملہ میں نرمی

برتنے کی رائے نہیں ہے۔ حضرت ابولبابہؓ نے کچھ ان لوگوں کی گریہ و زاری سے متاثر ہو کر اور کچھ اپنے اہل و عیال سے متاثر ہو کر جو بنو قریظہ ہی میں رہتے تھے اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلایا کہ قتل کئے جاؤ گے۔ گویا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کر دیا۔ حضرت ابولبابہ اس وقت یہ اشارہ تو کر گزرے مگر فوراً متنبہ ہوا کہ میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی اور اس کے بعد بہت پچھتائے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت طاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی سے اپنے آپ کو بندھوا دیا اور قسم کھالی کہ جب تک میری توبہ اس فعل سے قبول نہ ہوگی۔ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ اسی طرح مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ چنانچہ سات روز اسی طرح بندھے کھڑے رہے ان کی بیوی اور لڑکی وہاں موجود رہتی تھیں۔ انسانی ضرورت اور نماز کے وقت کھول دیتیں اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ کھانے پینے کے پاس نہ جاتے تھے اور فاقہ سے غشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اول اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہو جاتی۔ اب چونکہ حق تعالیٰ سے بلا واسطہ رجوع کیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی حکم فرمائیں۔ اب تو قبولیت توبہ نازل ہونے کا انتظار ہی کرنا ہے۔ چنانچہ سات روز بعد آخر شب میں توبہ قبول ہونے کے متعلق اگلی آیت نازل ہوئی۔ دوسری صحابہ خوش ہو کر بشارت دینے کے لئے ان کے پاس گئے اور کھولنا چاہا تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت و محبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے اور امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اب بھی جہاں اہل اسلام قلت اور خوف کی حالت میں ہیں ان کے ضعف اور خوف کو دور فرما کر دشمنوں پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرما۔

یَا اللّٰہُ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال و اولاد عطا فرمایا ہے تو اس امتحان اور آزمائش کی چیز میں ہم کو کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔ اور اپنی مرضیات کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تَتَّقُوا	اللّٰهَ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	فُرْقَانًا	وَّيُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اگر	تم ڈرو گے	اللہ	وہ بنادے گا	تمہارے لئے	فرقان	اور دُور کردیگا	تم سے	تمہاری برائیاں

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے ۔ تو اللہ تعالیٰ تمکو ایک فیصلہ کی چیز دیگا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ	وَاِذْ	يَمْكُرُ بِكَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِيُثْبِتُوْكَ
اور بخشدے گا تمہیں	اور اللہ	فضل والا	بڑا	اور جب	خفیہ تدبیریں کرتے تھے آپ کے بارہ میں	وہ لوگ جنھوں نے	کفر کیا (کافر)	تمہیں قید کرلیں

اور تمکو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کرڈالیں

اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۞

اَوْ يَقْتُلُوْكَ	اَوْ يُخْرِجُوْكَ	وَ	يَمْكُرُوْنَ	وَيَمْكُرُ اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ
یا قتل کردیں تمہیں	یا نکال دیں تمہیں	اور	وہ خفیہ تدبیریں کرتے تھے	اور خفیہ تدبیریں کرتا ہے اللہ	اور اللہ	بہترین	تدبیر کرنیوالے

یا آپ کو خارج وطن کردیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے ۔

گذشتہ تمام نصیحتوں کا خلاصہ اور اطاعت خدا اور رسول کا ثمرہ

پچھلے سارے رکوع میں اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ساتھ ہی اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں ان میں غفلت کوتاہی یا کمی کا سبب عموماً انسان کے اموال و اولاد ہوا کرتے ہیں اس لئے اس پر تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ دنیا میں یہ مال و اولاد انسان کے لئے ایک امتحان اور آزمائش کی چیز ہیں تو جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال و اولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہوگا تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اب گذشتہ میں بیان میں کی ہوئی ساری نصیحتوں کا خلاصہ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور ایمان والوں کو خطاب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا یعنی خدا سے ڈرتے رہے اور اس کی مخالفت سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم کو تین چیزیں عطا کرے گا۔ ایک فرقان' دوسرے گناہوں سے معافی' تیسرے مغفرت' فرقان کی تشریح مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے اس کے مطلب یہ لکھے ہیں کہ وہ تم کو مخالفین سے کامل امتیاز بخشے گا یعنی دنیا میں تم کو غلبہ دے کر اور دوسرے انعامات کے ذریعہ سے اور آخرت میں نجات دے کر یعنی تم جنت میں دائمی رہو گے اور تمہارے مخالفین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا بعض نے فرقان کے مطلب یہ بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل' نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا کرے گا۔ جس سے قدم قدم پر تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کونسا رویہ صحیح ہے اور کونسا غلط۔ کس بات میں خدا کی رضا ہے اور کس میں اس کی ناراضی ہے یعنی تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً اور وجداناً حق و باطل میں فیصلہ کرسکو گے اس کے علاوہ تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں دور

کر دے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے گا۔ تو یہاں حضرت ابولبابہؓ کے واقعہ کی طرف اور ان کی قبولیت توبہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک احسان عظیم اور انعام خصوصی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ کرام و جملہ اہل اسلام پر بلکہ پوری دنیا پر ایک خاص انعام واحسان ہے کہ قبل از ہجرت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفار کے نرغہ میں تھے اور وہ آپ کے قتل یا قید یا شہر بدر کرنے کے مشورہ کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کی ساری تدبیروں کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسلامت و عافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہمیشہ غالب آتی ہے اور اس کی تدبیر کے سامنے کفار کی ساری تدبیریں بے سود اور ناکام ہو کر رہ جاتی ہیں۔

واقعۂ ہجرت

یہاں اس دوسری آیت میں واقعۂ ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ جب انصار اہل مدینہ نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور مکہ میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر لی تو کفار قریش کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قوت بڑھ نہ جائے اور آپ کا دین سب دینوں پر غالب نہ آ جائے۔ تو اس کی روک تھام کی تدبیر کرنے کے لئے سرداران قریش مکہ میں دارالندوہ میں جمع ہوئے تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپس میں مشورہ کریں اور مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اس پر سب باتفاق عمل کریں۔ اس مجمع اور مشورہ میں سب بڑے بڑے سردار قریش جیسے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، ابوسفیان، نضر بن الحارث، ابوالبختری بن ہشام وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ابلیس لعین بھی ایک بزرگ شیخ کی صورت بنا کر ان میں آ موجود ہوا۔ جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے تمہارے مجمع کا حال سنا تو میں بھی تمہارے پاس آ گیا تا کہ عمدہ رائے سے تمہاری خیر خواہی کروں۔ ان لوگوں نے بڑی خوشی سے شیخ لعین کو بھی مجمع میں شامل کر لیا۔ جب لوگوں سے رائے لی گئی تو ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر مضبوط باندھ لو اور ایک گھر میں مقید کر کے اس کا دروازہ بند کر دو اور ایک روشندان کھلا رہنے دو اسی میں سے کھانا پانی ڈال دیا کرو۔ یہاں تک کہ جیسے اور پہلے شاعر مر کھپ گئے یہ بھی اپنی موت مر جائیں گے۔ جب ابلیس لعین نے یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ تمہاری رائے غلط اور بری ہے اگر تم نے قید کر لیا تو یہ ناممکن ہے کہ یہ خبر باہر نہ نکلے اور پھر جب ان کے ساتھی اس کو سنیں گے تو جنگ کر کے تمہارے ہاتھ سے ان کو چھڑا لے جائیں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا شیخ نجدی سچ کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اپنے یہاں سے نکال دو جب وہ تم سے غائب ہو جائیں گے تو تم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور تم ان کی طرف سے راحت میں ہو جاؤ گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بہت نکمی ہے۔ تم ایسے شخص کو جس نے تمہاری عقلوں پر جادو کر دیا ہے اپنے غیروں کی طرف نکالتے ہو۔ کیا تم نے ان کی فصاحت کلامی اور شیریں زبانی کو نہیں دیکھا اور اس بات پر نظر نہیں کی ان کی باتیں لوگوں پر کیا اثر کرتی ہیں اگر تم نے ایسا کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور دوسری قوموں کو مائل کر کے تم پر چڑھا لائیں گے پھر تم کو تمہارے شہر سے نکال دیں گے۔ جب لوگوں نے ابلیس لعین کا یہ قول سنا تو سب نے کہا کہ شیخ نجدی نے سچ کہا۔ اس کے بعد ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی لیا جائے اور سب مل کو دفعۃً ان کو قتل کر دیں۔ تا کہ یہ خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے اور ظاہر ہے کہ بنی ہاشم تمام قبائل عرب سے نہیں لڑ سکتے۔ ضرور بالضرور دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم خوں بہا دے کر چھوٹ جائیں گے۔ میری رائے تو یہی ہے۔ شیخ نجدی نے جب یہ رائے سنی تو خوشی سے اچھل پڑا۔ اور کہا کہ بیشک رائے تو

یہی ہے جو اس جوان نے دی۔اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔الغرض ابوجہل کے قول پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ اسی شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اور مجمع اس طے شدہ رائے کے بعد برخاست ہو گیا۔یہاں تو اشقیا نے یہ منصوبے گانٹھے ادھر ان کے توڑ میں اللہ تعالیٰ کی بہترین اور لطیف تدبیر یہ ہوئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تمام واقعہ کی آپ کو خبر دی اور کہا کہ آپ رات یہاں نہ گزاریں۔حسب وحی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا دیا اور فرمایا کہ میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور آپ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور میں رات ہی میں پہنچ گئے۔کفار اپنے منصوبے کے موافق آپ کے گھر کو رات بھر گھیرے پڑے رہے۔صبح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو جستجو میں چاروں طرف پھیل گئے۔جس غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف رکھتے تھے وہاں تک بعض تلاش کرنے والوں کو قدم کے نشانات دیکھ کر قیافہ شناسوں نے لا کر کھڑا کر دیا۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو لاعلم رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین شب اسی غار میں رہ کر بخیر و عافیت مدینہ منورہ جا پہنچے۔اسی قصہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے کہ کفار اپنی تدبیروں میں مصروف تھے اور ادھر اللہ عزوجل تدبیر فرما رہے تھے۔آخر اللہ کی تدبیر غالب آئی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرماویں کہ جس کے باعث ہمارے گناہوں کی بخشش اور مغفرت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو دارین میں نواز دیں۔

یَا اللہُ جیسے آپ نے مکہ کے کافروں کی تدبیروں کو ملیامیٹ فرما دیا اور اہل اسلام کو غالب فرمایا۔

یَا اللہُ موجودہ کفار اور دشمنان دین کی تدبیروں کو بھی خاک میں ملا کر اور ان کو ذلیل و خوار فرما دے۔اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

وَاِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	قَالُوْا	قَدْ سَمِعْنَا	لَوْ نَشَآءُ	لَقُلْنَا	مِثْلَ	هٰذَا	اِنْ	هٰذَا	اِلَّا
اور جب	پڑھی جاتی ہیں	اُن پر	ہماری آیات	وہ کہتے ہیں	البتہ ہم نے سُن لیا	اگر ہم چاہیں	کہ ہم کہہ لیں	مثل	اس	نہیں	یہ	مگر (صرف)

(اوران کفار کی یہ حالت ہے کہ) جب انکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اسکے برابر ہم بھی کہہ لاویں یہ تو کچھ بھی نہیں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ

اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ	وَاِذْ	قَالُوْا	اللّٰهُمَّ	اِنْ	كَانَ	هٰذَا	هُوَ	الْحَقَّ	مِنْ	عِنْدِكَ	فَاَمْطِرْ
قصے کہانیاں	پہلے	اور جب	وہ کہنے لگے	اے اللہ	اگر	ہے	یہ	وہ	حق	سے	تیری طرف	تو برسا

صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

عَلَيْنَا	حِجَارَةً	مِنَ	السَّمَآءِ	اَوِ	ائْتِنَا	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ	وَمَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيُعَذِّبَهُمْ	وَاَنْتَ
ہم پر	پتھرسے	سے	آسمان	یا	لے آ ہم پر	عذاب	دردناک	اور نہیں ہے	اللہ	کہ انہیں عذاب دے	جبکہ آپ

پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے انکو عذاب دیں

فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

فِيْهِمْ	وَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	مُعَذِّبَهُمْ	وَهُمْ	يَسْتَغْفِرُوْنَ
ان میں	اور نہیں	ہے	اللہ	انہیں عذاب دینے والا	جبکہ وہ	بخشش مانگتے ہوں

اور اللہ تعالیٰ انکو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

کفار قریش کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال

ان آیات میں کفار قریش کے تمرد اور عناد اور ان کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال و عادات کا بیان ہے جس سے مقصود ان کی مذمت و شناعت اور ان کے مستحق عذاب ہونے کو بیان کرنا ہے کہ یہ لوگ اپنے جہل وعناد اور عادات شنیعہ کی بناء پر اس قابل ہیں کہ ان کو سخت عذاب دیا جائے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ازراہ تکبر وعناد یہ کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سن لیا۔ یہ قرآن ہے ہی کیا۔اس میں اگلے لوگوں کے قصہ کہانیوں کے سوا اور ہے کیا؟ ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام بنا ڈالیں۔

نضر بن حارث مشرک اور ابوجہل

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات نضر بن حارث مشرک کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ جو ملک فارس اور حیرہ سے رستم اور اسفندیار کی داستانیں سن آیا تھا۔ جہاں بیٹھتا وہیں لوگوں کو یہ قصے سنایا کرتا اور یہ کہتا کہ جیسے قصہ تم کو محمد سناتے ہیں ویسے ہی قصہ میں تم کو سناتا ہوں۔ ان کا کلام ہے ہی کیا اگر میں چاہوں تو ویسا ہی کلام بنالوں حالانکہ اس کا یہ کہنا صریح کذب بیانی اور حق کو جھٹلانا تھا۔ قرآن پاک نے تو مکی اور مدنی سورتوں میں بار بار بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے اور تمام دنیا کے جن وانس کو چیلنج دیا ہے کہ جس کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ ہو تو اس کے مثل لے آئے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ پوری کتاب اس قرآن کے مثل تو کیا لاسکو گے دس

سورتیں ہی اس جیسی بنالاؤ۔اس کے بعد کہا گیا کہ اچھا دس نہ سہی تو ایک ہی سورت اس کے مثل بنالاؤ لیکن تمام عرب وعجم ایسا نہ کر سکے اور قرآن جیسے فصیح وبلیغ کلام سے سب عاجز رہے۔

پھر کفار مکہ کا ایک دوسرا قول نقل کیا جاتا ہے وہ کہتے تھے کہ واقعی اگر یہ قرآن اور یہ دین حق ہے جس کی ہم اتنے دنوں سے اور اس قدر شدومد سے تکذیب کر رہے ہیں تو اس کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برستے اور دردناک عذاب ہمارے اوپر ٹوٹ پڑتا مگر جب ایسا نہیں ہوا تو اس کے معنٰی یہ ہیں کہ نہ یہ قرآن حق ہے نہ یہ دین حق ہے۔نہ منجانب اللہ ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قول بھی نضر بن حارث ہی نے کہا تھا جس سے مقصود قرآن کے (معاذ اللہ) باطل ہونے پر اپنے یقین کا ظاہر کرنا تھا۔پھر یہی نضر بن حارث بدر کے دن گرفتار ہوا اور بھوکا پیاسا رکھ کر اس کی گردن ماردی گئی۔اور ابوجہل نے بھی اسی طرح کہا تھا وہ بھی بدر کے دن ذلت اور رسوائی کے ساتھ مارا گیا اور ایک کنویں میں اس کی لاش پھینک دی گئی۔

حماقت کا مظاہرہ

اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ اگر یہ دین حق ہے اور تیرے پاس سے آیا ہے تو ہم کو ہدایت دے اور اس کے اتباع اور پیروی کی توفیق دے۔تو اول تو اپنی حماقت سے یہ احمقانہ دعاء مانگی پھر جب خدا کی کسی مصلحت وحکمت سے مکہ میں عذاب نازل نہ ہوا تو اپنی اس احمقانہ دعا سے اپنی حقانیت پر ناز کرنے لگے۔اور یہ نہ سمجھا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔جیسے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کے معاملہ میں مشاہدہ ہوا کہ جب تک یہ حضرات بستی میں رہے عذاب نہیں آیا۔جب وہاں سے نکال لئے گئے اس وقت عذاب نازل ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین جو رحمۃ اللعالمین کا لقب دے کر بھیجے گئے آپ کے مکہ میں موجود ہوتے ہوئے اہل مکہ پر عذاب عام آنا آپ کی شان کے خلاف تھا۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کے منافی تھا تو نضر بن حارث اور دوسرے کفار مکہ نے جو یہ کہا کہ اے اللہ اگر یہ اسلام دین حق ہے تو اس کے نہ ماننے پر ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کر تو اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ **وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے مکہ میں ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کردیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے علیحدہ کرلیا تو جنگ بدر کے عذاب میں کفار مکہ پکڑے گئے۔دوسرا جواب عام عذاب کفار مکہ پر نہ آنے کا یہ بتلایا گیا **وما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون** یعنی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔

استغفار کا فائدہ

اس جملہ کے مفسرین نے ایک مطلب تو یہ بیان کیا ہے کہ دوسری چیز جو نزول عذاب سے مانع ہے وہ ان کا استغفار ہے اور نزول عذاب سے امن اور سلامتی کا باعث ہے۔مشرکین طواف وغیرہ کی حالت میں غفرانک' غفرانک کہا کرتے تھے۔یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔تو ان کا یہ استغفار کفروشرک کے ساتھ گو آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں اس کا بھی یہ نفع ان کو مل گیا کہ دنیا میں عام نزول عذاب سے بچ گئے۔نیز مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جب کافر کا استغفار دنیا میں نزول عذاب سے مانع ہوسکتا ہے تو مسلمان کا استغفار تو بدرجہ اولیٰ نزول عذاب سے مانع ہوسکتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنی رحمت سے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہم کو ایمان واسلام پر استقامت نصیب فرما۔اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ کفار نے تو تیرے کلام پاک کی تصدیق نہ کی اور اس پر ایمان نہ لائے مگر ہم نے اس پر ایمان لاکر بھی اس کے حقوق ادا نہ کیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ

اَوْلِيَآءَهٗ	كَانُوْٓا	وَمَا	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	عَنِ	يَصُدُّوْنَ	وَهُمْ	اللّٰهُ	يُعَذِّبَهُمُ	اَلَّا	لَهُمْ	وَمَا
اسکے متولی	وہ ہیں	اور نہیں	مسجد حرام	سے	روکتے ہیں	جبکہ وہ	اللہ	انہیں عذاب دے	کہ نہ	اسکے لئے	اور کیا

اور انکا کیا استحقاق ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

عِنْدَ	صَلَاتُهُمْ	كَانَ	وَمَا	لَا يَعْلَمُوْنَ	اَكْثَرَهُمْ	وَلٰكِنَّ	الْمُتَّقُوْنَ	اِلَّا	اَوْلِيَآؤُهٗٓ	اِنْ
نزدیک	انکی نماز	تھی	اور نہیں	نہیں جانتے	ان میں سے اکثر	اور لیکن	متقی (جمع)	مگر	اسکے متولی	نہیں

متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اور انکی نماز خانہ کعبہ کے پاس

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ	بِمَا	الْعَذَابَ	فَذُوْقُوا	وَتَصْدِيَةً	مُكَآءً	اِلَّا	الْبَيْتِ
تم کفر کرتے تھے	اسکے بدلے جو	عذاب	پس چکھو	اور تالیاں	سیٹیاں	مگر	خانہ کعبہ

صرف یہ تھی سیٹیاں اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔

کفار قریش کے مظالم

ان آیات میں بھی کفار مکہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ ان پر عذاب دو وجہ سے رکا ہوا ہے۔ ورنہ یہ اپنی ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے کب کے عذاب کے مستحق ہو چکے تھے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نہ بھیجا۔ دوسری وجہ یہ کہ ان میں تلبیہ اور طواف وغیرہ میں توبہ و استغفار کی آواز بلند ہے۔ اور مسلمان بھی ان میں ملے جلے ہیں اور وہ اللہ سے اس کی مغفرت و رحمت طلب کرتے رہتے ہیں اور اللہ استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان پر عذاب کا نہ آنا ان دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے ورنہ ان کی شرارتیں اور ظلم و شقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آ جانا چاہئے اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہوگا کہ توحید پرستوں کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے بلکہ ان کو وطن مکہ سے نکال کر ہمیشہ کے لئے کوشش کی جائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گزار بندے یہاں نہ آنے پائیں اور ستم ظریفی یہ کہ اس ظلم کے جواز کے لئے یہ سند پیش کی جاتی کہ ہم حرم شریف کے متولی با اختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں جسے چاہیں روک دیں یہ ہمارا حق ہے۔ اس میں اشارہ واقعہ حدیبیہ کی طرف ہے جبکہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ کو عمرہ کرنے اور مکہ میں مسجد حرام میں داخل ہونے سے کفار مکہ نے روک دیا تھا۔ اور احمق یوں سمجھتے تھے کہ ہم مسجد حرام کے متولی ہیں جس کو چاہیں حرم میں آنے کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں اجازت نہ دیں۔

بہر حال ان پر عذاب ضرور آئے گا

خلاصہ یہ کہ ان پر عذاب ضرور آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے آئے اور جو کمزور اور بے طاقت اہل ایمان ان کے پنجہ میں گرفتار تھے وہ بھی کسی تدبیر سے نکل آئے تو جنگ بدر کی شکل میں ان پر عذاب نازل ہوا پھر دوسرے غزوات میں بھی شکستوں پر شکستیں نصیب ہوئیں۔ ہزاروں مارے گئے بالآخر مکہ بھی فتح ہوا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ دوامی عذاب میں مبتلا ہوئے۔ آگے بھی آخرت کے اسی دائمی عذاب جہنم اور دنیا کی بھی نامرادی و ناکامی کی وعید کفار کو سنائی جاتی ہے اگر وہ باز نہ آئے اور اگر باز آجائیں تو جو کچھ وہ گذشتہ میں کر چکے ہیں وہ معاف کر دیا جائے گا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاءاللہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ دین دنیا میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ امت مسلمہ اور اسلام کو سربلندی عطا فرماویں۔ کفر و شرک کو ذلیل و خوار فرمائیں۔

یَااَللّٰہُ ان مساجد کے حقوق و احترام کی ہم کو توفیق کاملہ عطا فرما اور ان مساجد میں شور و غل اور شر و فساد مچانا جو کفار مکہ کی خصلت تھی اس سے اہل اسلام کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	لِيَصُدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَسَيُنْفِقُوْنَهَا	ثُمَّ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	تا کہ روکیں	سے	راستہ اللہ کا	سو اب خرچ کریں گے	پھر

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ

تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ

تَكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	حَسْرَةً	ثُمَّ	يُغْلَبُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اِلٰى	جَهَنَّمَ	يُحْشَرُوْنَ	لِيَمِيْزَ
ہوگا	ان پر	حسرت	پھر	وہ مغلوب ہونگے	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	طرف	جہنم	اکٹھے کئے جائیں گے	تا کہ جدا کردے

مال انکے حق میں باعث حسرت ہوجاویں گے پھر مغلوب ہوجاویں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاوے گا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے

اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا

اللّٰهُ	الْخَبِيْثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَيَجْعَلَ	الْخَبِيْثَ	بَعْضَهٗ	عَلٰى	بَعْضٍ	فَيَرْكُمَهٗ	جَمِيْعًا
اللہ	گندا	سے	پاک	اور رکھے	گندا	اسکے ایک	پر	دوسرے	پھر ڈھیر کردے	سب

اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کردے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں۔

فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا

فَيَجْعَلَهٗ	فِيْ	جَهَنَّمَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اِنْ	يَّنْتَهُوْا
پھر ڈال دے اسکو	میں	جہنم	یہی لوگ	وہ	خسارہ پانے والے	کہہ دیں	ان سے جو	انہوں نے کفر کیا	اگر	وہ باز آجائیں

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجاویں گے تو اُن کے سارے گناہ جو پہلے ہوچکے ہیں سب معاف کردیئے جاویں گے اور اگر اپنی

يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَاتِلُوْهُمْ

يُغْفَرْ	لَهُمْ	مَا	قَدْ سَلَفَ	وَاِنْ	يَعُوْدُوْا	فَقَدْ	مَضَتْ	سُنَّتُ	الْاَوَّلِيْنَ	وَقَاتِلُوْهُمْ
معاف کردیا جائے	انہیں	جو	گزرچکا	اور اگر	پھر وہی کریں	تو تحقیق	گزر چکی ہے	سنت	پہلے لوگ	اور ان سے جنگ کرو

وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہوچکا ہے اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

حَتّٰى	لَا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَيَكُوْنَ	الدِّيْنُ	كُلُّهٗ	لِلّٰهِ	فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہوجائے	دین	سب	اللہ کا	پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	جو	وہ کرتے تھے

اور دین اللہ ہی کا ہوجاوے پھر اگر یہ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں ۔

30 بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

بَصِيْرٌ	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَوْلٰىكُمْ	نِعْمَ	الْمَوْلٰى	وَنِعْمَ	النَّصِيْرُ
دیکھنے والا	اور اگر	وہ منہ موڑلیں	تو جان لو	کہ	اللہ	تمہارا ساتھی	خوب	ساتھی	اور خوب	مددگار

اور اگر رُوگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

حق کو روکنے کے لئے کفار مکہ کی مالی کوششیں

گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے اقوال اور اعمال بدنیہ کا حال ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں پہلے ان کے اعمال مالیہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ کفار مکہ کے ۱۲ سرداروں نے بدر میں ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک سردار لشکر کو کھانا کھلائے گا چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کئے جاتے تھے پھر جب بدر میں شکست ہوگئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے مکہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے وہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انتقام لینے میں خرچ کیا جائے چنانچہ سب اس پر راضی ہوگئے تو کفار کے اس طرح کے مال خرچ کرنے کا ذکر پہلے یہاں آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ ان معاندین کے مالی وسائل بھی مخالفت اسلام کے لئے وقف ہیں اور یہ اپنے مال اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں مگر اس مخالفت اسلام میں مال خرچ کرنے کا انجام اور نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ مالی کوششیں بھی رائیگاں رہیں گی اور جب دنیا میں آثار ناکامی دیکھیں گے اور مغلوب ہوں گے اور آخرت میں عذاب جہنم حاصل ہوگا تب افسوس وحسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔

چنانچہ اول غزوہ بدر میں پھر جنگ احزاب وغیرہ میں سب مالی اور جسمانی طاقتیں خرچ کر دیکھیں مگر انجام میں آخر ہلاک ہوئے یا رسوا ہوئے اور فتح مکہ کے دن تو اس کا ظہور ہوا کہ سارا جزیرۃ العرب مقہور اور مغلوب ہوا اور کفار نے سالہا سال میں جو اسلام کی دشمنی میں خرچ کیا تھا وہ سب ضائع اور بیکار گیا اور دنیوی واخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہوسکتا ہے کہ انسان جس راہ میں اپنا تمام وقت' محنت' قابلیت اور پورا سرمایہ زندگی کھپا دے اور پھر اس کی انتہا پر پہنچ کر اسے معلوم ہو کہ وہ اسے تباہی اور ہلاکت کی طرف لے آئی ہے اور اس راہ میں جو کچھ اس نے کھپایا ہے اس پر حصول مقصد کی بجائے الٹا اسے ناکامی اور جرمانہ بھگتنا پڑا تو ایسے ہی لوگ پورے خسارہ اور نقصان میں ہیں۔

چنانچہ یہاں پہلی دو آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

کفار ایمان لے آئیں تو بہتر ورنہ ہلاکت ان کا مقدر ہے

الغرض ان آیات کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں۔ اسلام لے آنا یا کفر پر قائم رہنا اس لئے آگے ان دونوں حالتوں کے متعلق احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ اب بھی کفر وطغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت قبول کرلیں تو پہلے حالت کفر میں جو گناہ کر چکے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا اور اگر برخلاف اس کے اپنی وہی کفر کی عادت رکھیں گے اور وہی سابق شرارتیں کریں گے تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر ہی چکا ہے پس جو حشر ان کا ہوا وہی ان کا ہوگا۔ یعنی دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب۔

فتنہ کا خاتمہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے

مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ تم لوگ ان کفار عرب سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو کہ شر باقی نہ رہے یا تو وہ نیست ونابود ہوجاویں یا کفر چھوڑ کر مسلمان ہوجائیں اور سارا دین خدا کا ہوجاوے اور بتوں کی

شرکت بالکل ختم ہو جاوے۔ نہ بت رہیں نہ بت پرست۔ یہ حکم چونکہ مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے اوران کے لئے صرف دو ہی حکم ہیں یا اسلام یا تلوار اور سوائے مشرکین عرب کے دوسرے کفار اور مشرکین کے لئے جزیہ کا بھی قانون ہے تو حق تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ ان کفار عرب سے لڑتے رہو کہ ان کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں اور یہی جہاد کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے اور حکم اکیلے خدا کا چلے اور دین حق سب ادیان پر غالب آ جائے پھر اگر یہ کفار کسی وقت ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آ جائیں تو ان سے قتال نہیں ان کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا جیسا وہ کام کریں گے ویسی جزا ان کو ملے گی اور اگر وہ برابر ایمان سے پیٹھ پھیرتے رہیں تو تم برابر جنگ جاری رکھو اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔

اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گذشتہ معاصی، شرک و کفر سب معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جب میرے دل میں خدا نے مسلمان ہونے کا خیال پیدا کیا تو میں مکہ سے چل کر مدینہ آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ میں بیعت کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں کچھ شرطیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا شرطیں کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے معاف کر دیں یا میرے لئے استغفار کریں فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے اور حج بھی اگلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو ایسے اعمال اور افعال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن کے ذریعے آپ کی حمایت و نصرت ہمیں ہر حال اور ہر آن حاصل ہو۔

یَااللہ ہماری زندگی کا سرمایۂ وقت و محنت سب آپ کے راستہ میں آپ کی رضا کے لئے لگے۔

یَااللہ اہل ایمان کو دنیا میں بھی غلبہ و شوکت عطا ہو اور آخرت میں بھی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ